نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری سے ماخوذ ۱۴۷ر صحابہ اور ۴۴ر تابعین کی سیرتِ پاک کا ایک خوب صورت وعطر بیز گل دستہ بنام

راویانِ بخاری کے مختصر حالات

تالیف

فقیہ الہند شارح بخاری حضرت علامہ

مفتی محمد شریف الحق امجدی

علیہ الرحمۃ والرضوان

سابق صدر شعبۂ افتاد ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی، ہند

ترتیب تعلیق تکمیل

سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی عفی عنہ

صدر مدرّس دار العلوم محبوبِ سبحانی، کرلا ویسٹ، ممبئی

ناشر

بزم فیضان رضا طلبہ دار العلوم محبوب سبحانی

کرلا ویسٹ ممبئی ۷۰

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری سے ماخوذ ۱۴۷ ر صحابہ اور ۴۴ ر تابعین کی سیرتِ پاک

کا ایک خوب صورت اور عطر بیز گل دستہ بنام

راویانِ بخاری کے مختصر حالات

تالیف

فقیہ الہند شارحِ بخاری حضرت علامہ **مفتی محمد شریف الحق** صاحب

امجدی، علیہ الرحمہ والرضوان

سابق صدر شعبۂ افتاو ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی، ہند

ترتیب، تہذیب، تکمیل

سید محمد **اکرام الحق قادری** مصباحی عفی عنہ

صدر مدرس دار العلوم محبوب سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی

ناشر

بزمِ فیضانِ رضا، طلبۂ دار العلوم محبوبِ سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی ۷۰

جملہ حقوق بحقِّ ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام : **راویانِ بخاری کے مختصر حالات**

تالیف : شارحِ بخاری مفتی شریف الحق صاحب امجدی

ترتیب وتکمیل : سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی عفی عنہ

۷۹۷۷۹۶۲۷۶۶/۹۰۲۹۲۴۹۶۷۹

تصحیح ونظرِ ثانی : حضرت علامہ مفتی محمد فیروز خان علیمی مصباحی

استاذ ادارہ ہٰذا

تحریک : حضرت علامہ ومولانا امجد علی صاحب مصباحی

شیخ الحدیث ادارہ ہٰذا

تشجیع : حضرت علامہ مفتی سید شاکر حسین صاحب مصباحی

صدر شعبۂ افتا ادارہ ہٰذا

کمپوزنگ : مولانا راشق حسین سبحانی، مولانا زاہد سبحانی، مولانا عالم گیر سبحانی، مولانا محمد عسقلانی سبحانی (طلبۂ محبوبِ سبحانی)

سیٹنگ : حضرت مولانا رفیق احمد صاحب سبحانی نظامی

استاذ ادارہ ہٰذا

اشاعت بارِ اول : جمادی الآخرہ ۱۴۴۴ھ مطابق جنوری ۲۰۲۳ء

قیمت : ۳۰۰

ملنے کا پتہ : دار العلوم محبوبِ سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی ۷۰

فہرست

شمار نمبر	عناوین	صفحہ نمبر	شمار نمبر	عناوین	صفحہ نمبر
۱	شرفِ انتساب	۸	۲۱	حضرت خنیس بن حذافہ بدری رضی اللہ عنہ	۸۱
۲	تقریظِ جلیل منظوم	۹	۲۲	حضرت سعد بن خولہ بدری رضی اللہ عنہ	۸۲
۳	دعائیہ کلمات	۱۰	۲۳	حضرت عبداللہ بن رَواحہ بدری رضی اللہ عنہ	۸۳
۴	تاثرِ گرامی	۱۲	۲۴	حضرت زید بن حارثہ بدری رضی اللہ عنہ	۸۵
۵	پیشِ لفظ	۱۴	۲۵	حضرت بلال بدری رضی اللہ عنہ	۸۷
۶	حضور شارحِ بخاری۔۔حیات وخدمات	۲۰	۲۶	حضرت ابوطلحہ زید بن سہل انصاری بدری رضی اللہ عنہ	۹۲
۷	تقدیم وتعارف	۲۷	۲۷	حضرت عاصم بن عدی بدری رضی اللہ عنہ	۹۴
۸	**صحابۂ کرام کے انوار وبرکات**	۳۹	۲۸	حضرتِ عامر بن ربیعہ بدری رضی اللہ عنہ	۹۵
۹	حضرت سیدنا صدیق اکبر بدری رضی اللہ عنہ	۳۹	۲۹	حضرت سعد بن ربیع بدری رضی اللہ عنہ	۹۶
۱۰	حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم بدری رضی اللہ عنہ	۴۱	۳۰	حضرت مِسطح بن اثاثہ بدری رضی اللہ عنہ	۹۸
۱۱	حضرت سیدنا عثمان بن عفان بدری رضی اللہ عنہ	۴۵	۳۱	حضرت عمرو بن عوف بدری رضی اللہ عنہ	۹۸
۱۲	حضرت سیدنا مولا علی بدری رضی اللہ عنہ	۵۰	۳۲	حضرت سعد بن معاذ بدری رضی اللہ عنہ	۹۹
۱۳	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بدری رضی اللہ عنہ	۵۲	۳۳	حضرت معاذ بدری رضی اللہ عنہ	۹۹
۱۴	حضرت سعد بن ابو وقاص بدری رضی اللہ عنہ	۵۴	۳۴	حضرت معوّذ بدری رضی اللہ عنہ	
۱۵	حضرت زبیر بن عوام بدری رضی اللہ عنہ	۵۵	۳۵	حضرت مقداد بن عمرو کندی بدری رضی اللہ عنہ	۱۰۰
۱۶	حضرت طلحہ بن عبیداللہ بدری رضی اللہ عنہ	۵۸	۳۶	حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ بدری رضی اللہ عنہ	۱۰۱
۱۷	حضرت ابوعبیدہ بن جراح بدری رضی اللہ عنہ	۶۰	۳۷	حضرت ابوایوب بدری رضی اللہ عنہ	۱۰۲
۱۸	حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بدری رضی اللہ عنہ	۷۰	۳۸	حضرت اُبی بن کعب بدری رضی اللہ عنہ	۱۰۴
۱۹	حضرت صہیب رومی بدری رضی اللہ عنہ	۷۴	۳۹	حضرت مالک بن دُخشم بدری رضی اللہ عنہ	۱۰۵
۲۰	حضرت مصعب بن عمیر بدری رضی اللہ عنہ	۷۸	۴۰	حضرت ابومسعود انصاری بدری رضی اللہ عنہ	۱۰۶

۴۱	حضرت اسید بن حضیر بدری رضی اللہ عنہ	۱۰۷	۶۴	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما	۱۵۷
۴۲	امّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	۱۱۰	۶۵	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ	۱۶۰
۴۳	امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۱۱۶	۶۶	حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ	۱۶۳
۴۴	امّ المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	۱۱۹	۶۷	حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ	۱۶۴
۴۵	امّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	۱۲۰	۶۸	حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ	۱۶۶
۴۶	امّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	۱۲۱	۶۹	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	۱۶۶
۴۷	امّ المومنین حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا	۱۲۵	۷۰	حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ	۱۶۹
۴۸	امّ المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا	۱۲۶	۷۱	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۱۷۱
۴۹	حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا	۱۲۷	۷۲	حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ	۱۷۳
۵۰	حضرت سیدہ کائنات فاطمہ رضی اللہ عنہا	۱۲۹	۷۳	حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ	۱۷۶
۵۱	حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳۲	۷۴	حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ	۱۷۷
۵۲	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	۱۳۴	۷۵	حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ	۱۷۸
۵۳	حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	۱۳۵	۷۶	حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ	۱۷۹
۵۴	حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ	۱۳۶	۷۷	حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ	۱۸۰
۵۵	حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	۱۳۸	۷۸	حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ	۱۸۰
۵۶	حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ	۱۴۱	۷۹	حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ	۱۸۱
۵۷	حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ	۱۴۲	۸۰	حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ	۱۸۲
۵۸	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	۱۴۳	۸۱	حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	۱۸۳
۵۹	حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما	۱۴۹	۸۲	حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ	۱۸۷
۶۰	حضرت امّ ہانی رضی اللہ عنہا	۱۵۰	۸۳	حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ	۱۸۹
۶۱	حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ	۱۵۳	۸۴	حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا	۱۹۰
۶۲	حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ	۱۵۴	۸۵	حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ	۱۹۱
۶۳	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۱۵۵	۸۶	حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ	۱۹۲

۸۷	حضرت ابوجہیم بن حارث رضی اللہ عنہ	۱۹۳	۱۱۰	حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۲۱۸
۸۸	حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ	۱۹۴	۱۱۱	حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ	۲۱۹
۸۹	حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	۱۹۵	۱۱۲	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۲۲۰
۹۰	حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ	۱۹۶	۱۱۳	حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ	۲۲۹
۹۱	حضرت جرہد رضی اللہ عنہ	۱۹۹	۱۱۴	حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ	۲۳۰
۹۲	حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ	۲۰۰	۱۱۵	حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ	۲۳۱
۹۳	حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ	۲۰۱	۱۱۶	حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ	۲۳۱
۹۴	حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ	۲۰۲	۱۱۷	حضرت عتبہ بن ابولہب رضی اللہ عنہ	۲۳۲
۹۵	حضرت سلمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ	۲۰۳	۱۱۸	حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ	۲۳۳
۹۶	حضرت عیاش بن ابوربیعہ رضی اللہ عنہ	۲۰۴	۱۱۹	حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ	۲۳۳
۹۷	حضرت کثیر بن صلت کندی رضی اللہ عنہ	۲۰۵	۱۲۰	حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ	۲۳۴
۹۸	حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ	۲۰۵	۱۲۱	حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ	۲۳۵
۹۹	حضرت صفیہ بنت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہا	۲۰۶	۱۲۲	حضرت بدیل بن ورقا رضی اللہ عنہ	۲۳۷
۱۰۰	حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ	۲۰۷	۱۲۳	حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۲۳۷
۱۰۱	حضرت عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا	۲۰۸	۱۲۴	حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ	۲۳۸
۱۰۲	حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا	۲۰۹	۱۲۵	حضرت اصیرم بن ثابت رضی اللہ عنہ	۲۳۹
۱۰۳	حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ	۲۱۰	۱۲۶	حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ	۲۴۰
۱۰۴	حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ	۲۱۲	۱۲۷	حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا	۲۴۱
۱۰۵	حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ	۲۱۲	۱۲۸	حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ	۲۴۲
۱۰۶	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۲۱۳	۱۲۹	حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا	۲۴۳
۱۰۷	حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ	۲۱۵	۱۳۰	حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	۲۴۵
۱۰۸	حضرت عدا بن خالد رضی اللہ عنہ	۲۱۶	۱۳۱	حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ	۲۴۶
۱۰۹	حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ	۲۱۶	۱۳۲	حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ	۲۴۷

۱۳۳	حضرت وحشی رضی اللہ عنہ	۲۴۸	۱۵۶	**تابعین کرام کے احوال و کوائف**	۲۸۱
۱۳۴	حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ	۲۵۱	۱۵۷	حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۱
۱۳۵	حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ	۲۵۵	۱۵۸	حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۳
۱۳۶	حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا	۲۵۶	۱۵۹	حضرت امام محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۵
۱۳۷	حضرت ابو عمیر رضی اللہ عنہ	۲۵۶	۱۶۰	حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۹
۱۳۸	حضرت جارود بن معلیٰ رضی اللہ عنہ	۲۵۷	۱۶۱	حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۰
۱۳۹	حضرت خویطب بن عبد العزیٰ رضی اللہ عنہ	۲۵۸	۱۶۲	حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۳
۱۴۰	حضرت عبد اللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ	۲۵۹	۱۶۳	حضرت عدی بن عدی رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۴
۱۴۱	حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ	۲۶۰	۱۶۴	حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۵
۱۴۲	حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	۲۶۱	۱۶۵	حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۵
۱۴۳	حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ	۲۶۲	۱۶۶	حضرت ابن ابو ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۷
۱۴۴	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۲۶۳	۱۶۷	حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۷
۱۴۵	حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ	۲۶۷	۱۶۸	حضرت ابو حمزہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۸
۱۴۶	حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ	۲۶۷	۱۶۹	حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکرہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۹
۱۴۷	حضرت اسماء رضی اللہ عنہا	۲۶۸	۱۷۰	حضرت ربیعہ بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۰
۱۴۸	حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ	۲۷۱	۱۷۱	حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۰
۱۴۹	حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ	۲۷۲	۱۷۲	حضرت نوف بکالی بن فضالہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۱
۱۵۰	حضرت ابو طفیل عامر رضی اللہ عنہ	۲۷۳	۱۷۳	حضرت اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۲
۱۵۱	حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا	۲۷۴	۱۷۴	حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۳
۱۵۲	حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا	۲۷۵	۱۷۵	حضرت نعیم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۴
۱۵۳	حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا	۲۷۶	۱۷۶	حضرت حمران بن ابان رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۵
۱۵۴	حضرت ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ	۲۷۹	۱۷۷	حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۶
۱۵۵	حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ	۲۸۰	۱۷۸	حضرت عبیدہ بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۷

۱۷۹	حضرت ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۸	۱۹۰	حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۹
۱۸۰	حضرت ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۹	۱۹۱	حضرت سعید مقبری بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۰
۱۸۱	حضرت عبداللہ بن شداد رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۰	۱۹۲	حضرت سعید بن مرجانہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۱
۱۸۲	حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۱	۱۹۳	حضرت ابن شبرمہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۱
۱۸۳	حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۲	۱۹۴	حضرت ابن اشوع رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۲
۱۸۴	حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہا	۳۱۵	۱۹۵	حضرت ابو بردہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۲
۱۸۵	حضرت علی بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۶	۱۹۶	حضرت ابوالعباس شاعر رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۳
۱۸۶	حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۷	۱۹۷	حضرت مالک بن اوس رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۴
۱۸۷	حضرت ابن ابوانس رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۷	۱۹۸	حضرت عیینہ بن حصین رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۴
۱۸۸	حضرت صلہ بن زفر عبسی رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۸	۱۹۹	حضرت عوف بن طفیل رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۶
۱۸۹	حضرت عبداللہ بن ذکوان رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۹	۲۰۰	حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۷

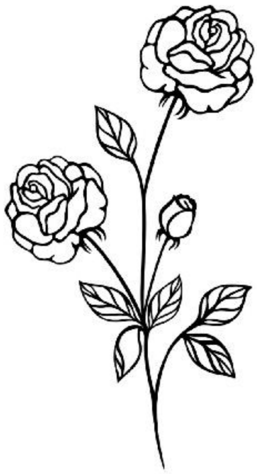

شرفِ انتساب

امام المحدثین حضرت امام **محمد بن اسماعیل** بخاری علیہ الرحمہ

کے نام

گر قبول افتد زہے عز و شرف

شگفتہ بوستانِ فتحِ باری نزہۃ القاری

از : حضرت علامہ مفتی سید شاکر حسین صاحب سیفی مصباحی

صدر شعبۂ افتاء دار العلوم محبوب سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی

شگفتہ ، بوستانِ فتحِ باری نزہۃ القاری
ہے اک عمدہ خزانہ بہرِ قاری نزہۃ القاری
خرد پر کھولتی ہے فہمِ معنیٰ کے دریچے یہ
دلوں پر کرتی ہے اک کیف ، طاری ، نزہۃ القاری
برائے اہل حق دل کا سکوں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے
سرِ باطل پہ ہے اک ضرب کاری ، نزہۃ القاری
بخاری ، ایک بحرِ بیکراں ، نورِ ہدایت کا
اُسی تابندہ یم کی نہرِ جاری ، نزہۃ القاری
کمالِ خامۂ مفتی شریف الحق ہے دل افروز
لکھی کیا خوب ہے ! شرحِ بخاری ، نزہۃ القاری
لیا ہے باغِ مَا یُوحیٰ کے رنگارنگ پھولوں کو
بڑے احسن طریقے سے سنواری ، نزہۃ القاری
کیا ہے سیدِ اکرام نے اس پر انوکھا کام
دعا گو ان کے حق میں بھی ہے ساری نزہۃ القاری
مشامِ عقل و ایماں کرتی ہے سیفی ! معطر یہ
بہارِ علم و عرفاں کی ہے کیاری ، نزہۃ القاری

دعائیہ کلمات

یادگارِ حضور شارحِ بخاری، ماہرِ فرائض، استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی

محمد نسیم احمد صاحب مصباحی دامَ ظِلُّہٗ

استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ

❁ استاذنا المحترم، آقائے نعمت، فقیہِ اعظمِ ہند، شارحِ بخاری حضرت علامہ مفتی **محمد شریف الحق صاحب امجدی** علیہ رحمۃ الباری کو اللہ عزوجل نے گوناگوں صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ اگر ایک طرف آپ اپنے وقت کے فقیہِ اعظم تھے تو دوسری طرف عظیم محدث، زبردست مفسر اور نمایاں مورخ بھی تھے۔ آپ آسمانِ علم و فضل کے آفتاب تھے۔ بہت سی تصانیف آپ کی علمی جلالت کی شاہ کار ہیں؛ لیکن ان میں **"فتاویٰ شارحِ بخاری"** اور **"نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری"** زیادہ مشہور ہیں۔

❁ آپ نے نزہۃ القاری شرحِ صحیح البخاری میں راویانِ حدیث کے مختصر حالات بھی تحریر کیے ہیں؛ تاکہ کتاب کا مطالعہ کرنے والے بخاری کے راویوں کے حالات و کوائف سے بھی واقف ہو جائیں۔

❁ یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ نزہۃ القاری کی ۹؍ جلدوں میں پھیلے ہوئے راویانِ

حدیث کے تذکروں کو عزیز اسعد محبؒ گرامی حضرت مولانا سید **محمد اکرام الحق قادری مصباحی**، صدر المدرسین دار العلوم محبوبِ سبحانی کرلا ممبئی نے کتابی شکل میں ایک جگہ جمع فرما دیا ہے۔ بلا شبہ عزیزِ موصوف کا یہ بڑا کارنامہ ہے۔ انھوں نے حسبِ ضرورت حاشیہ نگاری بھی کی ہے اور تسہیل و تخریج و تکمیل کے ذریعے تذکروں کی اِفادیت کو دوبالا بھی کیا ہے۔ سید صاحب کے اس کام سے حضور شارحِ بخاری علیہ الرحمہ کی روح یقیناً خوش ہوگی۔

عزیز القدر مولانا سید محمد اکرام الحق مصباحی زید مجدہ جامعہ اشرفیہ کے اُن مایۂ ناز فارغین میں سے ہیں، جنھوں نے اپنی علمی صلاحیتوں اور تقویٰ و پرہیز گاری سے جامعہ کا نام روشن کیا ہے۔ یہ جب تک جامعہ اشرفیہ میں زیرِ تعلیم تھے، اپنی جماعت میں ممتاز نمبروں سے پاس ہو کر ایک نمبر پر رہتے تھے۔ اساتذہ اور طلبہ ان کی شرافت و متانت کا اعتراف کرتے تھے۔ جب سے انھوں نے دار العلوم محبوبِ سبحانی کے صدر المدرسین کا عہدہ سنبھالا ہے، اس وقت سے دار العلوم کا تعلیمی معیار اور بلند ہوا ہے اور طلبہ کے درمیان تصنیفی و تالیفی ماحول بھی انھوں نے قائم کیا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ عزوجل ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے، ان کے علمی فیضان کو عام فرمائے اور انھیں صحت و سلامتی کے ساتھ مزید علمی کارناموں کی توفیق عطا فرمائے! آمین۔

محمد نسیم مصباحی

خادم التدریس والافتاء، جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

۱۷ر جمادی الآخرہ ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۰ر جنوری ۲۰۲۳ء

تاثرِ گرامی

اَمجد الاماجد حضرت علامہ ومولانا **محمد امجد علی** قادری مصباحی حفظہ اللہ تعالیٰ

شیخ الحدیث دار العلوم محبوبِ سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

❁ ابھی کل قبلِ مغرب حضرت علامہ حافظ وقاری **سید محمد اکرام الحق** صاحب قادری مصباحی، زید مجدہ، صدر المدرسین دار العلوم محبوبِ سبحانی کرلا ممبئی نے حکم فرمایا کہ ان کی زیرِ ترتیب نئی کتاب ”**راویانِ بخاری کے مختصر حالات**“ پر کچھ لکھ دوں؛ لہذا یہ چند جملے حاضرِ خدمت ہیں۔

❁ صحابہ وتابعین کے یہ مختصر؛ مگر جامع حالات، مختلف رنگارنگ اور خوش بودار پھول تھے، جو حضور شارحِ بخاری، فقیہِ اسلام حضرت **علامہ مفتی شریف الحق** صاحب امجدی علیہ الرحمہ کی مایۂ ناز تصنیف ”**نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری**“ کے اوراق پر اس طرح مہک رہے تھے کہ ان کی عمدہ خوش بو سے دنیا بھر کے اردو داں حضرات محظوظ ہو رہے تھے؛ لیکن حضرتِ ممدوح نے ان بکھرے پھولوں کو ایک گلدستے میں جمع فرما کر ”تشریح وتوضیح اور تکمیل وتہذیب“ کے ذریعے ان کی عطر بیزی کو مزید بڑھا دیا ہے۔

❁ ماشاء اللہ سید صاحب کا قلم بڑا رواں دواں ہے، ان کے نوکِ قلم سے متعدد کتابیں

معرضِ وجود میں آکر، مقبولِ عوام وخواص ہو چکی ہیں، خاص کر آپ کا ترتیب دیا ہوا ”سجانی دینی نصاب، پانچ حصے“ ممبئ اور دیگر شہروں کے کئی مکاتب میں، بالخصوص محبوبِ سجانی سینٹر میں نئی جان وروح پھونک چکا ہے۔ اِس سنٹر میں اس وقت اسکولز اور کالجز کے تقریباً ایک ہزار طلبہ وطالبات مختلف نشستوں میں دینی ضروری اور اہم باتیں سیکھ کر اپنے ایمان و عقائد اور اخلاق واعمال کی اصلاح کر رہے ہیں۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

میری دعا ہے کہ ربِّ قدیر حضرتِ ممدوح وموصوف کے قلم کو یوں ہی رواں دواں رکھے، ان کی خدماتِ دینیہ کو قبول فرمائے اور ہمیں بھی تا دمِ حیات دینی خدمات کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے! آمین۔

محمد امجد علی مصباحی مرادآبادی

دار العلوم محبوبِ سجانی کرلا ویسٹ ممبئ

۹۳۲۴۰۲۴۵۷۰

۱۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۴۴ھ

۸/ جنوری ۲۰۲۳ء

پیشِ لفظ

عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل حضرت علامہ مفتی محمد فیروز خان صاحب علیمی مصباحی دام ظلہ

استاذ دار العلوم محبوب سبحانی کرلا ممبئی

نائب حضور مفتیِ اعظم ہند حضرت علامہ **مفتی شریف الحق صاحب امجدی** علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف **"نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری"** وہ لاجواب کتاب ہے، جس نے برِّ صغیر میں جماعتِ اہل سنت کی جانب سے کفارہ بھی ادا کیا اور بد مذہبوں کے قدیم و جدید شارحینِ حدیث کے ذریعے پھیلائی گئی حدیث کی غلط ترجمانی، مفہوم بیانی، ایمان سوز تشریحات اور باطل عقائد ونظریات کی تشریحات کا کامیاب تعاقب اور زبردست رد بھی کیا، جس کے تازیانے آج بھی باطل عقائد ونظریات کے حامل منتحلینِ حدیث کے سروں پر برس رہے ہیں اور تا قیامت برستے رہیں گے۔ (ان شاء اللہ)

اس میں شارح بخاری علیہ الرحمہ نے بخاری شریف میں موجود محدثینِ صحابہ وتابعین کا نہایت مختصر اور جامع تذکرہ فرمایا ہے۔ جو علما، طلبا، مدرسین ومصنفین، محررین ومقررین اور عوام وخواص ہر ایک کے لیے یکساں مفید ہے۔ یہ تذکرہ نہ صرف یہ کہ علما وطلبا کے لیے عظیم دستاویز، مدرسین ومصفین کے لیے بہترین ماخذ اور محررین ومقررین کے لیے قابلِ اعتماد مواد ہے؛ بلکہ عوام اہلِ سنت کے لیے صحابہ وتابعین کی دینی خدمات اور ان کی

مختلف النوع حیات وصفات کا نہایت خوب صورت ودل نشین باغ بھی ہے۔

ضرورت تھی کہ اِفادۂ عام کے لیے ان کی سیرتِ پاک یک جا کی جاے اور عوام الناس کو ان مقدس شخصیات سے روسناش کرایا جائے۔ یہ کام جتنا مفید وکار آمد ہے، مشکل بھی اتنا ہی ہے؛ مگر عالی ہمت اور بہادر لوگ مشکلات اور خطرات سے گھبراتے اور ڈرتے نہیں ہیں؛ بلکہ انھیں زیر کرنے اور آسان کرنے کی سعیِ مشکور میں لگے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک قاریِ قرآن کو ایک آیتِ کریمہ تلاش کرنے میں آدھا/ پون گھنٹہ صرف ہو جاتا ہے، پھر بھی بسا اوقات وہ کامیاب نہیں ہو پاتا ہے اور یہاں حال یہ ہے کہ نزہۃ القاری کی ۹/ ضخیم جلدوں میں صحابہ وتابعین کے احوال پوشیدہ تھے۔ انھیں تلاش کرنا، مکررات کا خیال رکھ کر ان کے مفید اور اور منتشر احوال کو مرتب کرنا اور انھیں عوام وخواص کے لیے مفید بنانا کوئی آسان کام نہیں تھا؛ مگر بقولِ شاعر

مشکلے نیست کہ آساں نشود مرد را باید کہ ہراساں نشود

❁ دار العلوم محبوبِ سبحانی کے صدر المدرسین خاتم الخلفا حضرت علامہ حافظ وقاری سید **محمد اکرام الحق** صاحب قادری مصباحی اُنھی مردانِ جفا کش لوگوں میں سے ہیں، جنھیں مشکلات کو آسان کرنے کا ہنر آتا ہے۔ غالباً شوال میں حضرتِ موصوف نے ذکر کیا تھا کہ ”نزھۃ القاری“ پر اس نہج سے کام ہونا چاہیے۔ بات آئی گئی اور ختم ہو گئی۔ پھر حضرت نے ربیع الاول شریف کے آخر میں تذکرہ کیا اور پھر اپنی متعدد مصروفیات کے باوجود، خود ہی جمادی الاولیٰ کے آخری عشرے میں ترتیب کا کام شروع کر دیا اور جمادی الآخرہ کے اوائل میں اس کام کے تکمیل کی دھمک محسوس ہونے لگی۔

حضرتِ ممدوح کی کدو کاوش کی تفصیل کچھ اس طرح کی ہے :

(۱) نسب نامے کی تکمیل :

نزہۃ القاری میں حضور شارحِ بخاری علیہ الرحمہ نے جن حضرات کا صرف نام ذکر کیا تھا، فاضلِ مرتب نے ان کا مکمل نسب نامہ بیان کر دیا ہے۔

(۲) نام، کنیت اور لقب کی تعیین :

کچھ راوی اپنی کنیت سے مشہور ہیں اور روایت بھی کنیت ہی کے ساتھ لی گئی ہے، تو حضرت نے ان کے اسماء اور القاب کی وضاحت و تعیین کر دی ہے، نیز جن کا لقب مشہور تھا اور لقب ہی کے ساتھ روایت لی گئی ہے تو ان کے نام اور کنیت کی بھی توضیح کر دی ہے۔ یوں ہی صرف نام والے راویوں کی کنیت اور لقب کو بیان کر دیا ہے؛ تا کہ کسی دوسرے راوی سے التباس نہ ہو۔

(۳) تسہیل و تفہیم:

چوں کہ عوامِ اہلِ سنت کی اکثریت گاڑھی اردو سے نا آشنا ہوتی ہے ، اس لیے مشکل الفاظ اور مشکل جملوں کی توضیح کے لیے عام فہم الفاظ اور جملوں کا اضافہ کیا ہے۔

(۴) تعظیمی کلمات کا اضافہ:

نزھۃ القاری کے زیادہ تر مقامات پر تعظیمی اور دعائیہ کلمات مذکور نہیں ہیں، موصوف نے اس کتاب میں انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ حسبِ مراتب ان کلمات کا اضافہ کر دیا ہے۔

(۵) سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ :

جو جملے اور کلمات فہمِ مراد میں مخل تھے، حسبِ مقام ان سے پہلے یا ان کے بعد میں کچھ جملے یا کلمے بڑھا دیے ہیں؛ لیکن اس بات کا بھرپور خیال رکھا ہے کہ جملوں کی سلاست اور روانی میں فرق نہ آئے۔

(۶) تکمیل:

جو واقعات اشارتاً مذکور تھے، یا محتاجِ تکمیل تھے، ان کی تکمیل کر دی ہے، اِسی طرح جہاں کہیں استدلالاً آیات یا احادیث کا کوئی مختصر جز مذکور تھا، اسے بھی تکمیل آشنا کر دیا ہے۔ آیات و احادیث کے حوالے بھی لکھ دئے ہیں، اسی طرح اِعراب کا بھی التزام کیا ہے؛ تا کہ عوام اہلِ سنت کو دشواری نہ ہو۔

(۸) کلمۂ تسبیح کا اضافہ:

حضرتِ مرتب نے کہیں کہیں جملوں یا واقعات کی تکمیل پر کلمۂ تسبیح ''سبحان اللہ'' کا اضافہ کر دیا ہے۔ دورانِ مطالعہ جب آپ ان مقامات پر آئیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ یہ آپ ہی دل کی آواز ہے، جس نے حروف کی شکل اختیار کر لی ہے۔

(۹) قوسین رہلالین کا التزام:

ممدوح نے حضور شارحِ بخاری علیہ الرحمہ کے اصل جملوں یا کلمات یا ان کے معانی و مفاہیم میں تغیر و تبدل کی کسی طرح کی کوئی جسارت نہیں کی ہے؛ بلکہ مذکورہ تمام امور کو ''( )'' قوسین اور ھلالین کے درمیان رکھا ہے، تا کہ اصل اور فرع کا امتیاز برقرار رہے۔

(۱۰) مراتب کی رعایت:

۞ موصوف نے صحابہ اور تابعین کی ترتیبِ جدید میں ان کے مراتب کا بھی لحاظ رکھا ہے۔ مثلاً پہلے خلفاے راشدین پھر مابقی عشرۂ مبشرہ، ان کے بعد بدری صحابۂ کرام، پھر اہلِ بیتِ اطہار کی سیرت کے جلووں کو صفحۂ قرطاس پر سجایا ہے۔ ان کے بعد بابقی صحابۂ کرام کو اور سب سے آخر میں تابعینِ عظام کو رکھا ہے۔

(۱۱) جدید اردو رسم الخط کی رعایت:

۞ نزہۃ القاری کے کاتبوں نے علی العموم قدیم اردو رسم الخط کے طرز پر کتابت کی تھی، کتابت کی متعدد غلطیاں اس پر مستزاد تھیں۔ ان کتاب میں دونوں کی حتی المقدور اصلاح کر دی گئی ہے۔

۞ مذکورہ امور کی تکمیل کے لیے کتنی دقتِ نظری اور وسعتِ علمی کی ضرورت ہے اور کتنی ذہن سوزی کرنی پڑی ہوگی اس کا احساس انھی حضرات کو ہو سکے گا جو میدانِ تحقیق و تصنیف کے شہسوار ہیں۔ راقم کو اس گلدستے میں صرف اتنی ذمی داری دی گئی کہ، از ابتدا تا انتہا ہر ایک راوی کے احوال و کوائف کو نزہۃ القاری سے منطبق کروں اور جن حضرات کے احوال چھوٹ گئے ہوں ان کی تعیین کر دوں۔

۞ لہٰذا ہم نے جہاں حذف و اضافہ اور اصلاح و ترمیم کی ضرورت محسوس کی وہاں کر دیا اور جو حضرات رہ گئے تھے ان کی طرف رہنمائی کر دی۔ قلتِ وقت اور قلتِ وسائل کی وجہ سے بعد میں کچھ حضرات کا اضافہ تو کیا گیا؛ مگر پھر بھی کچھ حضرات رہ گئے۔ ان شاء اللہ عز وجل اگلے ایڈیشن میں تلافی مافات کر لی جائے گی۔

۞ دعا گو ہوں کہ اللہ عز وجل مصنف، مرتب، مصحح اور ناشر سب کو جزاے جزیل عطا

فرمائے، بالخصوص طلبۂ محبوبِ سبحانی اور بالاخص اراکینِ بزمِ فیضانِ رضا کو دارین کی سرفرازیاں عطا فرمائے۔آمین!

محمد فیروز خان علیمی مصباحی عفی عنہ

استاذ ادارہ ہٰذا۔

۱۶؍جمادیٰ الآخرہ ۱۴۴۴ھ

۹؍جنوری ۲۰۲۳ء بروز پیر

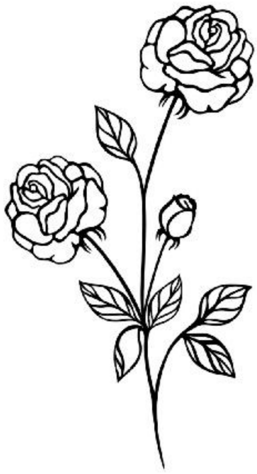

حضور شارح بخاری ❁❁ حیات وخدمات

محمد راشق حسین سبحانی، جماعتِ فضیلت
متعلم دار العلوم محبوبِ سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی

❁ ''طیبۃ العلما'' قصبہ گھوسی (ضلع، مئو، یوپی) علم وفن کا ایسا عظیم مرکز ہے، جس کی آغوش میں فکر وفن اور علم وفضل کی ایسی بے شمار قد آور اور باوقار شخصیتیں جلوہ گر ہوئیں جن کی علمی ضیا پاشیوں سے آج بھی دنیائے علم وادب روشن وتابناک ہے اور جن کے چشمۂ فیض سے ہزاروں تشنگانِ علوم وفنون سیراب ہورہے ہیں۔ ان ہی باکمال شخصیات میں فقیہِ اعظمِ ہند، شارحِ بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کا اسمِ گرامی بھی سرفہرست ہے۔ آپ علم وحکمت کے بحرِ بے کراں اور اخلاص ووفا کے پیکرِ جمیل تھے۔ آپ کی ذات گوناگوں خصوصیات وکمالات سے آراستہ تھی۔

ولادت ونسب نامہ:

❁ علم وفضل کا یہ نیّرِ تاباں اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ ۱۱؍شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ، مطابق ۲۰؍اپریل ۱۹۲۱ء کو مرکز علم وفن ''طیبۃ العلما''، قصبہ گھوسی ضلع مئو کے محلہ کریم الدین پور میں ضوفگن ہوا۔

❁ آپ کا سلسلۂ نسب کچھ یوں ہے: ''مفتی شریف الحق امجدی بن عبد الصمد بن ثناء اللہ بن لعل محمد بن مولانا خیر الدین اعظمی''

ابتدائی تعلیم :

آپ نے ابتدائی تعلیم، ناظرۂ قرآنِ مقدس تک مقامی مکتب میں مکمل کی، اور برادرِ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ حضرت مولانا حکیم احمد علی صاحب سے گلستان و بوستان کا درس لیا۔

اعلیٰ تعلیم:

گلستان و بوستاں پڑھنے کے بعد آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا رخ کیا اور حضور صدر الشریعہ کے ہمراہ جا کر ۱۰ ر شوال المکرم ۱۳۵۳ھ، مطابق ۱۹۳۴ء کو جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لیا اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے زیرِ سایہ رہ کر فارسی کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ صدرا، حمد اللہ، ہدایہ اور ترمذی شریف وغیرہ پڑھیں۔ اس کے بعد کچھ وجوہات کی بنا پر آپ جامعہ اشرفیہ چھوڑ کر مدرسہ اسلامیہ عربیہ ''اندر کوٹ میرٹھ'' چلے آئے۔ یہاں آپ نے صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ سے حاشیہ ''عبد الغفور، شمس بازغہ'' اور علامہ غلام یزدانی اعظمی علیہ الرحمہ سے ''خیالی اور قاضی خان'' جیسی اہم کتابوں کا درس لیا۔

فراغت:

پھر ۱۳۶۱ھ، مطابق ۱۹۴۲ء میں دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف آپ کی نگاہِ التفات کا مرکز بنا۔ یہاں پہنچ کر آپ نے محدثِ اعظمِ پاکستان ابو الفضل علامہ سردار احمد علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں زانوے تلمذ طے کرتے ہوئے صحاح ستہ حرفاً حرفاً پڑھ کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور ۱۵ ر شعبان المعظم ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء کو صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی اور حضور مفتیِ اعظمِ ہند (علیہم الرحمہ) جیسے جید

اور مایۂ ناز علمائے اہل سنت کے مقدس ہاتھوں سے دستارِ فضیلت اور سندِ فراغت سے نوازے گئے۔

فتوی نویسی:

درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے پاس ایک سال سے کچھ زائد اور بارگاہِ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ میں رہ کر گیارہ سال تک فتویٰ نویسی کی مشق کی۔

آپ کے اساتذۂ کرام:

حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خان، حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، حضور صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، حضور حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مرادآبادی، حضرت علامہ غلام یزدانی اعظمی، حضور محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد، برادر صدر الشریعہ حضرت علامہ حکیم احمد علی اعظمی، حضرت علامہ سلیمان بھاگلپوری، حضرت قاری عثمان اعظمی (علیہم الرحمہ) جیسی نابغۂ روزگار شخصیات سے آپ نے اکتسابِ علم کیا۔

تدریسی خدمات :

آپ نے ہندوستان کے متعدد مشہور و معروف مدارس و جامعات میں تقریباً ۳۵ سال تک کمالِ مہارت کے ساتھ تدریسی خدمات انجام دیں اور مختلف علوم وفنون کی مشکل ترین کتابیں پڑھا کر علمی دنیا میں اپنی استعداد وصلاحیت کا لوہا منوایا۔ سالہا سال تک درس حدیث بھی دیا۔ آپ کے حلقۂ درس سے تشنگانِ علم وفن کا ایک جمِ غفیر سیراب ہوا اور آج

بھی آپ کے علمی فیضان سے گلستانِ علم وفن سرسبز وشاداب ہے۔

جامعہ اشرفیہ میں آمد :

ایک طویل مدت تک طالبانِ علومِ نبویہ کی علمی پیاس بجھا کر بالآخر آپ نے مسندِ درس وتدریس کو خیرباد کہہ دیا اور جامعہ اشرفیہ کے شعبۂ افتا کی صدارت پر جلوہ افروز ہو کر تادمِ حیات خدمتِ خلق کے لیے فتویٰ نویسی کا کام انجام دیا۔فتویٰ نویسی آپ کا خاص مشغلہ تھا ،فقہی جزئیات پر آپ کی بڑی گہری نظر تھی ،کثرتِ مطالعہ، جدید مسائل کے استنباط و استخراج، زورِ استدلال، دقتِ نظر اور حسنِ بیان میں آپ یکتائے روزگار تھے۔آپ کی فقہی بصیرت کو مدنظر رکھتے ہوئے علمائے اہل سنت نے ’’فقیہ اعظمِ ہند‘‘ کے لقب سے نوازا اور مشائخِ مارہرہ مطہرہ نے آپ کو اپنا مفتی تسلیم کیا اور ’’برکاتی مفتی‘‘ کے خطاب سے سرفراز فرمایا ۔آپ نے پچاس ہزار سے زائد فتاویٰ تحریر فرمائے۔آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ بنام ’’فتاویٰ شارح بخاری‘‘ چھپ کر اربابِ علم ودانش سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔

میدانِ مناظرہ:

اللہ تعالیٰ نے حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ کثیر الجہات شخصیت کے مالک تھے۔آپ ماہر معلم و مدرس، عظیم فقیہ اور زبردست محقق و مدبر ہونے کے ساتھ ساتھ بے مثال مُناظِر بھی تھے۔زمانۂ طالبِ علمی ہی سے آپ بدمذہبوں سے مناظرہ کرنے لگے تھے۔ ہندوستان کے بیشتر مقامات پر آپ نے قادیانیوں، مودودیوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں سے مناظرے کیے اور ہر میدان میں انھیں شکستِ فاش دے کر عوام اہلِ سنت کو ان کے دامِ مکر وفریب سے محفوظ فرمایا۔

بیعت وخلافت:

آپ کو حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے بیعت و ارادت کا شرف حاصل ہے۔ اسی مناسبت سے آپ اپنے نام کے آگے "امجدی" لکھتے تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند، حضور احسن العلما سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی اور خود حضور صدر الشریعہ (علیہم الرحمہ) نے بھی آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا تھا۔ ان کے علاوہ بہت سے علما و مشائخ نے سلاسلِ قرآن وحدیث اور متعدد اوراد ووظائف کی اجازت سے سرفراز فرمایا تھا۔

چند مشاہیر تلامذہ :

(۱) خواجۂ علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین علیہ الرحمہ (۲) خیر الاذکیاء حضرت علامہ محمد احمد صاحب مصباحی (۳) حضرت علامہ قاضی عبد الرحیم صاحب بستوی علیہ الرحمہ (۴) حضرت علامہ غلام ربانی فائق اعظمی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دار العلوم محبوب سبحانی کرلا ممبئی (۵) حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ (۶) محققِ مسائلِ جدیدہ حضرت مفتی نظام الدین صاحب مصباحی (۷) حضرت علامہ مفتی بدر عالم صاحب مصباحی (۸) حضرت علامہ مفتی نسیم احمد صاحب مصباحی (۹) حضرت علامہ مفتی عبد الحق صاحب مصباحی وغیرہم۔ دامت فیوضہم القدسیہ

چند مشاہیر خلفاء:

(۱) حضرت علامہ عبد الحکیم اختر شاہ جہاں پوری علیہ الرحمہ (۲) مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت مفتی مجیب اشرف ناگپوری علیہ الرحمہ (۳) حضرت علامہ مفتی بدر عالم

صاحب مصباحی (۴) حضرت علامہ مفتی عبدالحق صاحب مصباحی گونڈوی (۵) حضرت علامہ ومولانا ولی اللہ صاحب شریفی چیمبور ممبئی۔

تصیفات وتالیفات :

آپ کہنہ مشق قلم کار اور زبردست مصنف بھی تھے۔قلم وقرطاس سے آپ کا خاص تعلق تھا۔آپ کے نوکِ قلم سے پھوٹنے والی خوشبو سے آج بھی دنیائے علم وادب معطر ہے۔ آپ نے متعدد موضوعات پر نہایت مدلل ومفصل مضامین ومقالات تحریر فرمائے جومختلف رسائل وجرائد میں چھپ کر مقبولِ عوام وخواص ہوئے۔آپ کے رشحاتِ قلم سے معرضِ وجود میں آنے والی کتابوں کے اسمایہ ہیں:

(۱) تحقیقات (۲) اشکِ رواں (۳) السراج الکامل (۴) اسلام اور چاند کا سفر (۵) اشرف السیر (۶) اثباتِ ایصالِ ثواب (۷) سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ (۸) مقالاتِ امجدی (۹) فتنوں کی سرزمین کون نجد یا عراق؟ (۱۰) نزہتہ القاری شرح بخاری (۹ جلدیں)۔

سفرِ حج وعمرہ:

آپ نے دو حج اور دو عمرے کرنے کا شرف حاصل کیا۔ پہلا حج ۱۹۸۵ء۔دوسرا حج ۱۹۹۸ء۔ پہلا عمرہ ۱۹۹۴ء۔دوسرا عمرہ ۱۹۹۸ء۔

خطابات واعزازات :

(۱) رضا اکیڈمی ممبئی کی جانب سے ۱۹۹۸ء میں ''امام احمد رضا ایوارڈ'' دیا گیا۔

(۲) اکتوبر ۱۹۹۹ء میں ''عرسِ قاسمی'' کے موقع پر خانقاہِ برکاتیہ کے صاحبِ سجادہ حضرت امینِ ملت سید امین میاں برکاتی حفظہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''فقیہ اعظمِ ہند'' کا خطاب دیا۔

(۳) آپ کی حیات ہی میں آپ کی گراں قدر خدمات کے اعتراف میں ایک عظیم الشان سیمینار کا انعقاد ہوا، اسی سیمینار میں آپ کی حیات وخدمات پر مشتمل کتاب ''شارح بخاری'' (مصنفہ: علامہ یٰسین اختر مصباحی حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ) کی اشاعت بھی عمل میں آئی

(۴) جنوری ۲۰۰۰ء میں رضا اکیڈمی کی طرف سے ''جشن شارح بخاری'' منایا گیا اور آپ کو چاندی سے تولا گیا؛ مگر اس مردِ خدا نے اس چاندی کی دو تہائی قیمت الجامعۃ الاشرفیہ کو اور ایک تہائی قیمت رضا اکیڈمی کے لیے وقف فرمادی۔

وصال:

۶ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱ مئی ۲۰۰۰ء بروزِ جمعرات، بوقتِ صبح آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی اور اس طرح علم وفن کا یہ درخشاں ستارہ ہمیشہ کے لیے نظروں سے اوجھل ہوگیا (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ نمازِ جنازہ حضور سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مارہروی (علیہ الرحمہ) نے پڑھائی۔ آپ کا مزارِ مبارک، قصبہ گھوسی ضلع مئو میں مرجع خلائق ہے۔

تقدیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ممبئ عظمیٰ (صوبۂ مہاراشٹر، ہند) میں دارالعلوم محبوبِ سبحانی، مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی صحیح ترجمانی کرنے والا ایسا معروف ادارہ ہے، جو اپنے مستحکم نظامِ تربیت، بلند معیارِ تدریس اور عصرِ جدید سے ہم آہنگ نصابِ تعلیم کی بنیاد پر اپنی الگ شناخت رکھتا ہے۔

کوئی ۴۵ ربرس قبل، فاضلِ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، تلمیذِ حضور حافظِ ملت، حضرت علامہ مفتی شاہ عبدالرحیم صاحب قبلہ ساحلؔ مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۲۷ رمئی ۲۰۰۵ء) نے سرزمینِ کرلا ویسٹ ممبئ میں بالکل لبِ روڈ اس ادارے کی بنیاد ڈال کر تعلیم وتدریس کا آغاز فرمایا تھا۔ شروع ہی سے یہ ادارہ معیاری تعلیم اور عمدہ نظم و نسق کے سبب عوام وخواص کے مابین متعارف رہا، اور اب چار دہائیاں گزر جانے کے بعد، اِس کا علمی، تعلیمی، تربیتی، تبلیغی اور اشاعتی منہج اِس قدر منظم، مستحکم اور پائے دار ہو چکا ہے کہ پورے ملک میں اِسے ایک کامیاب ادارے کی شکل میں دیکھا جا رہا ہے۔ اگر اِس کے اراکین و منتظمین کی مساعیِ جمیلہ اور اساتذہ و مدرسین کی پیہم کاوشیں یوں ہی جاری رہیں تو مستقبل قریب میں یہ ادارہ ایک عظیم الشان جامعہ بن کر اُبھرے گا۔ ان شاء اللہ تبارك و تعالیٰ۔

ویسے تو یہ ادارہ صوبۂ مہاراشٹر میں کسی تعارف و تذکرے کا محتاج نہیں؛ مگر چوں کہ آج سائنس و ٹکنالوجی کی ترقی نے پوری دنیا کو ایک شہر، بلکہ ایک چھوٹے سے محلے میں تبدیل کر دیا ہے اور انٹرنیٹ کے اِس زمانے میں، نیٹ پر دستیاب کتابوں کا مطالعہ کسی بھی ملک و شہر سے کیا جا سکتا ہے۔ اِس لیے پوری دنیا کے علمی حلقوں میں متعارف و مانوس کرانے کے لیے ادارہ اور اِس کے متحرک و فعال طلبہ کی انجمن ''بزمِ فیضانِ رضا'' کا مختصراً تعارف کر دینا مناسب معلوم ہو رہا ہے۔

دارالعلوم محبوبِ سبحانی، ممبئی، مہاراشٹر، ہند:

۞ ایک صحیح اندازے کے مطابق ۱۹۴۹ء کے آس پاس چند دین دار حضرات نے ایک مسجد کا سنگِ بنیاد رکھ کر سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سے اسے ”محبوبِ سبحانی مسجد“ کے نام سے موسوم کیا۔ تلاشِ بسیار کے باوجود یقین سے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کن سعادت مندوں کے ہاتھوں اِس کی تعمیر عمل میں آئی تھی۔ ۱۹۴۹ء سے ۱۹۷۶ء تک اِسی مسجد کے احاطے میں اہلِ محلہ کے نونہالوں کے لیے دینیات و ناظرہ کی تعلیم ہوتی رہی۔ ۱۹۷۶ء کے اواخر میں اِس خطے کا اقبال بلند ہوا اور بفضلہٖ تعالیٰ، پروردۂ حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ، زاہدِ بے ریا، عمدۃ الأصفیا، زبدۃ الأتقیا حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم صاحب قبلہ ساحلؔ مصباحی —رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ— کی آمد سے اِس کی رونقِ ظاہری و باطنی دوبالا ہوئی۔ حضورِ والا مرتبت کی اَن تھک کوششوں کا ثمرہ یوں برآمد ہوا کہ ۱۹۷۷ء ہی سے حفظ و درسِ نظامی کی تعلیم کا باضابطہ آغاز ہوگیا اور ۱۹۹۵ء تک مسجد ہی کی عمارت میں یہ سلسلۂ تعلیم جاری رہا۔

۞ ۱۹۹۵ء تک حضرتِ موصوف اپنی مخلصانہ و داعیانہ کوششوں کی بدولت اراکین و منتظمین کے دلوں کو دین و مذہب کی خدمت کے جذبۂ صادق سے لبریز کر چکے تھے، چناں چہ حضرتِ ممدوح کی تحریک پر آپ ہی کی سرپرستی میں اربابِ حل وعقد نے ادارے کی تعمیرِ نو کا منصوبہ بنایا، سرمایہ جمع کیا اور خانوادۂ مارہرہ کے عظیم روحانی پیشوا، حضور احسن العلما رحمۃ اللہ علیہ سے سنگِ بنیاد رکھنے کی التجا کی۔ حضور اپنی علالت کے سبب خود تو نہ آسکے؛ لیکن اپنے شہزادے حضرت سید محمد اشرف میاں مارہروی مدظلہ العالی کو سنگِ بنیاد کے لیے ایک اینٹ دے کر بھیجا، اور اِس طرح سے حضرت سید محمد اشرف صاحب دام ظلہ اور پیرِ طریقت حضرت علامہ سید کمیل اشرف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک ہاتھوں سے ادارے کی تعمیرِ نو کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور چار منزلہ نہایت مضبوط، شان دار، زلزلہ پروف، سنگ مرمر سے مرصع بہت خوب صورت عمارت کی تعمیر عمل میں آئی۔ ساتھ ہی مسجد سے بالکل متصل ”زبیدہ“ نامی ایک وسیع و عریض تین منزلہ ہوٹل خرید کر ادارے کے نام وقف کیا گیا۔ تادمِ

تحریر انھی دونوں عمارتوں میں ادارے کی تعلیمی سرگرمیوں کا سلسلہ جاری ہے۔

اِس برقی دور میں سائنسی علوم وفنون کی اہمیت وافادیت سے کسی بھی صاحب عقل کو انکار نہیں ہوسکتا، پھر طلبۂ اسلام کو کامیاب داعی بنانے کے لیے جدید آلاتِ تبلیغ سے لیس کرنا اور اُن میں دینی وعصری علوم کا امتزاج پیدا کرنے کے لیے ٹیکنیکل کورسز کے ادارے اور انسٹی ٹیوٹس قائم کرنا بھی انتہائی ضروری ہے؛ اِس لیے طالبانِ علوم شرعیہ کے لیے بالخصوص اور مسلمانانِ اہلِ سنت کے بچوں کے لیے بالعموم ''ٹیکنکل اور میڈکل کالجز'' نیز قوم کو فنِّ تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے والی معلمات ومبلغات عطا کرنے کے لیے ایک بڑے ''كلية البنات'' (گرلس کالج) کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس ہوئی؛ لیکن اِن اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لیے اِس کی موجودہ عمارت کافی تنگ ثابت ہورہی ہے اور تشنگاہِ علوم نبویہ کی کثرت وہجوم نے بھی اِسے ناکافی بنادیا ہے۔

اِس لیے کرلا ممبئی سے تقریباً ۷۰ کلو میٹر دور بیرونی شہر مہاپولی، بھیونڈی میں تقریباً آٹھ ایکڑ (چالیس بیگھا) پر مشتمل نہایت وسیع وعریض ہموار زمین کی خریداری چند سال قبل عمل میں آچکی ہے۔ اگر اہلِ ثروت حضرات نے توجہ مبذول فرمائی تو جلد ہی تعمیری کام کا آغاز ہوگا اور اِس کی فلک بوس اور پرشکوہ عمارتیں دیکھ کر اہلِ باطل کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، إن شاء الله تبارك وتعالیٰ۔

موجودہ اراکین ومنتظمین میں یہ حضرات اہم ہیں:

[۱] الحاج جناب محمد عارف نسیم خان صاحب قبلہ (صدرِ اعلیٰ)۔

[۲] الحاج جناب محمد یعقوب خان صاحب قبلہ برکاتی (نائب صدر)۔

[۳] الحاج جناب کلیم اللہ صاحب قبلہ نظامی (سیکریٹری)۔

[۴] الحاج جناب عنایت اللہ صاحب قبلہ برکاتی (خزانچی)۔

[۵] الحاج جناب اظہار الحسن صاحب قبلہ (نائب سیکریٹری)۔

اساتذۂ کرام شعبۂ درسِ نظامی :

[۱] راقم الحروف سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی : صدر المدرسین۔

[۲] حضرت علامہ محمد امجد علی صاحب قبلہ مصباحی : شیخ الحدیث۔

[۳] حضرت علامہ مفتی سید محمد شاکر صاحب سیفی مصباحی : مفتیِ ادارہ۔

[۴] حضرت علامہ محمد شمیم صاحب مصباحی : نائب شیخ الحدیث۔

[۵] حضرت علامہ مفتی محمد وسیم صاحب مصباحی : استاذ و نائب مفتی۔

[۶] حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب امجدی : استاذ درسِ نظامی۔

[۷] حضرت علامہ محمد رضا صاحب قادری علیمی ازہری : استاذ درسِ نظامی۔

[۸] حضرت علامہ محمد فیروز احمد صاحب قادری مصباحی : استاذ و نائب مفتی۔

[۹] حضرت علامہ بشیر اسلم صاحب قبلہ سبحانی : استاذ درسِ نظامی۔

[۱۰] حضرت علامہ ذوالفقار علی صاحب قبلہ برکاتی سبحانی : استاذ درسِ نظامی۔

[۱۱] حضرت علامہ مفتی محمد طاہر حسین صاحب مصباحی : استاذ درسِ نظامی۔

[۱۲] حضرت علامہ ضیاء الدین صاحب مصباحی ۔نگراں و استاذ درس نظامی۔

[۱۳] حضرت علامہ ماسٹر عالم گیر صاحب مصباحی ۔استاذ انگلش۔

[۱۴] حضرت مولانا منصور احمد صاحب ۔استاذ انگلش۔

[۱۵] حضرت علامہ رفیق صاحب سبحانی ۔استاذ کمپیوٹر۔

[۱۶] حضرت ماسٹر حسین صاحب ۔استاذ انگلش۔

اساتذۂ کرام شعبۂ تجوید و تحفیظ:

[۱] حضرت حافظ و قاری منور حسین صاحب : سابق ناظمِ اعلیٰ۔

[۲] حضرت مولانا قاری محمد مزمل حسین صاحب قبلہ : شیخ القراء۔

[۳] حضرت حافظ و قاری محمد حسیب الرضا صاحب ضیائی : استاذ شعبۂ حفظ و قراءت

[۴] حضرت مولانا حافظ و قاری غلام احمد رضا صاحب سبحانی : استاذ شعبۂ حفظ۔

[۵] حضرت حافظ و قاری سید محمد حسن صاحب قادری :استاذ شعبۂ حفظ۔

[۶] حضرت مولانا حافظ و قاری ارشاد احمد صاحب سبحانی :استاذ شعبۂ حفظ۔

[۷] حضرت حافظ و قاری ہارون صاحب مجیدی :استاد شعبۂ حفظ و قراءت۔

[۸] حضرت حافظ و قاری اسرار احمد صاحب حنفی :استاد شعبۂ حفظ۔

[۹] حضرت مولانا حافظ و قاری محمد کلیم احمد صاحب سبحانی :استاد شعبۂ حفظ۔

اساتذہ و معلمات شعبۂ دینیات :

[۱] حضرت مولانا حافظ و قاری محمد رفیق احمد صاحب سبحانی۔

[۲] حضرت مولانا حافظ و قاری معین الدین صاحب سبحانی۔

[۳] حضرت حافظ و قاری محمد شریف احمد صاحب سبحانی۔

[۴] حضرت مولانا قاری غلام غوث صاحب سبحانی۔

[۵] حضرت مولانا قاری شکیل احمد صاحب سبحانی۔

[۶] حضرت حافظ و قاری صدرِ عالَم صاحب سبحانی۔

[۷] حضرت مولانا حافظ و قاری رئیس احمد صاحب سبحانی۔

[۸] حضرت مولانا محمد خورشید رضا صاحب قبلہ سبحانی:

[۹] حضرت حافظ و قاری عبد المتین صاحب قادری۔

[۱۰] حضرت مولانا محمد عتیق اللہ صاحب قبلہ سبحانی۔

[۱۱] حضرت مولانا قاری محمد مختار احمد سبحانی۔

[۱۲] حضرت مولانا قاری محمد احمد صاحب سبحانی

[۱۳] حضرت مولانا قاری عبد المعید صاحب قادری۔

معلمات برائے طالبات

[۱] محترمہ عالمہ فاضلہ فرحانہ صاحبہ۔

[۲] محترمہ عالمہ فاضلہ علیم النساء صاحبہ۔

[۳] محترمہ عالمہ فاضلہ زینب صاحبہ۔

[۴] محترمہ عالمہ فاضلہ شبینہ صاحبہ۔

تعلیمی شعبے:

[۱] شعبۂ دینیات بالتجوید: تعدادِ طلبہ وطالبات سات سو سے زائد۔

[۲] تحفیظ بالحدر : تعدادِ طلبہ تقریباً پونے دوسَو۔

[۳] قراءت بروایتِ حفص : از طلبۂ ثانیہ تارابعہ لازم۔

[۴] مشق وترتیل : برائے طلبۂ حفظ، اعدادیہ اور اولیٰ لازم۔

[۵] قراءت بروایتِ سبعہ، برائے جماعتِ فضیلت۔

[۶] درسِ نظامی از اعدادیہ تا فضیلت : تعدادِ طلبہ تقریباً پونے تین سو۔

[۷] انگلش : از اعدادیہ تا فضیلت لازم۔

[۸] کمپیوٹر : از سادسہ تا فضیلت لازم۔

[۹] اسکول از کے۔جی تا ہائی اسکول۔

[۱۰] شعبۂ نشر واشاعت۔

[۱۱] شعبۂ تعلیمِ ہنر۔

❁ خلاصہ یہ کہ دارالعلوم محبوبِ سبحانی اپنی تعلیمی وتبلیغی سرگرمیوں کے باعث مہاراشٹر کی سرزمین پر ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔ سرکارِ غوثِ اعظم —رضی اللہ تعالیٰ عنہ— کے فیضانِ کرم اور مشائخِ کرام کی دعاؤں سے روز بروز ترقی کی طرف گامزن ہے۔ اِس کے تعلیمی وتعمیری، علمی وتحریری شعبے ہنوز ترقی پزیر ہیں۔ ادارے سے اب تک ڈیڑھ ہزار سے زائد طلبہ فارغ ہو کر ملک کے گوشے گوشے میں مسلکِ اہلِ سنت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہاں ازہرِ ہند "الجامعة الاشرفيه" مبارک پور، اعظم گڑھ کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے متعلمین "جامعہ اشرفیہ" و "جامعہ علیمیہ" وغیرہما ملک کے مایۂ ناز اداروں میں نہ صرف یہ کہ داخلہ لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں؛ بلکہ ششماہی و سالانہ امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے، فتح وکامرانی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے سندِ فراغت حاصل کرتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلك۔

بزمِ فیضانِ رضا:

دار العلوم محبوبِ سبحانی کے متحرک وفعال، حوصلہ منداور باذوق طلبہ کی انجمن کا نام "بزمِ فیضانِ رضا" ہے، یہ انجمن بانی ادارہ حضرت علامہ عبد الرحیم خان صاحب قبلہ -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کی سرپرستی میں ۱۹۸۳ء میں قائم ہوئی۔ یومِ قیام سے لے کر اب تک اِس بزم پر مجددِ اعظم امام احمد رضا خان -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کا فیضِ کرم ابرِ بارندہ بن کر برس رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ صبحِ قیامت تک برستا رہے گا۔

یہ بزم درحقیقت اِن شاہین صفت طلبہ کا ترویجی، اشاعتی، تربیتی اور تبلیغی ادارہ ہے، جس کا مقصد اگر ایک طرف مطبوعہ درسی وغیر درسی کتب ورسائل وجرائد کی ذخیرہ اندوزی ہے تو دوسری طرف یہ بھی ہے کہ دنیائے سنیت کے اربابِ فکرو دانش، سنجیدہ اسلوبِ بیان کے ماہر قلم کاروں بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی قلمی خدمات کو سلیس اندازِ بیان اور خوش اسلوبی سے مزین کر کے طباعت کے مرحلے سے گزار کر اُن کی اشاعت وترسیل کا منظم انتظام کیا جائے اور ملک کی اہم دانش گاہوں اور معروف لائبریریوں میں انھیں ارسال کیا جائے، نیز عوام وخواص میں اُنھیں تقسیم کیا جائے۔

یہ بزم بحمد اللہ تعالیٰ اپنے اغراض ومقاصد میں صد فی صد کامیاب وکامران ہے۔ ادارے کو کفیل نہ بناتے ہوئے اِس نے اپنے ذاتی فنڈ سے نہ صرف یہ کہ اپنی مستقل لائبریری قائم کر کے اُس میں لاکھوں روپے کی کتابیں مہیا کرائیں ہیں؛ بلکہ خطیر خرچ کر کے ایک بڑے ہال میں جملہ سہولیات سے لبریز ایک دیدہ زیب "حافظِ ملت دار المطالعہ" بھی قائم کیا ہے۔ اراکین بزم کی کارکردگی کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یومِ تاسیس سے لے کر اب تک یہ انجمن تقریباً ہر سال کوئی نہ کوئی اہم کتاب منتخب کر کے اپنے صرفۂ خاص سے اس کی ترسیل واشاعت کا بوجھ برداشت کرتی آئی ہے۔

اگست ۱۹۸۶ء مطابق ۱۴۰۶ھ میں بزم فیضانِ رضا نے پہلی کتاب "اظہار الحق الجلی" (مصنف: امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شائع کرا کر مفت تقسیم کرنے پر عوام وخواص سے دادِ تحسین وصول کی۔ اِس کتاب کی طباعت کے بعد اِس بزم

پر، فیضِ رضا کی ایسی برکھا برسی کہ اِس کی جانب سے علمی، تحقیقی، قیمتی اور معیاری کتب کی طباعت واشاعت کا سلسلہ آج تک جاری ہے اوران شاء اللہ تبارک وتعالیٰ کل بھی جاری رہے گا۔

بزمِ فیضانِ رضا سے اب تک درج ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

[۱] اظهار الحق الجلی : از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ۔

[۲] بر کات الامداد : از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ۔

[۳] میلاد مصطفی : از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ۔

[۴] سید المرسلین : از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ۔

[۵] گستاخِ رسول کی شرعی سزا: از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ۔

[۶] الحجۃ الفائحۃ : از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ۔

[۷] دس عقیدے: از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ۔

[۸] اکرامِ امام احمد رضا: از حضرت مفتی برہان الدین جبل پوری علیہ الرحمہ۔

[۹] کتاب التراویح : از غزالیِ دوراں علامہ سعید کاظمی، علیہ الرحمہ۔

[۱۰] فاضلِ بریلوی اور امورِ بدعت: از سید فاروق القادری صاحب۔

[۱۱] اندھیرے سے اجالے تک: از علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ۔

[۱۲] مسائل سبعہ : از مفتی رضوان الرحمٰن صاحب مالوی۔

[۱۳] مدارِ نجات : از مولانا رضوان احمد صاحب شریفی۔

[۱۴] رضا کوئیز بک : از پروفیسر حافظ شکیل پاکستان۔

[۱۵] دینِ حسن : از استاذِ زمن علامہ حسن رضا بریلوی علیہ الرحمہ۔

[۱۶] قیامت : از پروفیسر مسعود احمد صاحب علیہ الرحمہ۔

[۱۷] جشنِ بہاراں : از پروفیسر مسعود صاحب علیہ الرحمہ۔

[۱۸] عظمتِ نماز: از علامہ ساجد علی صاحب مصباحی۔

[۱۹] بولتی تصویریں : از ڈاکٹر جابر شمس صاحب مصباحی۔

[۲۰] ادلۂ ایمانیہ شرحِ قصیدۂ نعمانیہ :از سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی۔

[۲۱] تابناک موتی (اردو ترجمہ: الدرر السنیة فی الرد علی الوهابیه) از: سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی۔

[۲۲] عقائد ونظریات :از علامہ عبد الحکیم شرف القادری علیہ الرحمہ۔

[۲۳] حقیقتِ محمدی (اردو ترجمہ الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف) از :سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی۔

[۲۴] تجلیاتِ امام احمد رضا۔

[۲۵] داستانِ غم یعنی یادِ اختر ازہری (الیکٹرانک ایڈیشن): از مفتی فاروق خاں مہائمی مصباحی

[۲۶] امام احمد رضا اور تصوف: (الیکٹرانک ایڈیشن): از مفتی فاروق خاں مہائمی مصباحی

[۲۷] اجالوں کا سفر :از حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ۔

[۲۸] اشرف السیر :از شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ۔

[۲۹] مختصر سیرتِ شمس الضحیٰ :از سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی۔

یہ ۲۹ رکتابوں کی وہ فہرست ہے جو بزمِ فیضانِ رضا کی طرف سے شائع ہو کر مقبولِ عام ہو چکی ہیں۔ کتابوں کی طباعت واشاعت وتقسیم کے علاوہ بھی طلبہ کی دیگر سرگرمیاں ہیں، جو قابلِ تحسین بھی ہیں اور لائقِ تقلید بھی۔ اِن کی تعلیمی سرگرمیوں کا خاکہ ملاحظہ فرمائیں:

- دعوتی، فکری اور معلوماتی مضامین سے آراستہ پندرہ روزہ چار جداریے پابندی کے ساتھ منظرِ عام پر لانا۔ اُن کے نام حسب ذیل ہیں:
- (۱) المصباح :عربی (۲) خیابانِ حرم :فارسی (۳) پیغامِ ساحلِ ملت :اردو (۴) Edify of Sahil e Millat: انگلش

* اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ہفتہ واری چار بزموں کا انعقاد۔ یہ کیف آفریں اور روح پرور بزمیں درج ذیل خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں۔

[۱] بزموں کا انعقاد بروزِ پنج شنبہ از: صبح سوا دس سے ساڑھے بارہ تک، چار بڑے ہالوں میں ہوتا ہے۔

[۲] ہر بزم میں چار طلبہ کی خطابت، چار کی نعت خوانی اور چار کی قراءت ہوتی ہے۔ جب کہ چار چار طلبہ مختلف عناوین پر تین تین احادیثِ کریمہ اور دیے گئے مسائلِ فقہیہ حفظ کر کے باحوالہ پیش کر کے دادِ تحسین حاصل کرتے ہیں۔

* عقائد و معمولات اور احکامِ فقہیہ پر وقتاً فوقتاً کوئیز کونٹسٹ کرانا۔

* نعت و خطابت کی خصوصی مزاولت کے لیے طلبہ کے مابین مسابقۂ نعت و خطابت کرانا۔

* اپنے موقر اساتذۂ کرام کے زیرِ سایہ رہ کر ہر سال ایک عظیم الشان محفل بنام ''جشنِ امام احمد رضا'' منعقد کر کے، ملک کے مایۂ ناز علما اور خطبا کو بلا کر اُن کے مقدس ہاتھوں سے مطبوعہ کتاب کی رونمائی کرانا۔

* مطبوعہ کتاب کو مدارسِ اسلامیہ کی لائبریریوں، مشائخِ کرام اور ائمۂ مساجد کی بارگاہوں تک مفت پہنچانا۔

* تحفظِ ناموسِ رسالت، تشہیرِ مسلکِ اعلیٰ حضرت اور فکرِ امام احمد رضا کی اشاعت کے لیے ٹھوس و مضبوط اقدام کرتے رہنا۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر و ستائش ہے کہ طلبہ، بزم کی سرگرمیوں کے نتیجے میں سال بھر خرچ ہونے والی رقم کا انتظام و اہتمام خود ہی کرتے ہیں۔ سرمایہ کے بوجھ سے اراکین و منتظمین کی پشتوں کو گراں بار نہیں کرتے۔ اِس بزم پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے فیوض و برکات کی برکھا ایسی برس رہی ہے کہ اِنھیں قلتِ سرمایہ کی شکایت کبھی نہیں ہوتی، بلکہ ہر سال بزم کے جملہ اقدامات بحسن و خوبی پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں. فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

۞ طلبۂ کرام کی پیہم تگ و دو اور مسلسل کاوشیں اب بھی جاری ہیں اور آج بھی یہ نونہالانِ اسلام اپنے خونِ جگر سے ملکی سطح پر علمی و دینی گل بوٹے اگا رہے ہیں۔

اِس سال اِن فیروز بخت نوجوانوں کی جانب سے، ماضی قریب کے زبردست عالمِ دین و مفتی، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی ''**نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری**'' سے ماخوذ، سیرتِ صحابہ و تابعین کا قابلِ اعتماد گل دستہ، بنام ''**راویانِ بخاری کے مختصر حالات**''، مسلم معاشرے میں مشک باری کے لیے تیار ہے۔

۞ اِس کتاب کی طباعت و اشاعت یقیناً علمی حلقوں میں اِن طلبۂ محبوبِ سبحانی کی زریں خدمت شمار ہوگی۔ ہمیں یقین ہے کہ جہاں ایک طرف اہلِ علم اِن باذوق وسعادت مند طلبہ کی سراہنا کریں گے اور اِنھیں اِس انتہائی اہم اور کامیاب پیش رفت پر دادِ تحسین سے نوازیں گے وہیں دوسری طرف عوام وخواص سیرتِ صحابہ وتابعین کے انوار سے مستنیر و مستفیض ہوں گے اور ان کی جانب سے اِن سعادت مند بچوں کو خاطر خواہ پزیرائی حاصل ہوگی۔

۞ راقم الحروف نے اس پر کس نہج سے کام کیا ہے، محبِّ گرامی وقار حضرت علامہ مفتی **فیروز احمد** صاحب علیمی مصباحی دام ظلہ، استاذ ادارۂ ہٰذا نے اپنے پیشِ لفظ میں اسے تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ ناچیز حضرتِ موصوف کا شکر گزار ہے کہ انھوں نے نہ صرف یہ ہے کتاب کو بالاستیعاب پڑھا، کمپوزنگ میں در آئی غلطیوں کی اصلاح کی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا؛ بلکہ پیشِ لفظ لکھ کر میرے حوصلوں کو جلا بھی بخشی۔

۞ اِسی طرح طلبۂ جماعتِ فضیلت کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے باہمی تعاون سے پوری کتاب میں منتشر مضامین کمپوز کر کے ناچیز کے لیے آسانیاں فراہم کیں۔ نیز اساتذۂ محبوب سبحانی کا ممنون ہوں کہ ان کی مخلص دعاؤں اور تعاون کے سچے جذبات سے روحانی توانائیاں حاصل ہوتی ہیں، جن کے سبب یہ بے مایہ مشتِ خاک کچھ کام کر لے جاتا ہے۔

۞ قارئینِ کرام کو اگر اس کتاب کی ترتیب وتہذیب میں کہیں کوئی غلطی یا غلطیاں نظر آئیں تو فوراً سمجھ جائیں کہ وہ راقم الحروف کی کوتاہیوں اور غفلتوں کا نتیجہ ہیں، حضور شارح

بخاری علیہ الرحمہ کی ذات ان سے بری ہے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ "بزمِ فیضانِ رضا" کے جملہ اراکین و منتظمین کو مقبولیت کا جوہر بخش کر اِنھیں وہ جزا عطا فرمائے جو اُس کی شانِ کریمی کے لائق ہو، مستقبل میں بھی اِن حضرات کو، مشائخِ کرام کی قلمی خدمات کو متعارف کرانے کی توفیق مرحمت فرمائے اور دینی کتب ورسائل کی اشاعت وترسیل کے لیے اِن کی عقل وفکر کو دوآتشہ بنائے! آمین

بجاہ حبیبہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا مولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

از : خاکسار

سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی عفی عنہ ۱۴/ جمادی الآخرۃ ۱۴۴۴ھ

صدر المدرسین : دار العلوم محبوبِ سبحانی، کرلا ویسٹ، ممبئی ۷۰ ۶/ جنوری ۲۰۲۳ء

E-mail:smikram786@gmail.com فون 9029249679:

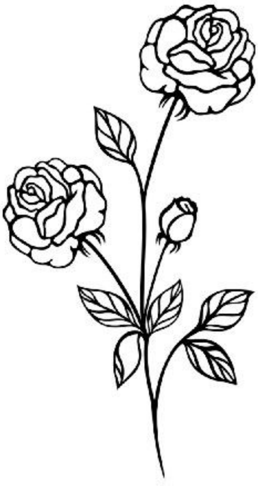

صحابہ وصحابیات کے انوار وبرکات

۱

حضرت سیدنا صدیق اکبر بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

(خلیفۂ اول امیر المومنین) حضرت صدیقِ اکبر (سیدنا ابو بکر عبد اللہ بن ابو قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد تیمی قرشی) رضی اللہ تعالیٰ عنہما (عام الفیل کے دو سال اور تقریباً چار ماہ بعد، مکۂ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں میں انتہائی معزز رہے۔ آپ کو مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہونے، سفرِ ہجرت میں رفیقِ سفر اور یارِ غار ہونے اور حضورِ اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کا پہلا جانشیں ہونے کا شرف وکمال حاصل ہے۔ آپ کے فضائل ومناقب شمار سے باہر ہیں۔ اہلِ سنت کے نزدیک انبیا ومرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم کے بعد آپ کا مقام سب سے بلند ہے)۔

(آپ) سہ شنبہ (منگل) کی رات میں عشا اور مغرب کے درمیان ۱۳ھ میں، ۶۳ سال کے ہو کر واصل بحق ہوئے۔ رات ہی میں صبحِ صادق سے پہلے پہلے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے پہلو میں، بر بنائے قولِ صحیح اس طرح دفن ہیں کہ ان کا رُوے انور (روشن چہرہ) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے سینے کے مقابل (سامنے) ہے اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے سینے کے مقابل ہے۔ (دفن کیے جانے کی کیفیت کے سلسلے میں جتنے اقوال مروی ہیں، یہ قول ان میں سب سے راجح ودرست ہے)

اسی طرح سے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں، حجرۂ مبارکہ کی شرقی دیوار کے متصل (ملا ہوا) تھا، یہاں تک کہ جب (اموی حکمراں) ولید بن عبدالملک کے عہدِ حکومت (حکمرانی کے زمانے) میں، (مدینۂ منورہ کے گورنر) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجرۂ مبارکہ کی دیوار گرا کر بنیاد کھدوائی تو ان (فاروقِ اعظم) کا پاؤں کھل گیا تھا۔

(آپ کا) کا وصال کس مرض (بیماری) میں ہوا؟ اس بارے میں روایتیں مختلف (کئی / بہت سی) آئی ہیں۔

(قولِ) اول (یہ ہے کہ) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی جدائی کے صدمے سے گھلتے گھلتے قُویٰ نے جواب دے دیا۔ یہ (حضرت) عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے، جیسا کہ سیف بن عمر نے کہا ہے۔

(دوسرا قول امام) ابن سعد (علیہ الرحمہ کا ہے، انھوں) نے امامِ زہری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے نقل کیا (ہے) کہ (خزیرہ نامی) کھانے میں ایک سال کا میعادی زہر ملا کر کسی (بدبخت) نے بھیجا تھا۔ اسے حضرت صدیق اکبر اور حارث بن کلدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کھایا (تھا)۔ اس کے بعد دونوں بیمار رہے اور (ٹھیک) ایک سال پر ایک (ہی) دن دونوں (حضرات) نے انتقال کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ ایک دن (سخت) ٹھنڈک تھی، (آپ نے) غسل فرمایا، جس کے اثر سے بخار آیا۔ پندرہ دن علیل (بیمار) رہ کر وصال فرمایا۔ ان (تینوں) اقوالِ میں تعارض (ٹکراؤ) نہیں (ہے)۔ ہوسکتا ہے کہ تینوں اسباب جمع ہو گئے ہوں۔

[نزہۃ القاری، کتاب الجنائز، ج: ۴، ص: ۱۴۶]

(مرضِ وصال کے سلسلے میں بخاری شریف میں حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت موجود ہے، فرماتی ہیں:

میں اپنے والد ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئی، انھوں نے پوچھا: نبیؐ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا تھا؟ میں نے بتایا کہ تین سفید سحولی کپڑوں میں، جس میں سِلا ہوا کرتا اور عمامہ نہ تھا۔ انھوں نے پوچھا: کس دن رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وفات ہوئی تھی؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ دوشنبہ کو۔ انھوں نے پوچھا: یہ کون سا دن ہے؟ انھوں نے عرض کی: دوشنبہ۔ تو فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ میری وفات اس وقت اور رات کے درمیان ہے۔

پھر اپنے اس کپڑے کو دیکھا جو ان کے بدن پر تھا، جس میں بیماری کے دن گزار رہے تھے اور جس پر زعفران کا دھبہ تھا، تو فرمایا: میرے اس کپڑے کو دھو لینا اور دو کپڑے بڑھا کر اسی میں مجھے کفن دے دینا۔ میں نے کہا: یہ پرانا ہے۔ فرمایا: زندہ بنسبت مردے کے نئے کپڑے کا زیادہ حق دار ہے، یہ نیا کپڑا مہلت والے کے لیے ہے؛ مگر آپ کی وفات اس دن نہ ہوئی، یہاں تک کہ سہ شنبہ کی رات میں وفات ہوئی اور صبح سے پہلے پہلے دفن کر دیے گئے)۔ [الصحیح للامام البخاری، کتاب الجنائز، باب موت یوم الاثنین، رقم الحدیث: ۱۳۸۷]

۲

حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ عام الفیل کے ۱۳ر سال کے بعد پیدا ہوئے، انتالیس مردوں کے بعد، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے دعا سے ۶ر نبوی میں ایمان لائے، ۱۳ھ ۲۳

جمادی الآخرہ بروز سہ شنبہ (منگل) مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔

آپ کی شہادت :

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ مدینۂ طیبہ میں عجمی غلام رہیں؛ مگر حضرتِ عباس (بن عبد المطلب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصرار تھا کہ (مدینۂ پاک میں عجمی غلاموں کے رہنے میں) کوئی حرج نہیں۔ غالباً یہ اس بنا پر تھا کہ اہل عرب عموماً صنعت وحرفت سے ناآشنا تھے اور عجمی اس کے ماہر تھے۔ حضرت عباس (بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مقصود یہ رہا ہوگا کہ ان سے اہل عرب (مختلف صنعت و حرفت) سیکھ لیں اور تمدن میں ترقی ہو۔

(صحابیِ رسول) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک (مجوسی / آتش پرست) غلام ''ابولولو'' تھا، جس کا نام ''فیروز'' تھا۔ ایک دن وہ راستے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا اور درخواست کی کہ میرے اوپر میرے آقا نے ایک دینار یومیہ مقرر کر رکھا ہے (آپ کچھ کم کرادیں)۔ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ کچھ زیادہ نہیں ہیں، تو بڑھئی بھی ہے، لوہار بھی ہے اور نقاش بھی ہے۔ (تیری آمدنی کے مختلف ذرائع ہیں، روزانہ ایک دینار دینے میں کوئی دقت نہیں ہونی چاہیے!)۔

پھر اس سے فرمایا:

میں نے سنا ہے کہ تو ایسی چکی بنانا جانتا ہے جو ہوا سے چلے۔

اس نے کہا:

میں آپ کے لیے ایسی چکی بنادوں گا جس کا غلغلہ (ہنگامہ) پوری دنیا میں ہوگا۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

یہ (غلام) مجھے (قتل کی) دھمکی دے رہا ہے۔

یہ منگل کا واقعہ ہے۔ دوسرے دن بدھ کو ابولولو دو دھارا زہر آلود خنجر لیے ہوئے مسجد میں چھپا رہا، جب نمازِ فجر کی جماعت کا وقت ہوا تو فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) نماز کے لیے مسجد آئے اور ''الصلاۃ الصلاۃ'' کہتے ہوئے مصلّٰی پر کھڑے ہوئے، کہ (اچانک) پیچھے سے ابولولو نے آکر خنجر سے حملہ کر دیا، (اُس بدبخت نے) تین یا چھ زخم لگائے، (جن میں کا) ایک (زخم) اتنا کاری (شدید/سخت) تھا کہ ناف پار کر گیا تھا۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) یہ فرماتے ہوئے:

''مجھے کتے نے مار ڈالا، مجھے کتے نے مار ڈالا''

گر پڑے۔ ابولولو دوطرفہ خنجر چلاتا ہوا بھاگا، تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا، جن میں چھ واصل بحق ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر پھینک کر اُسے دبوچ لیا، جب اس نے دیکھا کہ اب پھنس گیا ہوں تو اسی خنجر سے خودکشی کر لی۔

حضرتِ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرتِ عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور لوگ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اٹھا کر گھر لائے۔ گھر آکر (آپ نے) دریافت فرمایا کہ مجھے کس نے قتل کیا ہے؟ جب بتایا گیا کہ ابولولو (مجوسی) نے، تو اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا کہ کسی مسلمان کا ہاتھ ان کے خون سے رنگین نہ ہوا۔

طبیب کو بلایا (گیا) طبیب نے نبیذ (وہ پانی جسے کھجور کے ذریعے میٹھا کیا گیا

ہو) پلائی جو بعینہٖ زخم سے باہر نکل آئی، چوں کہ نبیذ کا رنگ بھی سرخ (لال) ہوتا ہے اس لیے صحیح تشخیص (تعیین) نہ ہوسکی کہ نبیذ ہی نکلی ہے یا خون۔ پھر دودھ پلایا گیا یہ بھی زخم سے باہر آ گیا، تو طبیب نے عرض کر دی کہ اب امیدِ زیست (جینے کی امید باقی) نہیں (رہی)۔ جو کچھ کرنا ہے کر لیجیے!

❁ اس کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لیے (مجلسِ) شوریٰ مقرر فرمائی اور ام المومنین حضرت (سیدتنا) عائشہ (صدیقہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ وبارک وسلم کے) حجرۂ مبارکہ میں دفن ہونے کی اجازت طلب فرمائی، (انھوں نے اجازت دے دی)۔تین دن کے بعد ۲۸ ذوالحجہ بروز دوشنبہ شہید ہوئے۔

❁ تاریخِ وصال کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ۲۶/ذوالحجہ کو زخمی ہوئے اور یکم محرم کو دفن ہوئے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ۲۸/ذوالحجہ بروزِ دوشنبہ واصل بحق ہوئے۔ یہ حادثہ ۲۳ھ کا ہے۔ مدتِ خلافت دس سال چھ مہینے کچھ دن ہے۔ اگر ۲۸ ھ ذوالحجہ کو وصال ہوا تو چھ دن اور۔ (اور اگر) پہلی محرم کو ہوا تو دس یا گیارہ دن (مزید)۔

❁ (آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے) روضۂ پاک میں حضرت (سیدنا) صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے، عمر مبارک ۶۳/سال ہوئی۔ دس سال چھ مہینے چھ دن بڑی شان وشوکت کے ساتھ نیابتِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ وبارک وسلم) کا حق ادا کیا۔

❁ اُنھی کے عہدِ خلافت میں وقت کے دو عظیم فرعون "قیصرِ روم وکسرائے ایران" کی

ہزار ہا سالہ جابرانا و ظالمانہ سلطنتیں پاش پاش ہوئیں۔عراق، ایران، مکران (بلوچستان)، شام، فلسطین، مصر وغیرہ وغیرہ بڑے ممالک اسلام کے زیرِ نگیں ہوئے، چاردانگِ عالم میں (اسلام کی) ہیبت وشوکت بیٹھ گئی، جیسا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے اس کی خبر دی تھی۔

❁ ''ابو حفص'' کنیت اور ''فاروقِ اعظم'' لقب ہے، ان سے ۵۳۷ر حدیثیں مروی ہیں۔صحابہ میں عمر بن خطاب نام کے اور کوئی صاحب نہیں؛ البتہ راویانِ حدیث میں اس نام کے چھ حضرات ہیں۔صحابۂ کرام میں عمر نام کے ۲۳ر اور حضرات ہیں، اور عَمرو نام کے دوسو سے زائد صحابۂ کرام ہیں۔عُمر اور عمرو لکھنے میں یکساں ہی ہے، اس لیے امتیاز کے لیے عمرو کے ساتھ واو لکھا جاتا ہے اور عمر بغیر واو کے لکھا جاتا ہے۔(دوسرا فرق یہ ہے کہ عمر کا عین مضموم، جب کہ عمرو کا عین مفتوح پڑھا جاتا ہے)۔

❁ اس پر اہل سنت (وجماعت) کا اجماع (اتفاق) ہے کہ تمام امت سے افضل (حضرت سیدنا) صدیقِ اکبر ہیں، پھر (حضرت سیدنا) فاروقِ اعظم، پھر (حضرت سیدنا) عثمانِ غنی اور پھر (حضرت سیدنا) علی مرتضیٰ پھر (باقی) عشرۂ مبشرہ۔رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔[نزہۃ القاری، باب بدء الوحی، ج :۱، ص :۱۶۷۔کتاب الجنائز، ج ۴ :، ص: ۱۵۲]

۳

سیدنا حضرت عثمان بن عفان بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ امیر المومنین حضرت (ابو عبد اللہ) عثمان بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف (اموی قریشی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خلیفۂ ثالث اور عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی پھوپھی ام حکیم بیضاء بنت

عبدالمطلب کی صاحب زادی، اروٰی (بنت کریز بن ربیعہ) کے صاحب زادے ہیں۔ حضرت بیضاء کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ (حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے والدِ بزرگ وار) حضرت عبداللہ (بن عبدالمطلب) کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھیں۔

(یہ) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے چھ سال چھوٹے ہیں۔ سابقینِ اولین میں سے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا چوتھا یا پانچواں نمبر ہے۔ اسلام لانے کے جرم میں ان کا چچا حکم بن العاص انھیں چٹائی میں لپیٹ کر دھونی دیتا تھا، جس سے دم گھٹ جاتا؛ مگر ان کی استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

(انھوں نے) حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کی تھی۔ ان کے فضائل ومناقب مشہور و معروف ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اتنے پیارے تھے کہ یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحب زادیاں، حضرت (سیدتنا) رقیہ، پھر حضرت (سیدتنا) امِ کلثوم (سلام اللہ علیہا) ان کے نکاح میں دیں۔ اس لیے "ذوالنورین" ان کا خطاب ہے۔

حضرت ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے وصال کے بعد، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

اگر اور کوئی بیٹی ہوتی تو اس کو بھی تمھاری زوجیت میں دے دیتا۔

غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی حالت بہت نازک تھی۔ حضور (سرورِ عالَم) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے انھیں حضرت رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی دیکھ بھال کے لیے مدینۂ طیبہ ہی میں روک دیا؛ مگر شرکاے بدر میں شمار

فرمایااور مالِ غنیمت سے (حصہ) بھی دیا۔

❁ اسی طرح بیعتِ رضوان میں بھی یہ شریک نہ ہو سکے، اس لیے کہ یہ اس وقت مکۂ معظّمہ (کفارِ) قریش سے مصالحت کی گفتگو کے لیے گئے تھے۔آنے میں تاخیر ہوئی اور (اِدھر مسلمانوں میں) یہ اَفواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید کر دیے گئے (ہیں)۔اسی پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے (صحابۂ کرام سے) بیعتِ رضوان لی تھی۔

❁ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھا اور فرمایا۔

یہ بیعت (میرے) عثمان کی ہے۔

❁ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کے تین دن بعد، اُن کی مقرر کردہ (مجلسِ) شوریٰ کے انتخاب سے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکم محرم ۲۴ ھ کو مسندِ خلافت پر رونق افروز ہوئے۔آپ کے عہدِ مبارک میں یہ بلاد (ملک) فتح ہوئے۔

(۱) ''رَیّ'' یعنی ایران کا موجودہ دارالسلطنت ''طہران''، یہ عہدِ فاروقی میں فتح ہوا تھا ؛مگر پھر ایرانیوں نے لے لیا تھا۔

(۲) سابور۔

(۳) افریقہ۔

(۴) طرابلس۔

(۵) اِصطخر۔

(۶) نیشاپور۔

(۷) سرخس۔

(۸) مرو۔

(۹) بیہق

(۱۰) قبرص۔

(۱۱) دار بحرد، وغیرہ۔

❁ آپ ہی کے ایامِ خلافت میں پہلا اسلامی بیڑہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیار کیا اور قبرص پر حملہ آور ہوئے۔ جس کے شرکاء کے لیے جنت کی بشارت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے دی ہے۔

❁ آپ ہی کے عہد میں ایران کا اخیر فرماں روا یزدجر (یا یزدگرد) مارا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایامِ خلافت میں اس قدر دولت کی فراوانی تھی کہ ایک لونڈی اپنے ہم وزن قیمت پر، ایک گھوڑا ایک لاکھ درہم میں اور ایک کھجور کا درخت ایک ہزار درہم میں بکتا (تھا اور لوگ برضا ورغبت خریدتے تھے)۔

❁ (امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی) تاریخ الخلفاء میں ہے کہ حضرت عثمان (غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک شخص کو ایک لاکھ ایسی تھیلی دیتے تھے جن میں چار چار ہزار اوقیہ ہوتا تھا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ تو (اس حساب سے) ہر تھیلی میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم ہوئے۔ (مال و دولت کی فراوانی کا یہ عالَم تھا)

❁ (آپ، فسادیوں کے) چالیس دن کے سخت محاصرے کے بعد اٹھارہ ذی الحجہ

۳۵ھ جمعہ کے دن، عصر کے وقت اپنے دولت کدے میں شہید کیے گئے۔ اور دوسرے دن سنیچر کی رات میں جنت البقیع کے مشرقی کنارے، حش کوکب میں مدفون ہوئے۔ انھیں جس شقی (بدبخت) نے شہید کیا تھا اس کا نام اسود تجیبی ہے۔ شہادت کے وقت عمر مبارک بیاسی سال تھی۔ حضرت عثمان (غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ایک سو چھیالیس احادیثِ (کریمہ) مروی ہیں، جن میں (سے) گیارہ (حضرت) امام بخاری (علیہ الرحمہ) نے تخریج کی ہیں۔

حضرت عثمان نے کتنے مصاحف لکھوائے؟:

(امام محمد بن ادریس) ابوحاتم (علیہ الرحمہ) نے کہا:

۞ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات عدد (صحیفے) لکھوائے تھے، جنھیں شام، عراق، کوفہ، بحرین، مکہ، یمن بھیجا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ پانچ نسخے لکھوائے تھے ۔ایک اپنے پاس رکھا اور چار مختلف مما لک میں بھجوائے۔

(امام) ابوعمرو (عثمان بن سعید بن عثمان) دانی نے کہا:

چار لکھوائے تھے۔ ایک اپنے پاس رکھا اور بقیہ دوسرے مما لک میں بھیجا۔

(امام سہل بن محمد بن عثمان) ابوحاتم سجستانی نے کہا :

سات (نسخے) لکھوائے تھے۔

۞ تعداد میں اختلاف ہے؛ مگر اس پر (سب کا) اتفاق ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے یہاں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جمع فرمودہ صحیفہ منگایا اور اس سے متعدد نسخے لکھوائے اور مختلف مما لک

میں بھجوائے۔[نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج:۱،ص:۴۸۹۔وکتاب العلم، ج:۱،ص:۳۶۹]

۴

امیر المومنین سیدنا حضرت علی بن ابو طالب بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت (مولا) علی (بن ابو طالب بن عبد المطلب ہاشمی قرشی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کینت ابو الحسن اور ابو تراب ہے۔حیدر اور اسد اللہ (ان کے) خطابات ہیں۔انھیں اپنی کنیت ابو تراب بہت پسند تھی؛اس لیے کہ یہ کنیت خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ و بارک وسلم نے رکھی تھی۔(اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ) ان میں اور (ان کی زوجۂ محترمہ حضرت) سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں کچھ شکر رنجی (معمولی نوک جھونک) ہوگئی۔یہ (کچھ ناراض ہوکر) مسجدِ (نبوی شریف) میں فرش (زمین) پر جا (کر) سو رہے۔حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم تشریف لائے، انھیں اٹھایا، (دیکھا کہ ان کی) پیٹھ پر (کچھ) گرد لگی ہے، (فوراً) ارشاد فرمایا:

قُمْ یَا أَبَا تُرَاب!

اے ابوتُراب! (مٹی والے/زمین پر سونے والے) اٹھو!

(یہ) اعلانِ نبوت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔(اللہ عزوجل نے انھیں بے شمار کمالات و فضائل سے سرفراز فرمایا، چناں چہ) بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ ان کی تربیت آغوشِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم میں ہوئی۔حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے اپنی سب سے چہیتی صاحب زادی حضرت (سیدہ) فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے ساتھ ان کی شادی فرمائی۔

(آپ) تمام غزوات میں شریک ہوئے اور حقِ جاں نثاری ادا کیا۔سوائے غزوۂ

تبوک کے۔ (کیوں کہ) اس موقع پر مدینۂ طیبہ میں (حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے) ان کو اپنا نائب بنا کے (روک) رکھا تھا۔ ان کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے چچا (ابو طالب) کے صاحب زادے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے محبوب داماد اور پروردہ ہیں۔

۞ مدینۂ طیبہ میں (ہجرت کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے انصار ومہاجرین کے مابین) جب رشتۂ مواخات قائم فرمایا (اور انھیں ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا؛ مگر حضرت مولا علی کو کسی کا بھائی نہیں بنایا، جس سے انھیں رنج لاحق ہوا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں شاکی ہوئے) تو (آپ نے) از راہِ کرم ان سے فرمایا:

أَنْتَ أَخِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

ترجمہ: تم میرے بھائی ہو دنیا اور آخرت میں۔

۞ (آپ) سابقینِ اولین، خلفاے راشدین، عشرۂ مبشرہ اور ان چھ افرادِ خاص میں ہیں جن سے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم دنیا سے راضی ہو (کر تشریف لے) گئے۔ صحابۂ کرام کی صفِ اول کے علماے ربانیین اور دنیا کے بہادروں میں سب سے یکتا ہیں۔

۞ یہی وہ بطل جلیل ہیں جنھوں نے (غزوۂ خندق میں عرب کے مشہور بہادر) عمرو عبدِ وُدّ کو قتل کیا اور (غزوۂ) خیبر میں مرحب (نامی پہلوان) کو خاک وخون میں ملا کر خیبر فتح فرمایا۔ جنگِ احد میں انتہائی نازک وقت میں بھی (حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و

صحبہ وبارک وسلم کے) ساتھ ساتھ رہے۔اس غزوہ میں سولہ زخم کھائے ؛ مگر قدم میں لغزش نہ ہوئی۔

❁ حضرت عثمانِ (غنی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد باتفاقِ تمام اہلِ حل وعقد، ۳۵ھ ،(ماہِ) ذوالحجہ میں خلیفہ منتخب ہوئے ۔ تین ماہ کچھ دن کم پانچ سال تک مسند آرائے خلافت (مسندِ خلافت کو زینت بخشتے) رہے۔اٹھارہ رمضان المبارک ۴۰ھ میں نمازِ فجر کے لیے جاتے ہوئے مسجدِ کوفہ میں عبدالرحمٰن بن ملجم (نامی خارجی نے) سرِ اقدس پر زہر آلود تلوار ایسی ماری کہ دماغ تک پہنچ گئی۔تیسرے دن بیس رمضان کو اسی صدمے سے وصال فرمایا۔

❁ سبطینِ کریمین (حضرت امام حسن وحضرت امام حسین) اور (حضرت) عبد اللہ بن جعفرِ طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) نے غسل دیا۔حضرت امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

❁ بروایتِ صحیح (شہر) کوفہ ہی میں مدفون ہوئے۔عمرِ مبارک ترسٹھ سال کی ہوئی۔ حضرت (مولا) علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) سے پانچ سو چھیاسی حدیثیں مروی ہیں۔ (امام) بخاری اور (امام) مسلم (علیہما الرحمہ) دونوں نے بائیس اور نو تنہا امام بخاری نے اور پندرہ صرف امام مسلم نے ذکر کی (ہیں)۔[نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱،ص: ۳۹۳/۳۹۴]

۵
حضرت عبدالرحمن بن عوف بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

❁ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عوف اور والدہ کا نام شفا ہے۔یہ دونوں ''بنی زہرہ'' کے فرد ہیں۔ان کا نسب،نسبِ نبوی سے ''کلاب بن مرہ'' پر

جا کر مل جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے جد اعلیٰ ''قصی'' اور ان کے جد اعلیٰ زہرہ ''کلاب'' کے فرزند تھے۔ قبلِ اسلام یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوستوں میں تھے۔ انھیں کی طرح پاکباز و سلیم الطبع بزرگ تھے۔ شراب نوشی سے توبہ کرلی تھی۔

❁ جب (مکہ مکرمہ کے افق پر) آفتابِ اسلام طلوع ہوا تو حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی رہنمائی پر ''دارارقم'' میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی تشریف آوری سے قبل ہی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور (اس وقت تک) چند نفوس (خوش نصیب) ہی اس دولت سے مالامال ہوئے تھے۔

❁ یہ اُن دس منتخب (چنے ہوئے) سابقینِ اولین (اسلام کی جانب سب سے پہلے سبقت کرنے والے) بزرگوں میں ہیں جنھیں (آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی زبانِ اقدس سے) نام بنام زندگی ہی میں جنت کا مژدہ ملا، جنھیں ''عشرۂ مبشرہ'' کہا جاتا ہے۔ (انھوں نے) پہلے (ملکِ) حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم مدینۂ (منورہ) تشریف لے گئے تو یہ بلا تاخیر مدینۂ (طیبہ) حاضر ہوئے۔

❁ تمام غزوات میں (حضور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلمکے) ساتھ رہے۔ جنگِ احد میں اس بے جگری سے لڑے کہ بیس سے زائد زخم لگے اور پاؤں میں ایسے کاری (شدید) زخم لگے کہ زندگی بھر یادگار رہے۔ لنگڑا کر چلتے تھے۔ بہت ہی صائب الرائے (درست رائے والے) بزرگ تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اپنے بعد جن چھ بزرگوں کو خلیفۃ المسلمین چننے کا حق دیا تھا، ان میں ایک یہ بھی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اس اہم کام کو بہت ہی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔حضرتِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاروبارِ خلافت کو سرانجام دینے کے لیے جو مجلسِ شوریٰ (مجلسِ مشاورت/وہ مجلس جس میں انتظام کے متعلق صلاح و مشورہ کیا جائے) منعقد کی تھی اس کے ایک اہم رکن یہ بھی تھے۔

❁ جنگ قادسیہ کے موقع پر جب ایرانیوں نے مسلمانوں کو صفۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کے لیے اپنی پوری طاقت اکٹھی کر کے یورش کی تھی تو انھیں کی نگاہِ حق بین (حق دیکھنے والی نگاہ) حضرت سعد ابن ابو وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر سپہ سالاری کے لیے پڑی تھی۔

❁ (یہ) حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں ۷۵/ سال کی عمر پا کر ۳۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازے کے پاس کھڑے ہو کر (ان کی عظمت بیان کرتے ہوئے) کہا:

اے ابن عوف! جا! تو نے دنیا کا صاف پانی پایا اور گدلا چھوڑا۔

❁ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازہ اٹھانے والوں میں شامل تھے۔یہ کہتے جاتے **واجبلاہ!** ہائے یہ پہاڑ بھی چل بسا۔[نزہۃ القاری، کتاب الجنائز، ج:۴،ص:۲۴۶/۴۷]

﴿۶﴾

حضرت سعد بن ابو وقاص بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت (ابو اسحٰق) سعد بن ابو وقاص (مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ

بن کلاب بن مرہ بن کعب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقینِ اولین میں سے ہیں۔ (نزولِ وحی کے ساتویں روز حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترغیب پر دامنِ اسلام سے وابستہ ہوئے اور پھر زندگی بھر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی غلامی کرتے رہے)۔

غزوۂ اُحد کی اُس ہوش ربا گھڑی میں جب کہ افراتفری کے عالم میں اکثر مسلمان منتشر ہو گئے تھے۔ یہ ثابت قدم رہے۔ نیز حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے (بالکل) قریب رہے اور انتہائی بے جگری سے دشمنوں پر تیر چلاتے رہے، یہاں تک کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم (انھیں اپنے مقدس ہاتھوں سے تیر عطا کرتے اور) فرماتے جاتے:

اِرْمِ یَا سَعْدُ! فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ۔

اے سعد! تیر چلاتے جاؤ! تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔

(یہ ان) عشرۂ مبشرہ (دس خوش نصیبوں) میں سے ہیں جنھیں (آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ایک ہی محفل میں جنت کا مژدہ سنایا، جس کے سبب انھیں) بقیہ تمام صحابۂ کرام پر فضیلت (حاصل) ہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجہاد ج:۶،ص:۲۰۷]

۷

حضرت زبیر بن عوام بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قبیلۂ بنو اسد کے چشم و چراغ تھے۔ (ام المومنین) حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے چچا عوام کے بیٹے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

کے صاحب زادے ہیں۔ان کا نسب نامہ شجرِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے "قصی بن کلاب" پر جا کر مل جاتا ہے۔

(یہ) سابقینِ اولین اور عشرۂ مبشرہ اور اُن چھ نفوسِ قدسیہ (مقدس ہستیوں) میں سے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم راضی رہتے ہوئے، دنیا سے تشریف لے گئے۔

(انھوں نے) سولہ سال کی عمر میں، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر، بالکل ابتداء (تبلیغِ اسلام کے شروعاتی دور) میں جب کہ (صرف) تین یا چار حضرات مشرّف باسلام ہوئے تھے، ایمان قبول فرمایا۔امیہ اِن کا (کافر) چچا چٹائی میں لپیٹ کر دھونی دیتا (اور اسلام چھوڑنے کا مطالبہ کرتا)؛ مگر یہ فرماتے:

میں ہر گز کافر نہ ہوں گا۔

سب سے پہلے راہِ خدا میں انھوں نے اپنی تلوار نیام سے نکالی۔ہوا یہ کہ ایک بار مکۂ (مکرمہ) میں دشمنوں نے مشہور کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم گرفتار کر لیے گئے (ہیں) یہ سنتے ہی تلوار نیام سے کھینچ کر لوگوں کی بھیڑ چیرتے ہوئے نکلے اور (اس وقت) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم مکۂ (مکرمہ) کے بالائی (اونچان والے) حصے میں تھے۔

جب حاضرِ خدمت ہوئے (تو آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے پوچھا کیا بات ہے؟ (انھوں نے پورا) واقعہ عرض کیا۔حضورِ (اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) نے ان کے لیے اور ان کی تلوار کے لیے دعا فرمائی۔

(انھوں نے) دونوں ہجرتیں (ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینۂ منورہ) کیں۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور بہت نمایاں معرکے سر کیے۔ غزوۂ خندق میں ایک رات سخت سردی میں، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

کوئی ہے جو دشمنوں کا حال معلوم کر کے آئے؟ (یہ آپ نے) تین بار فرمایا۔ مگر کوئی تیار نہیں ہوا، تیسری بار یہ آمادہ ہو گئے اور (سر پر کفن باندھ کر، انتہائی ہمت وجرأت کے ساتھ) دشمنوں کے کیمپ میں جا کر (ان کے) حالات معلوم کر کے آئے (اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو آگاہ کیا)۔

(حضور سرورِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے) اس وقت ارشاد فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيُّوْنَ وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ۔

ہر نبی کے کچھ خاص معتمد مددگار ہوتے ہیں اور میرا خاص معتمد مددگار زبیر ہے۔

غزوۂ احد میں یہ بھی ان چودہ جاں نثاروں میں تھے جو (کفار ومشرکین کے پلٹ وار کے وقت) شمعِ رسالت کے لیے حصار بنے رہے۔ جنگِ جمل میں حضرت (مولا) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مقابل (حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ) تھے۔ ایک بار آمنا سامنا ہوا تو حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو حضورِ اقدس جانِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا وہ ارشاد یاد دلایا (جس میں آپ نے ان سے فرمایا تھا)

اے زبیر! ایک دن (تم) علی سے لڑو گے اور تم ظالم ہو گے۔

یہ سنتے ہی میدانِ جنگ سے چل پڑے۔ بصرہ کے قریب ہی وادی سبع کے ایک

گاؤں ''سفوان'' میں پہنچ کر نماز پڑھ رہے تھے، کہ عمرو بن جرموز تیمی نے چپکے سے پیچھے سے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔

❁ حضرت (مولا) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خدمت میں عمرو اِن کی تلوار لے کر حاضر ہوا اور کہا:

میں نے زبیر کو قتل کر دیا:

حضرت (مولا) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا:

❁ یہ تلوار مدتِ دراز (لمبے عرصے تک) تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم سے مصائب دور کرتی رہی۔ ابن صفیہ کے (اِس) قاتل کو جہنم کی بشارت ہو۔

عمرو نے کہا:

❁ اے علی! آپ کی ذات مسلمانوں میں عجیب وغریب ہے۔ آپ کا دوست بھی جہنمی اور دشمن بھی جہنمی؟

❁ (حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس وقت وہیں دفن کر دیئے گئے۔ بعد میں منتقل کر دیے گئے۔ بصرہ میں مزارِ مبارک مشہور ومعروف ہے۔ ۳۶ھ میں (آپ کی) شہادت ہوئی۔ باسٹھ سال کی عمر پائی۔ (آپ) اَغنیا (مال دار) صحابہ میں سے تھے۔ وفات کے وقت کروڑوں نقد ترکہ چھوڑا تھا۔ ان سے اڑتیس حدیثیں مروی ہیں۔ ۲ر متفق علیہ اور سات اِفرادِ بخاری سے ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱، ص:۳۹۵۔ وکتاب المناقب، ج:۷، ص:۱۲۹]

۸

حضرت طلحہ بن عبید اللہ بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو محمد ہے۔ یہ حضرت صدیق

اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کے ہیں۔ اِن کا نسب شجرۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم سے ''مرّہ بن کعب'' پر جا کر مل جاتا ہے۔ یہ اُن چھ بزرگوں میں سے ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے اور ان آٹھ فیروز بختوں میں سے ہیں جو سابقینِ اسلام میں سرِ فہرست ہیں، ان سب پر مزید کہ (یہ) عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، نیز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنے کی ذمہ داری جن چھ اساطینِ امت (امت کے سب سے معتمد و مستند لوگوں) کے سپرد کی تھی ان میں (سے ایک) یہ بھی تھے۔

❁ ان کی والدہ (محترمہ) بھی مشرف باسلام ہوئیں اور ان کے ساتھ ہجرت (کرنے کی سعادت حاصل) کی۔ غزوۂ بدر کے موقع پر ان کو اور (حضرت) سعید بن زید بن نفیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے) مشرکینِ (مکہ) کے کارواں (قافلے) کے تجسس (تلاش وجستجو) میں بھیجا تھا۔ اسی اَثنا (درمیان) میں بدر کا معرکہ ہو گیا۔ یہ دونوں (حضرات اگرچہ) جنگِ (بدر) میں شریک نہ ہو سکے؛ لیکن شرکاے بدر کی فہرست میں داخل ہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مالِ غنیمت سے حصہ بھی ملا۔

❁ اس (بدر) کے علاوہ تمام مشاہد (غزوات) میں ہم رکاب (شریک) رہے۔ (غزوۂ) اُحد کی قیامت خیز گھڑی میں یہ بھی ثابت قدم رہے اور ذاتِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم (کی حفاظت) کے لیے سپر (ڈھال) بن گئے۔ جو حملہ ذاتِ والا پر ہوتا اس کو اپنے ہاتھ پر روکتے، اسی (خدمت) میں ہاتھ شل (بیکار) ہو گیا تھا۔ اس دن پچھتر زخم کھائے تھے۔

ان کو بارگاہِ نبوت سے ''طلحة الخیر'' اور ''طلحة الجواد'' کے خطابات ملے تھے۔ ١٠ جمادی الاُولیٰ سن ٣٦ھ کے افسوسناک فوجی معرکہ جمل میں ناگہانی کسی طرف سے ایک تیر آلگا اور یہی تیر، تیرِ قضا (موت کا تیر) بن گیا۔ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ یہ تیر مشہور فسادی (شخص) مروان (بن حکم) نے چلایا تھا۔

شہادت کے وقت عمر مبارک ٦٤ یا ٦٢ یا ٥٨ رسال کی تھی۔ پہلے قنطرہ قرہ میں مدفون تھے، تیس سال کے بعد اپنی صاحب زادی کو خواب میں دکھایا کہ قبر میں تری آ گئی ہے۔ (چناں چہ) قبرِ انور سے نکالے گئے اور بصرہ دار الہجر تین میں دفن ہوئے۔ اور یہیں مزارِ اقدس زیارت گاہِ خلائق ہے۔ ان سے اڑتیس حدیثیں مروی ہیں، دو پر شیخین متفق ہیں اور دو صرف (امام) بخاری نے اور تین صرف (امام) مسلم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) نے لی ہیں۔

[نزہۃ القاری، کتاب الایمان، ج:١،ص: ٣٠٣۔ وکتاب المناقب، ج:٧،ص: ١٣٣]

٩

حضرت ابو عبیدہ بن جراح بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نامِ نامی ''عامر''، کنیت ابو عبیدہ اور لقب امین الامت ہے، جو (کہ) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا دیا ہوا ہے۔ (آپ کے) باپ کا نام عبد اللہ ہے؛ مگر دادا کی طرف نسبت کر کے (آپ کو) ابن الجراح کہا جاتا ہے۔ ان کا نسب پانچویں پشت پر نسب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم سے ''فہر'' پر مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ بھی فہری خاتون ہیں جو مشرف باسلام ہوئیں۔

❁ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلقین (رغبت دلانے) پر اسلام قبول کیا ، وہ بھی بالکل ابتدا میں، حتی کہ اس وقت ''دارِ ارقم'' (میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم) کی مجلسِ رشد و ہدایت بھی قائم نہ ہوئی تھی۔ قبولِ اسلام کے جرم میں (کفارِ مکہ کی جانب سے) طرح طرح (سے) ستائے گئے۔ جس کی وجہ سے دو بار (ملکِ) حبشہ کی جانب ہجرت کی، پھر (ہجرت کرکے) مدینۂ طیبہ آگئے۔ ان کے اور حضرتِ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے عقدِ مواخات قائم فرمایا (تھا)۔

❁ (یہ) تمام مشاہد (غزوات) میں (رسولِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم کے) ہم رکابِ سعادت رہے اور جان بازی کا حق ادا کر دیا۔ غزوۂ بدر میں ان کا باپ عبد اللہ (ان کی تلوار کی) زَد پر آ گیا تو (پرواہ کیے بغیر) اسے ختم کر (کے جہنم رسید کر) دیا۔

❁ غزوۂ اُحد میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے سرِ اقدس میں ''خود'' (سر میں پہننے والا لوہے کا آلہ/ہیلمیٹ) کی کڑیاں چبھ گئی تھیں، جس سے بہت زیادہ تکلیف تھی۔ حضرت ابو عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے دانت سے پکڑ پکڑ کر ان کڑیوں کو کھینچا۔ ان کڑیوں کے ساتھ (ان کے) دو اگلے دانت بھی اکھڑ گئے، جو ان کے لیے سرمایۂ افتخار بن گیا۔

❁ مختلف سرایا میں بھی حصہ لیا۔ (سرایا، سریہ کی جمع ہے۔ سریہ اس اسلامی لشکر کو کہتے ہیں جس میں حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم خود تشریف نہ لے گئے

ہوں) سریہ ''سیف البحر'' آپ ہی کی سرکردگی میں روانہ ہوا تھا، جنگی مہمات (جنگی انتظامات وکاروائیاں) کے علاوہ مختلف عہدے پر بھی فائز رہے۔ ۹ ہجری میں جب ''اہل نجران'' نے ایک معلم اور قاضی (جج) کی درخواست کی تو حضورِ (انور) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے انھی کو مامور فرمایا۔ ایک دفعہ جزیہ (ٹیکس) کی رقم وصول کرنے کے لیے ''بحرین'' روانہ فرمایا۔

۞ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے بعد جب ''سقیفہ بنی ساعدہ'' میں خلیفہ کے انتخاب کی میٹنگ ہوئی تو یہ بھی وہاں شیخینِ کریمین کے ساتھ موجود تھے اور (انھوں نے) انصارِ کرام کی اِفہام وتفہیم (انھیں سمجھانے) میں بہت اہم رول ادا فرمایا۔ ایک موقع پر ان سے کہا :

۞ اے انصارِ کرام! تم نے سب سے پہلے اسلام کی مدد کی اب امت میں سب سے پہلے انتشار پیدا کرنے والے نہ بنو!

۞ ان کی جلالتِ شان کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس موقع پر خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کے لیے حضرت عمر (فاروقِ اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کا نام پیش فرمایا؛ مگر ان دونوں بزرگوں نے بیک زبان اپنے استحقاق (مستحقِ خلافت ہونے) سے انکار کر دیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا :

آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے؛ تاکہ ہم بیعت کریں۔

۞ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پہلے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پھر حضرت ابو عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بیعت کی، پھر تمام

مہاجرین وانصار (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) نے بیعتِ عامہ کی۔ اس طرح ''خلیفۃ المسلمین'' کا انتخاب بحسن وخوبی انجام پا گیا۔

سپہ سالاری:

❁ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مانعین زکات (زکات دینے سے انکار کرنے والوں)، مرتدین، (اسلام سے پھر جانے والوں) اور جھوٹے مدعیانِ نبوت (نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں) کے فتنوں کا قلع قمع (خاتمہ) کر کے فارغ ہو گئے اور پورے عرب میں اندرونی طور پر مکمل امن و امان ہو گیا، تو ۱۳ھ میں (ملکِ) شام کو مسخر (زیرِ اسلام) کرنے کے لیے مختلف حصوں پر فوجیں بھیجیں۔

❁ (چناں چہ) حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو (شہر) حمص کی جانب، حضرت یزید بن ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دمشق کی جانب، حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو فلسطین کی جانب اور حضرت شرحبیل بن حسنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اُردن کی جانب روانہ فرمایا۔ اور سب کو ہدایت کر دی کہ اگر کبھی سب فوجیں اکٹھی ہوں تو سپہ سالارِ اعظم حضرت ''ابوعبیدہ بن جراح'' ہوں گے۔

❁ یہ لوگ جب شام کی حدود (حدوں) میں داخل ہوئے تو رومیوں کی ٹڈی دل فوجوں کا سامنا کرنا پڑا، اس لیے حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سب فوجوں کو اکٹھا کر لیا اور دربارِ خلافت میں مزید کمک (مدد) کے لیے درخواست بھیجی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ وہ ملکِ شام میں ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر مل جائیں، یہ فارس (ایران) کی جنگ پر مامور تھے۔ حکم

نامہ ملتے ہی راستے میں پڑنے والی بستیوں کو فتح کرتے ہوئے ان سے مل گئے۔اس متحدہ فوج نے بصرہ ،فحل اوراجنادَین کے معرکے سر کرنے (جیتنے) کے بعد دمشق کا محاصرہ (گھیراؤ) کرلیا۔

فتحِ دمشق:

اسی اَثنا میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا۔حضرت فاروق اعظم کی سوانحِ حیات کا پہلا زریں باب یہ ہے کہ ان کے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی دمشق فتح ہو گیا۔

رومی لشکر بھاگ کر مقام ''فحل'' پر اکٹھا ہو گیا۔مجاہدین نے بڑھ کر ان کا صفایا کر دیا۔پھر یہ سیلِ رواں (اسلامی فوجوں کو ریلا) آگے بڑھا اور بڑھتا چلا گیا (یہاں تک کہ اس نے ملکِ) شام کا دارالسلطنت حمص فتح کیا، پھر لازقیہ کو زیرِ نگیں (مطیع و فرماں بردار) کیا۔

جنگِ یرموک:

ان مسلسل شکستوں سے (روم کا بادشاہ) ''ہرقل'' بوکھلا گیا۔اس نے تمام عمائدِ سلطنت (حکومت کے ذمے داروں) کی ایک میٹنگ کی۔باہمی مشورے کے بعد چھ لاکھ کا لشکرِ جرّار مجاہدینِ اسلام کو ملکِ شام سے نکالنے کے لیے روانہ کر دیا۔اس کی اطلاع جب ''امین الامت'' (حضرتِ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہوئی تو آپ نے تمام اصحابِ رائے سے مشورہ کیا، بالآخر یہ طے ہوا کہ اس وقت دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ پیچھے ہٹ کر کسی ایسی جگہ مورچہ قائم کیا جائے جہاں پشت پر سرزمینِ عرب ہو؛ تا کہ

اِمدادی افواج کے پہنچنے میں دشواری نہ ہو۔

❁ اس کے لیے ''یرموک'' کا میدان تجویز ہوا۔ جب یہ خبر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو انھیں اس بات سے سخت تکلیف ہوئی کہ مفتوحہ (جیتا گیا) علاقہ پھر دشمن کے سپرد کر دیا اور پیچھے ہٹ کر اپنا رعب (دبدبہ) کم کر دیا۔ (خلیفۃ المسلمین) خفا (ناراض) بھی ہوئے؛ مگر جب معلوم ہوا کہ یہ (سب کا) متفقہ فیصلہ تھا تو اطمینان ہو گیا اور (ارشاد) فرمایا:

اس میں (ضرور) بہتری ہوگی۔

❁ میدانِ یرموک میں پہلے قاصدوں کی آمد و رفت ہوئی، بالآخر قیامت خیز جنگ شروع ہوئی۔ رومیوں کو مسلسل شکستوں پر غصہ تھا، اس کے انتقام میں جان پر کھیل کھیل کر حملے کر رہے تھے اور ادھر اِعلائے کلمۃ الحق (کلمۂ حق بلند کرنے) کا جذبہ لے کر رضائے الٰہی کے طلب گار دنیا و مافیہا (دنیا اور اس کی تمام نعمتوں) سے بے خبر ہو کر دشمنوں سے بھڑے ہوئے تھے۔ تین دن تک ایسا گھمسان کا رَن پڑا (ایسی خطرناک جنگ ہوئی) کہ اس سے قبل چشمِ فلک نے اتنی زبردست خوں ریزی نہ دیکھی تھی۔

❁ کئی بار ایسا ہوا کہ دشمن کا دباؤ اتنا بڑھا کہ مجاہدینِ (اسلام) کے کچھ حصوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ (یہ) سب کچھ ہوا؛ مگر بوڑھا سپہ سالار (حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پہاڑ کی طرح قلبِ لشکر (لشکر کے بالکل بیچ) میں جما رہا اور حسبِ ضرورت (ضرورت کے مطابق) ہدایات (فرمان/رہنمائی) جاری کرتا رہا۔ تین دن کی مسلسل جنگ کے بعد بالآخر رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔

(رومیوں کا سپہ سالار) ''باہان اَرمنی'' مارا گیا اور رومیوں کی لاشوں سے میدان ہی نہیں ''یرموک'' نامی نالہ بھی پٹ گیا۔ستر ہزار رومی مارے گئے۔یرموک اسلام کی سب سے عظیم جنگ ہے۔یہ جنگ ایام اللہ (اللہ کے مخصوص دنوں) میں سے ایک عظیم یوم (دن) ہے۔

اسی جنگ کا نتیجہ ہے کہ ہرقل اپنی ایشیائے کوچک کی پوری حکومت کھو بیٹھا۔اس عظیم جنگ میں حوارِیِ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) حضرت زبیر بن عوام، سیف اللہ حضرت خالد بن ولید، ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہ، حضرت شرحبیل بن حسنہ، حضرت ضرار بن ازور وغیرہ نے شجاعت و بہادری اور جنگی مہارت کا وہ ثبوت دیا کہ (جس کی نظیر پیش کرنے سے) آج تک (پوری) دنیا عاجز (قاصر) ہے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

بیت المقدس:

یرموک کی یادگار فتح کے بعد اب مجاہدینِ (اسلام) کے لیے میدان صاف تھا۔ حضرت ابو عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے (دشمنوں کی جانب سے) کسی خاص مزاحمت (روک ٹوک) کے بغیر انطاکیہ تک فتح کرلیا اور پلٹ کر بیت المقدس کے محاصرے میں شریک ہو گئے۔

بیت المقدس کے عیسائیوں نے جب یقین کرلیا کہ اب ہم بچ نہیں سکتے تو یہ شرط پیش کی کہ ہم صلح کے لیے تیار ہیں؛ مگر شرط یہ ہے کہ امیر المومنین (حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خود آ کر صلح کی دفعات (شرطیں) طے کریں اور لکھیں۔حضرت ابو

عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دربارِ خلافت میں درخواست پیش کی۔ چناں چہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک غلام کو لے کر ملکِ شام تشریف لائے۔

❁ جب مقام ''جابیہ'' پر پہنچے تو حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اکابرِ لشکر (لشکر کے اہم کمانڈروں) کے ساتھ آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ بیت المقدس کے نمائندے بھی یہیں آگئے۔ صلح نامہ لکھا گیا، جس کی رو سے عیسائیوں نے بیت المقدس مجاہدینِ اسلام کے حوالے کر دیا اور بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اخیر معرکہ :

❁ رومیوں نے جب دیکھا کہ شام جیسا زرخیز ملک ہمارے قبضے سے نکل گیا تو پھر انھیں جوش آیا اور اپنی منتشر قوت اکھٹی کر کے ''جزیرۂ آرمینیہ'' والوں کی مدد سے (ایک بار) پھر میدان میں آئے۔ اس کی اطلاع جب حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہوئی تو دربارِ خلافت میں امداد کی درخواست پیش کی، ساتھ ہی ساتھ صورتِ حال کی خبر بھی دے دی۔ اور ملکِ شام میں جہاں جہاں مجاہدین تھے ان سب کو اکٹھا کر لیا۔

❁ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عراق سے (فوج کی) بہت بڑی جمعیت (جماعت) بھیجی اور اس طرح حمص کے قریب ایک بار پھر قیامت خیز معرکہ ہوا، فرزندانِ توحید نے یہاں بھی رومیوں کو شکستِ فاش دی اور اب کی بار ان کا پورا کس بل (دَم خم) نکال دیا۔ اس کے بعد رومیوں کو کبھی بھی ہمت نہ ہوئی کہ (مسلمانوں کے مقابلے پر آتے۔

❁ پورا ملکِ شام مسخر (فتح) کر کے اسلامی افواج مقام ''عمواس'' میں اکٹھا ہوئیں۔

اتفاق کی بات کہ یہاں "طاعون" پھیل گیا۔اس کی اطلاع جب حضرت فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہوئی تو خود تشریف لے گئے، چوں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کا فرمان ہے:

جہاں طاعون ہو وہاں نہ جاؤ!

❁ اس لیے مقام "سَرغ" پر پہنچ کر رک گئے۔یہیں حضرت ابو عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حاضر ہوئے اور ان سے تفصیلی حالات سن کر حضرت فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تمام مہاجرین وانصار سے مشورہ طلب کیا۔سب نے مختلف رائیں دیں۔اس کے بعد مہاجرینِ فتح کے معمر (عمر رسیدہ) تجربہ کاروں کو بلایا اور ان سے رائے طلب کی۔ان لوگوں نے مشورہ دیا کہ فوجیں یہاں سے ہٹالی جائیں! اس پر حضرت فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حکم دیا کہ میں صبح کو واپس ہو جاؤں گا۔فوجیں میرے ساتھ واپس چلیں۔حضرت ابو عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یہ حکم ناگوار (ناپسند) ہوا، عرض کی:

أَفِرَارٌ مِّنْ قَدَرِ اللهِ؟

کیا آپ تقدیرِ الٰہی سے راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں؟

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا:

نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ إِلَى قَدَرِ اللهِ۔

❁ ہم تقدیرِ الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف جا رہے ہیں۔کاش تمھارے علاوہ اور کوئی یہ بات کہتا!

❁ پھر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واپس مدینۂ (منورہ) چلے آئے اور حضرت

ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوجیں لیے وہیں رہ گئے۔ (فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) مدینۂ (طیبہ) پہنچ کر حضرت ابوعبیدہ کو لکھا:

تم چند دن کے لیے میرے پاس آجاؤ! تم سے کچھ کام ہے۔

۞ حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سمجھ گئے اور مدینۂ (منورہ) نہیں آئے بالآخر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کے نام حکم نامہ لکھا کہ وہ جگہ نشیبی اور مرطوب ہے (وہاں کی ہوا میں نمی زیادہ ہے) فوج وہاں سے ہٹا کر کسی بلند (اور) صحت بخش جگہ پر لے جاؤ!

۞ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حکم سے مجبور ہو کر حضرت ابوموسی اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مشورہ پر حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پوری فوج لے کر ''جابیہ'' اُٹھ آئے۔ یہاں پہنچنے کے بعد ان کو طاعون ہو گیا۔ جب امیدِ زیست (زندگی کی امید) نہ رہی، تو حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنی جگہ مقرر فرمایا اور جب نماز کا وقت آیا تو حضرت معاذ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ ادھر نماز ختم ہوئی اور ادھر ''امینِ امت'' کی زندگی کے ایام (دن) بھی اختتام کو پہنچ گئے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔ ۵۸ سال کی عمر پائی۔ ۱۷ھ ہجری میں واصل بحق ہوئے۔ تین سال خدمتِ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کا شرف حاصل ہوا اور سات سال شیخینِ کریمین کے دورِ خلافت میں جہاد میں گزارے اور اسی حالت میں معبودِ برحق سے جاملے۔

[نزہۃ القاری، ج:۷، کتاب المناقب، ص:۱۴۱ تا ۱۴۴]

۞۞۞

۱۰

حضرت حمزہ بن عبد المطلب بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (سیدنا) حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے پیارے چچا ہیں، ان) کی کنیت ''ابو عمارہ'' اور لقب ''سید الشہداء'' ہے۔ یہ لقب خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے انھیں عطا فرمایا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

اس خدا کی قسم! جس کے قبضے میں میری زندگی ہے کہ ساتویں آسمان میں اللہ عزوجل کے حضور لکھا ہوا ہے (کہ) ''حمزہ اللہ کا شیر اور اس کے رسول کا شیر ہے''۔

ان کی والدہ کا نام ''ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ'' ہے۔ وہیب، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی والدۂ ماجدہ کے چچا تھے۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی ابولہب کی لونڈی ''ثُوَیْبَۃ'' کا دودھ پیا تھا۔ اس رشتے کی وجہ سے یہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے رضاعی بھائی (بھی) ہو گئے۔

(یہ، عمر میں) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے دو سال یا چار سال بڑے تھے۔ بعثت (اعلانِ نبوت) کے دوسرے سال، حضرتِ عمر (فاروقِ اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے تین دن پہلے مشرف باسلام ہوئے۔

ان کے اسلام لانے کا قصہ یہ ہے کہ ایک دن ابوجہل (ملعون) نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو (سخت) ایذا (تکلیف) پہنچائی تھی اور (آپ کی) شانِ اقدس میں بیہودہ کلمات (بھونڈے الفاظ) استعمال کیے تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے (اپنی شانِ رحمۃ للعالمینی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے) اسے

برداشت فرمایا۔حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شکار کے لیے (مکۂ مکرمہ سے باہر) گئے ہوئے تھے۔جب واپس ہوئے توان کی لونڈی نے انھیں (پورا قصہ) بتایا۔

۞ یہ، سنتے ہی غضب ناک ہوکر (بدبخت) ابوجہل کے پاس گئے اوراس کے سر پر کمان مار کراس کے (ناپاک) سر کوتوڑ (پھوڑ) دیا۔پھر حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور کوتسلی دیتے ہوئے فرمایا:

میں (آپ کے گستاخ) ابوجہل کی مرمت کرآیاہوں۔

حضورِ (انور) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

(چچاجان!) اس سے مجھے (ذرہ برابر) خوشی حاصل نہیں ہوئی۔

انھوں نے (حیرت سے) پوچھا:

(پھر) کس چیز سے خوش ہوگے؟

(آپ نے ارشاد) فرمایا:

اگرآپ اسلام قبول کرلیں تومجھے خوشی حاصل ہوگی۔

۞ (اتنا سنتے ہی ان کے دل میں توحید کا چراغ روشن ہوااور) بلاتاخیر کلمہ پڑھ کراسی وقت مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

۞ یہ اسلام کے وہ پہلے مجاہد ہیں کہ سب سے پہلے حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کے لیے جھنڈابنایااورسب سے پہلا ''سَرِیَّۃٌ'' (اسلامی لشکر) انھی کی سرکردگی (سرپرستی) میں بھیجا۔

۞ اسلام لانے کے بعد ہمیشہ حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی

حمایت کرتے رہے۔جنگِ بدر میں انھوں نے عتبہ بن ربیعہ یا شیبہ بن ربیعہ کو تنہا قتل کیا (تھا) اوران میں سے ایک کو، حضرت (مولا) علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کے ساتھ مل کر قتل کیا (تھا)۔علاوہ ازیں بعد ہی میں طعیمہ بن عدی کو مارا تھا۔(یہ) اتنے ماہر جنگ جو تھے کہ (غزوۂ) احد کے روز شہید ہونے سے پہلے (کافروں کے تقریباً) تیس افراد کوموت کے گھاٹ اتارا تھا۔

❁ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو ان سے بے پناہ محبت تھی۔ (آپ علیک الصلاۃ والسلام اکثر) فرما (یا کر) تے تھے:

میرے سب چچاؤں سے بہتر حمزہ ہیں۔

❁ (غزوۂ احد کے دن) اختتامِ جنگ پر جب ان کی نعش کو دیکھا تو صبر کا دامن (آپ کے) ہاتھ سے چھوٹ گیا۔اتنا روے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ بے ہوش ہو گئے۔دردناک الفاظ میں یہ کلمات ادا فرمائے:

❁ يَا حَمْزَةُ! عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ! يَا اَسَدَ اللّٰهِ وَاَسَدَ رَسُوْلِهٖ! يَا حَمْزَةُ! يَا فَاعِلَ الْخَيْرَاتِ! يَا حَمْزَةُ! يَا كَاشِفَ الْكُرُبَاتِ! يَا حَمْزَةُ! يَا ذَابُّ عَنْ وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

❁ (ترجمہ: اے حمزہ! رسول اللہ کے پیارے چچا۔اے حمزہ! اے اللہ عزوجل اوراس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے شیر۔اے حمزہ! اے نیکیاں کرنے والے! اے حمزہ! اے مصیبتیں ٹالنے والے! اے حمزہ! اے رسول اللہ کا دفاع کرنے والے۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے جب حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی (مثلہ / بگاڑی گئی) لاش کو دیکھا تو فرمایا:

بخدا! اگر یہ لوگ (انھیں قتل کر کے ان کے بدن کے اعضا کاٹنے والے) مجھے مل گئے تو میں بھی ان کے ستر کا یہی حال کروں گا۔ (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے) اس (عزم) پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ. (سورۂ نحل، آیت نمبر: ۱۲۶)

ترجمہ: اگر تم بدلہ لو تو اس کے مثل لو جو تمھارے ساتھ کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔

اس پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

میں صبر کروں گا۔

(پھر آپ نے اپنی) قسم کا کفارہ ادا فرما دیا اور شہدا پر اُن کی نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں پڑھیں اور حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے جنازے پر سات تکبیریں (کہیں)۔ انھیں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک قبر میں دفن فرمایا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ مدینہ کے لیے ایک نہر کا پلان بنایا، جو (غزوۂ احد میں) شہید ہونے والے (نفوسِ قدسیہ) کے مزارات سے ہو کر گزر رہی تھی۔ حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں:

کھدائی میں جب شہداء کی لاشیں برآمد ہوئیں (تو دیکھا گیا کہ) سب تروتازہ تھیں۔ ایک پھاوڑا (غلطی سے) حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاؤں پر پڑا تو اس سے تازہ خون ابل پڑا۔ شہادت کے وقت ان کی عمر انسٹھ سال کی تھی۔ [نزہۃ القاری ، کتاب المغازی ، ج:۷، ص:۲۹۹ تا ۳۰۱]

۱۱

حضرت صہیب بن سنان رومی بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

❁ حضرت صہیب (دوسرا نام عبد الملک) بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو یحیی ہے۔ (ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت قعید ہے، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے: صہیب بن سنان بن مالک بن عبد عمرو بن عقیل بن عامر بن جندلہ بن جذیمہ بن کعب بن سعد بن اسلم بن اوس ربعی نمری)۔ [اسد الغابہ، ج:۳، ص:۳۰]

❁ یہ موصل کے قریب ''دجلہ'' کے کنارے یا دجلہ وفرات کے دوآبے (دو دریا کے بیچ کی زمین جو آگے جا کر مل جائیں، اسے دوآبہ کہتے ہیں) میں ایک گاؤں کے باشندے تھے ۔ ان کے والد (ایران کے بادشاہ) کسریٰ کی طرف سے ''اُبلہ'' کے حاکم تھے۔ ان کے بچپنے میں رومیوں نے حملہ کیا اور مال ومتاع کے ساتھ انھیں بھی اٹھا (کر) لے گئے۔ (اس وجہ سے) ان کی نشو ونما رومیوں میں ہوئی۔ جب جوان ہو گئے (قبیلۂ) تو ''بنو کلب'' (کے افراد) رومیوں سے خرید کر مکہ لائے اور عبد اللہ بن جدعان کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس نے ان کو آزاد کر دیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہ خود بھاگ کر مکۂ (مکرمہ) آئے اور عبد اللہ کے حلیف بن گئے۔

❁ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جب دارِ ارقم میں تشریف فرما تھے

تو تینسویں نمبر پر یہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ یہ سب سے اخیر مہاجر ہیں۔ جب یہ ہجرت کے ارادے سے مکۂ (مکرمہ) سے نکلے، تو اہلِ مکہ نے ان کا پیچھا کیا اور (بالکل) قریب پہنچ گئے۔ انھوں نے اہلِ مکہ سے کہا:

- میرا ترکش تیر سے بھرا ہوا ہے، تم جانتے ہو کہ میں تم میں سب سے زیادہ ماہر تیر انداز ہوں۔ تم میرے قریب اس وقت تک نہیں آسکتے، جب تک کہ تیر ختم نہ ہو جائیں اور جب قریب آؤ گے تو تلوار سے خبر لوں گا۔ (تمھارے لیے) بہتر یہی ہے کہ میرا سب مال لے لو اور (میرا راستہ چھوڑ کر واپس) لوٹ جاؤ۔
- اس پر وہ ستم گر (ظالم) راضی ہو گئے (اور) انھوں نے (ستم گروں کو) اپنے مال کا پتہ بتا دیا۔
- (یہ) حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قبا میں حاضر ہوئے۔ ان کی داستان سن کر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

یہ سودا نفع بخش ہے۔ اے ابو یحیٰ! (ابو یحیٰ ان کی کنیت تھی)۔

اس (موقع) پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

- وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ۔ (سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ۲۰۷)

ترجمہ: اور کچھ لوگ اپنے آپ کو اللہ کی مرضی حاصل کرنے کے لیے بیچتے ہیں اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

- حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ابھی قبا میں حضرت کلثوم بن

ہدم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر میں تھے، کہ یہ بھی پہنچ گئے۔ سب لوگ کھجوریں کھا رہے تھے۔ یہ (انتہائی) بھوکے تھے۔ کھجوروں (کو دیکھتے ہی ان) پر ٹوٹ پڑے۔ ان کی ایک آنکھ میں آشوب تھا۔ کھجوریں آشوب (کی بیماری) میں مضر (نقصان دِہ) ہیں۔ حضرت صہیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خوش طبع تھے۔ حضرت عمر (فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے (انھیں) چھیڑتے ہوئے عرض کی :

❁ یارسول اللہ! ملاحظہ فرمائیں! صہیب کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں اور (یہ) کھجوریں کھا رہے ہیں۔ (حالاں کہ کھجوریں ان کے لیے نقصان دِہ ہیں)۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان سے فرمایا :

صہیب! اس حال میں کھجوریں کھا رہے ہو!

(انھوں نے) عرض کی:

❁ (یارسول اللہ!) جو آنکھ دکھ رہی ہے اس طرف سے نہیں کھا رہا ہوں، جو اچھی ہے اس طرف سے کھا رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ہنس پڑے۔

یہ اور حضرت (مولا) علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) اس وقت کے اخیر مہاجر ہیں۔ (یہ) تمام مشاہد (غزوات) میں شریک ہوئے، خود فرماتے ہیں:

❁ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جہاں بھی تشریف لے گئے، جس جنگ میں گئے، جو بھی بیعت کی، (مَیں) سب میں حاضر تھا۔ ہر غزوے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے دائیں بائیں رہتا، جب آگے سے (دشمن کے حملے کا) اندیشہ ہوتا تو آگے ہو جاتا اور جب پیچھے سے (حملے کا اندیشہ) ہوتا (تو) پیچھے ہو جاتا۔ میں نے کبھی

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو دشمن کے سامنے نہیں ہونے دیا۔

❁ قبلِ بعثت بھی رفقائے خصوصی (خاص دوستوں) میں تھے۔حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

❁ میں سابق العرب ہوں، صہیب (رومی) سابق الروم، سلمان (فارسی) سابق الفارس اور بلال سابق الحبشہ ہیں۔

❁ چوں کہ نشونما رومیوں میں ہوئی تھی اس لیے کماحقہٗ عربی بول نہیں پاتے تھے۔ ایک بار حضرت عمر (فاروقِ اعظم) رضی اللہ تعالی عنہ، عوالیِ مدینہ میں ان سے ملنے گئے ۔(عوالی، عالیہ کی جمع ہے۔مدینۂ منورہ کی جنوب مشرق کی جانب کی آبادیوں کو عوالی یعنی بالائی علاقے کہا جاتا ہے) جب انھوں نے دیکھا تو پکارنے لگے:

یاناس! یاناس! (یعنی) اے لوگو! اے لوگو!

❁ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ہم راہیوں (ساتھیوں) سے دریافت فرمایا: انھیں کیا ہوگیا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ اپنے غلام کو ''ناس ناس'' کہہ کر پکار رہے ہیں۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے (ان سے) فرمایا:

❁ اے صہیب! تم میں چند عیب ہیں (تمھاری کچھ باتیں مجھے ناپسند ہیں)۔تم رومی ہو اور اہل عرب سے نسب ملاتے ہو (حالاں کہ تم) ہکلاتے ہو یعنی عربی صحیح نہیں بول پاتے، فضول خرچی کرتے ہو اور نبی (ایک پیغمبر) کے نام پر (اپنی) کنیت (ابو یحییٰ) رکھتے ہو (حالاں کہ یحییٰ نام کی تمھاری کوئی اولاد نہیں ہے)

(انھوں نے) عرض کی:

میں دراصل عربی ہوں، رومی مجھے قید کر (کے) لے گئے (تھے) انھیں میں (میری) نشوونما ہوئی۔ اس لیے صحیح (فصیح) عربی نہیں بول پاتا۔ اور چوں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ (خدا کے بندوں کو) خوب کھانا کھلاؤ! تو میں اس پر عمل کرتا ہوں اور ابو یحییٰ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے میری کنیت رکھی ہے۔ (ان کے اس جواب سے حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطمئن ہو گئے)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ اسی وجہ سے وصیت فرمائی تھی کہ جب تک (اہلِ) شوریٰ کسی خلیفہ کا انتخاب نہ کرے صہیب نماز پڑھائیں اور امورِ خلافت کو انجام دیں، چناں چہ تین دن تک یہ اس منصب پر فائز رہے۔

۳۸ھ میں جب عمرِ مبارک ۷۲ رسال ہوئی، تو مدینۂ طیبہ میں وصال فرمایا۔ اور دنیاے اسلام کے سب سے متبرک قبرستان ''جنت البقیع'' میں دفن ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: صہیب روم کا پہلا پھل ہے۔

[نزہۃ القاری، کتاب الجنائز، ج: ۴، ص: ۶۱۔ کتاب البیوع ج: ۵، ص: ۲۶۶]

۱۲

حضرت مصعب بن عمیر بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو محمد، ان کے والد کا نام عمیر اور والدہ کا نام خناس بنت مالک ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب ''قصی بن کلاب'' پر جا کر شجرۂ نبوی سے مل جاتا ہے۔ ان کے مورث اعلیٰ ''عبد الدار'' اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے جدِ اعلیٰ ''عبد مناف'' بھائی ہیں۔

یہ انتہائی حسین وجمیل بزرگ تھے اور ظاہری شکل وشباہت حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی۔ ماں باپ کے بہت ہی چہیتے اور پیارے تھے۔ اُنھوں نے بہت ہی ناز ونعمت سے پالا، اعلیٰ سے اعلیٰ پوشاک (لباس) سے سجے اور عمدہ سے عمدہ خوشبو سے معطر رہتے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جب ان کا تذکرہ فرماتے تو ارشاد فرماتے:

میں نے مکۂ (مکرمہ) میں مصعب (بن عمیر) سے زیاد حسین، خوش پوشاک اور پروردۂ نعمت نہیں دیکھا۔

مگر اس ناز ونعمت میں پلے ہوئے پیکرِ جمیل نے شرابِ توحید ایسی پی کہ شہادت کے بعد جسم پر صرف ایک چھوٹی سی کملی رہ گئی تھی۔

عجب چیز ہے لذتِ آشنائی　　دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

ظاہری حسن وجمال کے ساتھ ساتھ باطنی حسن بھی فطرت میں ودیعت (رکھا گیا) تھا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جب حضور (رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) دارِ ارقم میں تشریف فرماتھے، تو یہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دولتِ اسلام سے مالامال ہو گئے۔ ابتداً اسلام (اپنے مسلمان ہونے) کو چھپایا؛ مگر ایک دن عثمان بن طلحہ نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو ان کے باپ کو خبر کر دی۔ اس جرم میں گھر کے اندر قید کر دیے گئے۔ جب حبشہ کی طرف ہجرت شروع ہوئی تو موقع پا کر ایک دن حبشہ چلے گئے۔

کچھ دن کے بعد مکۂ (مکرمہ) واپس ہوئے تو وہ ظاہری حسن وجمال ورعنائی رخصت ہو چکی تھی۔ ماں باپ نے دیکھا تو ترس آ گیا اور گھر میں پناہ ملی۔ جب انصارِ کرام نے

بیعتِ عقبۂ اولیٰ کی اور (حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم کی بارگاہِ اقدس میں) ایک مبلغ کی درخواست پیش کی، تو (آپ کی) نگاہِ انتخاب اِن پر پڑی اور یہ مدینۂ طیبہ تشریف لے گئے اور سال بھر میں وہ انقلاب برپا کردیا کہ سال آئندہ عازمینِ حج (حجِّ بیت اللّٰد کا قصد وارادہ کرنے والوں) میں (سے) بہتر افراد حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے۔

❁ جنگِ بدر اور جنگِ اُحد میں لشکرِ نبوی کے علم بردار تھے۔ جنگِ اُحد میں حقِّ جاں نثاری ادا کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ جنگِ احد میں جب صحابۂ کرام انتشارِ عام کے شکار ہو گئے تھے (اور کافروں کے پلٹ وار کے بعد، اکثر حضرات آقائے کریم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو میدانِ جہاد میں چھوڑ کر اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے) یہ اس وقت بھی بڑی پامردی سے لوائے اسلام (پرچمِ اسلام) لیے ہوئے اپنی جگہ پر ڈٹے رہے۔

❁ (جب عبد اللّٰہ) ابن قمیّہ (نامی ظالم) نے بڑھ کر تلوار سے (ان کا) داہنا ہاتھ قلم کردیا، تو (انھوں نے) بائیں ہاتھ میں علم (جھنڈا لے) لیا، اور یہ آیتِ کریمہ "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ" کی تلاوت (شروع) کی۔ اس (بد بخت) نے اسے (بائیں ہاتھ کو) بھی قلم کردیا، تو دونوں بازوؤں سے تھام کر سینے سے چمٹا کر علمِ اسلام بلند کیے رہے۔ اس ظالم نے جھنجھلا کر سینے پر ایسا نیزہ مارا کہ اس کی انّی سینے ہی میں رہ گئی اور یہ داعیِ توحید (لوگوں کو توحید کی دعوت دینے والا) آیتِ مذکورہ کی تلاوت کرتے ہوئے واصل بحق ہو گئے۔

❁ اب عَلَم بڑھ کر ان کے بھائی ابو الروم بن عمیر نے اٹھا لیا۔ جو اخیر دم تک لیے رہے۔ جنگ کے خاتمے کے بعد حضور اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے

ان کی مبارک لاش کے قریب کھڑے ہو کر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ [سورۂ احزاب، آیت نمبر: ۲۳]

(ترجمہ: مومنین میں کچھ ایسے (ہمت والے مرد) ہیں جنھوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انھوں نے اللہ سے کیا تھا سو ان میں سے بعض نے (شہید ہو کر) اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض منتظر ہیں اور انھوں نے (اپنے وعدے میں) کوئی تبدیلی نہیں کی)۔ [تبیان القرآن]

پھر ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

میں نے تم کو مکے میں دیکھا تھا، تم سے زیادہ حسین اور خوش پوشاک کوئی جوان نہ تھا اور آج دیکھ رہا ہوں کہ تمھارے بال الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔ اللہ (عزوجل) کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن ضرور اللہ عزوجل کے حضور حاضر ہو گے۔ شہادت کے وقت عمر مبارک چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔

خوشا رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن		خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

[نزہۃ القاری، کتاب الجنائز، ج: ۴، ص: ۴۸/۴۷]

﴿۱۳﴾

حضرت خنیس بن حذافہ بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرتِ (ابو حذیفہ) خنیس بن حذافہ (بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم) سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مہاجرینِ اولین میں سے ہیں۔ (حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے دارِ ارقم میں مجلسِ رشد و ہدایت قائم فرمانے سے پہلے دامنِ اسلام سے وابستہ

ہوئے)۔(ملکِ) حبشہ کی جانب بھی ہجرت کی، پھر مدینۂ طیبہ کی طرف (ہجرت کی)۔ تمام اصحابِ سیر (سیرت نگاروں) نے لکھا ہے کہ (یہ غزوۂ) بدر میں بھی شریک ہوئے اور (غزوۂ) اُحد میں بھی۔

(یہ، ام المومنین حضرت سیدتنا حفصہ بنت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پہلے شوہر ہیں) جنگ اُحد میں ان کو ایک کاری (شدید) زخم لگا، جس کے صدمے سے مدینۂ طیبہ میں وفات پا گئے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہجرت کے پچیس یا تیس ماہ کے بعد نکاح فرمایا تھا اور اُحد کا واقعہ ہجرت کے اکتیس ماہ کے بعد رونما ہوا؛ اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس زخم سے واصل بحق ہوئے جو (غزوۂ) احد میں انھیں لگا تھا؛ بلکہ یہ زخم ان کو (غزوۂ) بدر میں لگا تھا اور (یہ غزوۂ) احد سے قبل ہی یہ وفات پا چکے تھے۔(حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے جنازہ پڑھایا اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں، جنۃ البقیع میں دفن کیے گئے۔ ان کی شہادت کے بعد، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عدت گزارنے کے بعد، حضور نبیِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے نکاح میں آئیں)۔[نزہۃ القاری، کتاب المغازی، ج:۷،ص:۲۸۰]

۱۴

حضرت سعد بن خولہ بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اصل کے اعتبار سے عجمی تھے، یمن کے باشندے اور بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے؛ اس لیے بعض لوگوں نے ان کو بنی عامر کا فرد کہہ

دیا۔ یہ سابقینِ اولین میں سے ہیں، پہلے (حضرت جعفر بن ابوطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ) حبشہ (کی طرف) ہجرت کی پھر (وہاں سے) مدینۂ طیبہ (کی جانب ہجرت کی اور حضرت کلثوم بن ہدم کے مکان پر ٹھہرے)۔

بدر، اُحد، خندق اور صلح حدیبیہ کے مشاہد (غزوات) میں شریک رہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر مکۂ معظّمہ میں وفات پائی۔ اللہ کی رضا کے لیے جس پیارے وطن کو ترک کیا تھا، وہاں پیوندِ خاک (مدفون) ہونا مہاجرین اور خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو پسند نہ تھا، اس لیے حضورِ (اقدس) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم (کو رنج لاحق ہوا؛ اس لیے حضرت سعد کے حق میں آپ نے) فرمایا:

لیکن سعد بن خولہ قابلِ رحم ہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجنائز، ج: ۴، ص: ۷۰]

۱۵

حضرت عبداللہ بن رَواحہ بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابو محمد) عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی خزرج کے ممتاز افراد اور انصارِ کرام کے سابقینِ اولین میں سے ہیں (سلسلۂ نسب یہ ہے: عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرا القیس بن عمرو بن امرا القیس اکبر بن مالک اغر بن ثعلبہ مدنی خزرجی۔ ان کی والدہ کا نام کبشہ بنت واقد بن عمرو ہے)۔

لَیلَۃُ العَقَبَۃ کے نُقَبا میں یہ بھی ہیں۔ (آپ بنو حارثہ کے نقیب بنائے گئے تھے) بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ یہاں تک کہ (جمادی الاولیٰ ۸ھ میں موتہ نامی مقام پر ہونے والے) غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ ان سے حضرت انس

بن مالک، حضرت اسامہ اور حضرت (عبداللہ) ابن عباس رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے احادیثِ (کریمہ) روایت کی ہے۔

جب کہیں لشکرِ اسلام جاتا تو یہ سب سے پہلے جاتے اور سب سے آخر میں لوٹتے۔

جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۔ [سورۂ شعراء، آیت نمبر: ۲۲۴]

ترجمہ: شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں۔

تو یہ بہت رنجیدہ ہوئے اور کہا: میں ان ہی میں سے ہوں۔

تو یہ آیت نازل ہوئی:

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔)

[سورۂ شعراء، آیت نمبر: ۲۲۷]

ترجمہ: مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے (اور انھوں نے اللہ کو بہت زیادہ یاد کیا اور انھوں نے اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا اور ظلم کرنے والے عن قریب جان لیں گے کہ وہ کیسی لوٹنے کی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں)۔ [تبیان القرآن]

(آپ) عرب کے ممتاز شعراء میں تھے، ایمان سے مشرف ہونے کے بعد صرف نعتِ (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) سے شغل رہ گیا۔

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

[نزہۃ القاری، کتاب الجنائز، ج: ۴، ص: ۷۳]

(آپ نہایت عابد وزاہد تھے، آپ کے بارے میں حضور رحمتِ دوعالَم فرماتے ہیں: رواحہ کے بیٹے پر خدا کی رحمتیں ہوں! وہ ایسی مجلسوں کو پسند کرتا ہے جن پر فرشتے بھی فخر کرتے ہیں)۔(الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ج:۴،ص:۶۶]

﴿۱۶﴾

حضرت زید بن حارثہ بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت زید بن حارثہ (بن شرجیل بن کعب بن عبدالعزی بن امرئ القیس کلبی قضاعی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنوقضاعہ کے چشم و چراغ تھے۔ یہ یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ ابھی بہت کم سن (کم عمر) تھے کہ ان کی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ اپنے میکے (بنی معن) میں گئیں، جو بنی طے کی شاخ تھی۔ اتفاق کی بات (کہ) بنوقیس نے ان پر حملہ کیا اور غارت گری میں حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی اٹھا لائے اور بازارِ حباشہ میں (حضرت) حکیم بن حزام کے ہاتھ چار سو درہم میں بیچ ڈالا۔

انھوں نے اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پیش کیا۔ ام المومنین (سلام اللہ علیہا) نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو نذر کیا، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کو اپنا متبنّٰی (منہ بولا بیٹا) بنالیا تھا۔ اسی وجہ سے (یہ) عرب کے دستور کے مطابق زید بن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کہے جاتے تھے۔

جب یہ آیتِ کریمہ:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ ''یعنی انھیں ان کے باپ کے نام کے ساتھ پکارو!

❁ نازل ہوئی تو مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔ ایک دفعہ ان کے والد تلاش کرتے کرتے مکۂ معظّمہ پہنچے اور انھیں پالیا۔ (حضور سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے بچے کو واپس مانگا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا :

ان سے پوچھ لو! اگر یہ جانا چاہیں تو لے جاؤ۔

❁ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی شفقت ومحبت سے اس قدر متاثر تھے کہ انھوں) نے (اپنے حقیقی) باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور (ہمیشہ کے لیے) حضورِ (اقدس) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی غلامی قبول فرمائی۔

❁ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اتنے پیارے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اپنی پھوپھی کی صاحب زادی حضرت زینب (بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے پہلے ان کا نکاح کیا تھا۔

❁ صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) میں یہ فخر صرف انھی کو حاصل ہے کہ قرآن کریم میں ان کا نام مذکور ہے۔ (اللہ رب العزت نے فرمایا:)

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔ [سورۂ احزاب، آیت نمبر: ۳۷]

ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمھارے نکاح میں دے دی۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان (زید بن حارثہ) کا دوسرا نکاح (اپنے والد حضرت سیدنا عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کنیز) حضرت ام ایمن (برکۃ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کیا تھا، جن سے حضرت اُسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پیدا ہوئے۔ (ام ایمن برکۃ بنت ثعلبہ سے) ان کی (کُل) تین اولادیں ہوئیں (۱) اسامہ بن زید (۲) زید بن زید (۳) رقیہ بنت زید۔ یہ دونوں صغر سن (ہی) میں وفات پا گئے۔ صرف حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زندہ رہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجنائز، ج: ۴، ص: ۲۷۔ وکتاب الجنائز، جلد: ۴، ص: ۲۷]

۱۷

حضرت بلال بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت بلال حبشی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ ہے۔ ابو عبد اللہ (آپ کی) کنیت ہے۔ یہ ''بنی جمح'' کے خانہ زاد غلام تھے۔ یعنی یہ اپنے آقا کی مملوکہ کنیز کے بطن سے تھے۔ یہ بھی قدیم الاسلام بزرگوں میں ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

سب سے پہلے جن بزرگوں نے اسلام ظاہر کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم، حضرت صدیق اکبر، حضرت بلال، (حضرت) عمار، (حضرت) صہیب، حضرت عمار کی والدہ (حضرت) سمیہ اور حضرت مقداد بن اسود (رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تو (مکہ مکرمہ کے) ظالموں (اور درندوں) کا داؤں نہیں چل سکا؛ مگر بقیہ حضرات کو

مکے کے ستمگر (ظالم) طرح طرح (سے) ستاتے (اور مشقِ ستم بناتے تھے)۔

۞ (ملعون) امیہ بن خلف حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چلچلاتی دھوپ میں ننگے بدن چت لٹا کر سینے پر بھاری چٹان رکھ دیتا اور کہتا:

۞ یوں ہی (پڑا) رہ! یہاں تک کہ مر جائے یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) سے پھر جائے۔

۞ اسی حالت میں حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان (کو کئی بار) دیکھا اور ایک قوی (طاقت ور) غلام کے عوض خرید کر آزاد کر دیا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا:

(ابو بکر! اس کارِ خیر میں) مجھے بھی شریک کر لو!

عرض کی:

(یارسول اللہ!) میں انھیں آزاد کر چکا ہوں۔

۞ آزادی (ملنے) کے بعد یہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ رہنے لگے۔ جب اذان مشروع ہوئی تو (یہ) موذن مقرر ہوئے۔ نیز حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے خزانچی بھی تھے۔ تمام مشاہد (غزوات) میں ہم رکابِ سعادت رہے۔

۞ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ ہو تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک تک مدینہ میں رہے اور اذان دیتے رہے۔ پھر جہاد کے لیے ملکِ شام جانے کا ارادہ فرمایا (تو) حضرت عمر (فاروقِ اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

روکنا چاہا، مگر راضی نہ ہوئے اور شام ہی میں ۲۰ یا ۲۱ ھ میں واصل بحق ہوئے اور دمشق میں باب صغیر کے پاس مدفون ہیں۔

۞ ان کی استقامت اور عزیمت کا حال یہ تھا کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

۞ مشرکینِ (مکہ) نے (ظلم کے پہاڑ توڑ کر) جو چاہا ہم سے کہلا لیا سوائے بلال کے۔ انھوں نے انتہائی تکالیف کے باوجود کبھی (بھی) ظالموں کے سامنے سپر نہیں ڈالی اور کبھی کوئی کلمہ (لفظ) ان کی مرضی کے مطابق زبان پر نہیں لائے؛ بلکہ ہمیشہ ''احد احد'' (اللہ عزوجل ایک ہے، وہ ایک ہے) فرمایا کیے۔ ظالم مشرک انھیں کبھی تپتے ہوئے سنگریزوں پر لٹاتے، کبھی انگاروں پر سلاتے، کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں بٹھاتے، کبھی گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالے کر دیتے اور وہ (انھیں مکے کی گلیوں میں) گھسیٹتے (پھرتے)، مگر کوئی (بھی) ستم انھیں متزلزل نہ کر سکا۔

۞ جب حضرت عمر (فاروقِ اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتحِ بیت المقدس کے لیے (ملکِ) شام تشریف لے گئے، تو انھوں نے بھی (مقامِ) ''جابیہ'' میں آ کر استقبال کیا اور ساتھ ساتھ بیت المقدس بھی گئے۔

ایک دن حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا:

اے بلال! آج اذان کہہ دو! (ہم سب تمھاری اذان سننے کے مشتاق ہیں)

(انھوں نے) عرض کی:

۞ میں نے عہد (پختہ ارادہ) کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک

وسلم کے (وصال کے) بعد کسی کے لیے اذان نہیں کہوں گا؛ مگر آپ کی خاطر کہہ دیتا ہوں۔

❁ حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آواز بہت سریلی، دلکش اور بلند تھی۔ (نہ جانے کس نے مشہور کر دیا کہ ان کی آواز میں لکنت تھی) جب اذان شروع کی تو عہدِ نبوت کا منظر (صحابۂ کرام کی) آنکھوں کے سامنے پھر گیا اور تمام حاضرین بے خود ہو گئے۔ ہر آنکھ اشک بار ہو گئی۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا روتے روتے برا حال ہو گیا۔ (وہاں موجود) حضرت معاذ اور حضرت ابو عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سبھی زار و قطار رونے لگے۔

❁ (انھوں نے) ایک بار خواب دیکھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں:

اے بلال! کیا بے مروتی ہے؟ کہ میری زیارت کو نہیں آتے۔

❁ خواب سے بیدار ہوتے ہی مدینۂ (منورہ) کی راہ لی اور (حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے) روضۂ اقدس پر پہنچ کر مرغِ بسمل (ذبح ہونے کے بعد تڑپنے والے مرغ) کی طرح تڑپنے لگے۔

حضرات حسنینِ کریمین (علیٰ جدہما وعلیہما الصلاۃ والسلام) پر نظر پڑی تو ان سے لپٹ لپٹ کر رونے لگے، اور انھیں پیار کرنے لگے۔

ان حضرات نے عرض کی:

آج صبح کو اذان کہہ دیجیے!

❁ صبح کو جب حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے (فجر کی) اذان شروع کی تو پورے مدینے میں کہرام مچ گیا۔ جب "اشھد ان محمدا رسول اللہ" کہا تو مدینۂ (طیبہ) لرز اٹھا۔ پردہ نشیں خواتین اور نوعمر بچے گھروں سے نکل آئے۔ ساکنانِ مدینۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں، رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے عہدِ زَرِیں (سنہری دور) کی یاد تازہ ہوگئی۔ ایسا رقت انگیز سماں مدینے میں کبھی پیدا نہیں ہوا۔

❁ جب ہجرت کر کے (آپ) مدینۂ طیبہ آئے تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان میں اور حضرت ابو رویحہ عبداللہ بن عبدالرحمن خثعمی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) میں مواخات قائم کر دی۔ اس رشتے نے ان میں بہت زیادہ محبت و الفت پیدا کر دی۔

❁ جب (ملکِ) شام جانے لگے تو حضرت فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہہ گئے کہ میرا وظیفہ (میرے بھائی) ابو رویحہ کو دے دیا کیجیے! کچھ دنوں بعد انھیں بھی شام بلا لیا۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے چوں کہ ان کو خرید کر آزاد کیا تھا، اس لیے ان سے بھی بے پناہ محبت کرتے تھے اور احترام بھی۔

❁ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے بعد ان سے ملکِ شام جانے کی اجازت طلب کی، تو حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا:

❁ بلال! میں تمھیں اللہ (عزوجل) اور رسول (اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں مجھے (اپنی) جدائی کا داغ نہ دو! (جب حضرت

صدیقِ اکبر کا شدید اصرار دیکھا) تو رک گئے۔

(حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمام غزوات میں (اپنے آقا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے) ساتھ ساتھ رہے؛ بلکہ ہر سفر میں ہمراہ رہتے اور آگے آگے نیزہ لے کر چلتے۔ انھی کو یہ فخر حاصل ہے کہ جب حضورِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ و بارک وسلم) فتحِ مکہ کے بعد کعبے کے اندر (تشریف لے) گئے، تو یہ ساتھ تھے۔ (آپ ہی) اسلام کے سب سے پہلے مؤذن ہیں۔

کعبے کی چھت پر سب سے پہلے انھوں نے (ہی) اذان دی۔ اس پایے کے بزرگ ہیں کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا:

ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور (انھوں نے) ہمارے سردار (بلال) کو آزاد کیا۔ (ملعون) امیہ بن خلف نے انھیں طرح طرح (سے) ستایا تھا۔ غزوۂ بدر میں انھیں موقع مل گیا تو اس (بدبخت) کا سر قلم کر دیا۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سنا تو فرمایا:

اے بلال! تم نے اپنا بدلہ لے لیا۔ [نزہۃ القاری، کتاب البیوع ج:۵، ص:۲۶۷]

۱۸

حضرت ابوطلحہ زید بن سہل انصاری بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرتِ ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت انس (بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی والدۂ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تھے۔ حضرت امّ سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (اپنے پہلے شوہر "مالک" کے مرنے کے بعد) ان سے عقد کر لیا تھا۔ (لہذا

حضرت ابوطلحہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوتیلے والد ہیں)۔

۞ ان کا نام نامی زید بن سہل انصاری (نجاری) ہے۔ یہ ان منتخب روزگار افراد میں سے ہیں جو بیعتِ عقبہ سے لے کر (بدر واحد وغیرہ) تمام مشاہد (غزوات) میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ہم رکاب رہے۔ (آپ، حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے) مخصوص ومعتمد اصحاب اور نقبا میں سے ایک تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے (وصال کے) بعد چالیس سال باحیات رہے۔

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بتایا:

۞ یہ بحری لشکر کے ساتھ جہاد میں تھے کہ وصال ہو گیا۔ سات دن تک کوئی جزیرہ نہیں ملا کہ انھیں دفن کیا جاتا۔ سات دن تک جنازہ یوں ہی رہا۔ اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوا۔ سات دن کے بعد جب جزیرہ ملا تو دفن کیا گیا۔ اس مجلس میں اَعیانِ صحابہ (جلیل القدر صحابۂ کرام) میں سے حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابوایوب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابودجانہ، حضرت ابوسہل بن بیضا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی تھے۔ [نزہۃ القاری، کتاب المظالم ج:۵، ص:۴۰۴]

۞ تکمیل حجۃ الوداع میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جب، رمیِ جمرہ اور قربانی سے فارغ ہوئے تو (حضرت معمر بن عبداللہ) حلّاق (حلق کرنے والے / بال صاف کرنے والے) کو بلایا اور پہلے (سرِ اقدس کے) داہنی طرف منڈوایا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر عطا فرمایا اور فرمایا (کہ) انھیں (موے مبارک کو) لوگوں

میں تقسیم کر دو! انھوں نے ایک ایک دو دو بال تقسیم کر دیے۔ پھر (سرِ انور کے) بائیں جانب منڈوا کر انھی کو عنایت فرمایا۔ انھوں نے اپنی زوجہ حضرت ام سلیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو (دے) دیا۔

حضورِ اقدس سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

انھیں خوشبو میں رکھنا۔

چوں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیرِ پرورش تھے (اور) حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی والدہ تھیں (اس لیے) ان حضرات سے موے مبارک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملے۔ اور ان سے حضرت محمد بن سیرین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو۔ اِس تعلق کی بنا پر کہ ان کے والد سیرین حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج ۱: ص: ۵۱۸]

۱۹

حضرت عاصم بن عدی بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابوعمرو) عاصم بن عدی (بن جد بن عجلان بن حارثہ بن ضبیعہ بن حرام) رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت جلیل القدر صحابی تھے۔ (یہ اگرچہ ہجرتِ نبوی کے بعد مسلمان ہوئے؛ لیکن) اُحد، خندق اور تمام مشاہد (غزوات) میں شریک رہے۔

غزوۂ بدر میں میدانِ جنگ میں حاضر نہ (ہو سکے) تھے؛ لیکن چوں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کو قبا اور عوالی مدینہ پر اپنی نیابت میں حاکم بنایا تھا (اور میدانِ بدر جاتے ہوئے مسجدِ ضرار سے انھیں واپس کر دیا تھا) اس لیے ان کا شمار (بھی) اصحابِ بدر میں ہے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے

بدر کے مالِ غنیمت میں سے انھیں حصہ بھی عطا فرمایا تھا۔

(حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ حکومت میں تقریباً ۴۵ھ میں وصال فرمایا) قریب قریب ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ [نزہۃ القاری، کتاب الطلاق، ج:۸، ص:۱۳۹]

۲۰

حضرتِ عامر بن ربیعہ بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان سابق الاسلام بزرگوں میں ہیں جنھوں نے اس وقت دولتِ ایمان حاصل کیا جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم دارِ ارقم میں تشریف رکھتے تھے۔

یہ حضرت عمر (فاروقِ اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کے حلیف تھے۔ ان کے والد خطاب نے ان کو متبنّٰی (منہ بولا بیٹا) بنالیا تھا۔ اسی لیے یہ "عامر بن خطاب" کہے جاتے تھے۔ جب یہ آیت کریمہ:

"اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ" انھیں ان کے (حقیقی) باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو۔

نازل ہوئی تو "عامر بن ربیعہ" کے نام سے پکارے جانے لگے۔

انھوں نے دو بار حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینۂ طیبہ آگئے۔ ان کی زوجہ لیلیٰ بنت ابی حشمہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ (یہ) مدینۂ طیبہ ہجرت کرنے والی پہلی خاتون ہیں۔ (حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمام غزوات میں ہم رکابِ رسالت (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ) رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ان) سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ شام کے سفر میں (انھیں اپنے ساتھ) ساتھ رکھا، اور اسی طرح حج کے سفر میں بھی ساتھ رکھتے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جب شورش بپا ہوئی، تو (یہ) گوشہ نشین ہو گئے۔ گوشہ نشینی ہی کی حالت میں، حضرت عثمان (غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کے چند دنوں بعد واصل بحق ہو گئے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجنائز، ج: ۴، ص: ۸۰]

۲۱

حضرت سعد بن ربیع بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انصارِ کرام کے بنی خزرج کے سر برآوردہ (سرداروں) اور ممتاز افراد میں (سے) تھے۔ (ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے: سعد بن ربیع بن عمرو بن ابوزہیر بن مالک بن امرأالقیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب)۔ بیعتِ عقبہ (اُولیٰ میں مسلمان ہوئے اور بیعتِ عقبۂ ثانیہ) میں شریک ہوئے اور بارہ نقبا (نقیبوں) میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ (آپ اپنے قبیلے کے نقیب بنائے گئے تھے)۔

(آپ) غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں (انتہائی جاں بازی و جاں نثاری کے ساتھ لڑے اور جسمِ اقدس پر نیزوں کے بارہ زخم کھا کر) شہادت سے سرفراز ہوئے [نزہۃ القاری، کتاب البیوع ۵، ص: ۱۶۵]

(آپ اپنے آقا و مولا حضور رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی محبت میں فنا تھے۔ غزوۂ احد کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو سعد بن ربیع کی خبر لائے؟ ایک شخص نے جا کر شہیدوں اور مقتولوں میں تلاش کیا؛ مگر کہیں کوئی سراغ نہیں لگا، بالآخر اس نے آواز لگا کر کہا: اے سعد! کہاں ہو؟ مجھے

تمھارے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے بھیجا ہے۔

اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا نامِ اقدس سن کر سعد نے نہایت نحیف آواز میں اُسے پکار کر اپنے پاس بلایا اور کہا: یہ میرا آخری وقت میں، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے میرا اسلام کہہ دینا اور انصار سے کہہ دینا کہ اگر معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم شہید ہو گئے اور تم میں سے کوئی بھی شخص زندہ باقی رہا تو اللہ عزوجل کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے۔ اِس وصیت کے بعد حضرت سعد کا انتقال ہو گیا)۔ [اسد الغابہ، ج:ا،ص:۸۹۰۔ مرآۃ المناجیح، ج:۸،ص:۵۶۸]

﴿۲۲﴾

حضرت مِسطَح بن اُثاثہ بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابو عباد عوف) مسطح بن اثاثہ (بن عباد بن مطلب بن عبد مناف بن قصی قرشی مطلبی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خالہ تھیں ،جن کا نام "رائطة" تھا۔حضرت مسطح اور ان کی والدہ سابقینِ اولینِ مہاجرین (بالکل ابتدائی دور میں شرفِ ہجرت سے مشرف ہونے والے خوش نصیبوں) میں سے تھیں۔

اثاثہ مسطح کے بچپن ہی میں فوت ہوگئے۔ماں اور بیٹے دونوں کی کفالت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمارہے تھے۔حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (غزوۂ) بدر میں شریک ہوئے اور ۵۶/سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ایک قول یہ ہے کہ حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنگِ صفین میں شریک ہوئے۔[نزہۃ القاری، کتاب الشھادت ج:۶،ص:۴۵]

﴿۲۳﴾

حضرت عمرو بن عوف بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عمرو بن عوف انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے جلیل القدر بدری صحابی ہیں) یہ (انصاری ہونے کے ساتھ) مہاجر بھی ہیں۔ہوسکتا ہے (کہ) یہ اصل میں اوس یا خزرج سے ہوں، پھر مکۂ (مکرمہ) جا کر سکونت اختیار کرلی ہو اور بنی عامر بن لؤی کی کسی شاخ کے حلیف بن گئے ہوں۔اسلام قبول کرنے کے بعد مدینۂ طیبہ ہجرت کی تھی ،اس لیے مہاجر بھی ہوئے۔[نزہۃ القاری، کتاب الجہاد ج:۶،ص:۳۷۳]

﴿۲۴﴾

حضرت سعد بن معاذ بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابوعمرو) سعد بن معاذ (بن نعمان بن امرأالقیس بن زید بن عبدالاشہل بن حشم بن حارث بن خزرج) رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کے ''قبیلۂ خزرج'' کے سردار تھے۔ (ان کی والدہ کا نام کبشہ بنت رافع تھا جو کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چچازاد بہن تھیں۔

(انھوں نے بیعتِ) عقبۂ اولی اور (بیعتِ عقبۂ) ثانیہ کے درمیان حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بدر، احد اور خندق کے مشاہد (غزوات) میں شریک رہے۔غزوۂ خندق کے موقع پر ہاتھ کی شہ رگ میں ایک تیر آکر لگا، اور بالآخر یہی شہادت کا سبب بنا۔ [نزہۃ القاری، کتاب المناقب، ج:۷،ص:۷۲]

﴿۲۵﴾﴿۲۶﴾

حضرتِ مُعاذ ومُعوَّذ بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

- یہ دونوں نوجوان (حضرت) معوذ بن عفراء اور (حضرت) معاذ بن عمرو بن جموح (رضی اللہ تعالیٰ عنہما، بدری صحابی) تھے۔ (مغازی میں نام نہیں، صرف یہ ہے کہ یہ دونوں عفراء بنت عبید بن ثعلبہ کے بیٹے تھے)۔ معوذ بن عفراء کے والد کا نام حارث ہے اور معاذ بن عمرو (بن جموح) کی ماں کا نام عفراء نہیں؛ لیکن اربابِ سیَر (سیرت نگاروں) نے عام طور پر یہی لکھا ہے کہ ابوجہل (ملعون) کے قاتل معوذ اور معاذ ''عفراء'' کے صاحب زادگان ہیں۔
- (حضرت) معوذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے (غزوۂ بدر میں) ابوجہل کی ٹانگ پر

اس زور کی تلوار ماری کہ اس کی پنڈلی کٹ کر الگ ہوگئی۔ عکرمہ، ابو جہل کے لڑکے نے ان کے شانے (کاندھے) پر (اس قدر زور سے) تلوار ماری کہ (ان کا) ہاتھ کٹ کر الگ ہو گیا۔ صرف چمڑا باقی رہا۔ اس کے باوجود انھوں نے عکرمہ کو دوڑایا؛ مگر وہ بھاگ گئے۔ (یہ فوراً رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ،حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے (اپنا) لعابِ مبارک لگا کر چپکا دیا (وہ ہاتھ) فوراً درست ہوگیا۔ اس کے بعد مدتِ (دراز) تک زندہ رہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں فوت ہوئے۔ (اور حضرت) معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ، غزوۂ) بدر میں شہید ہوئے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجہاد ج:۶، ص:۳۵۷]

۲۷

حضرت مقداد بن عمرو کندی بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

(حضرت) مقداد بن عمرو (بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن عامر) کندی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے اجلۂ صحابہ میں سے ہیں) یہ "مقداد بن اسود" کے نام سے مشہور ہیں۔ خود امام بخاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے کتاب الطہارت میں (انھیں) مقداد بن اسود کہا ہے۔ ویسے ان کے والد کا نام عمرو ہے۔ عمرو نے (یمن کے حضر موت میں رہنے والے قبیلۂ) بنی کندہ سے عقدِ حلف کر لیا تھا۔ اس لیے کندی کہلاتے ہیں۔

اسود (نامی شخص) نے ان کو پالا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ (اس نے) ان کو متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنا لیا تھا، اس لیے مقداد بن اسود کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ تمام مشاہد (غزوات) میں شامل رہے، غزوۂ بدر میں یہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما

صرف دو ہی سوار تھے۔

(یہ ان نفوسِ قدسیہ میں سے ہیں جنھوں نے بالکل ابتدائی زمانے میں دینِ اسلام سے سچی وابستگی ظاہر کی تھی۔ یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ آپ چھٹے یا ساتویں مسلمان ہیں۔ حالاں کہ اس وقت مسلمان ہونا انتہائی خطرناک تھا؛ بلکہ یوں کہیے کہ دامنِ اسلام سے وابستہ ہونا موت کے کنویں میں کودنے کے مترادف تھا؛ مگر حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سخت ترین مصائب و آلام کی پرواہ کیے بغیر اپنے اسلام کا اعلان و اظہار فرمایا)۔[اسد الغابہ، تذکرہ حضرت مقداد بن اسود)

(یہ) مصر کی فتح میں شریک ہوئے اور وہیں مقام ''جرف'' میں ۳۳ ؍ہجری میں وفات پائی۔ اِن کا جنازہ مدینۂ طیبہ لایا گیا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ وصال کے وقت ان کی عمر ۷۰ ؍سال تھی۔ ان سے ۴۲ ؍حدیثیں مروی ہیں، جن میں ایک متفق علیہ ہے اور تین اِفرادِ مسلم سے ہیں[نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج :۲، ص :۳۳۔ و کتاب المغازی، ج:۷، ص:۲۸۳]

۲۸

حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

حضرت (ابوعبداللہ) سالم (بن عبید یا مغفّل) مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فارسی النسل ''اصطخران'' یا کرمان کے تھے۔ ان کے والد کا نام معقل تھا۔ (یہ) ایک انصاری خاتون کے غلام تھے۔ اس نے جب آزاد کر دیا تو یہ حضرت ابوحذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ رہنے لگے۔ انھوں نے ان کو متبنیٰ کر لیا (منہ بولا بیٹا بنالیا) جس کی وجہ سے (لوگ) ان کو سالم بن ابوحذیفہ کہنے لگے، نیز اپنی بھتیجی (حضرت) فاطمہ بنت ولید

بن عتبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے (ان کی) شادی کردی۔

یہ فضلائے موالی (آزاد کردہ غلاموں میں، اہلِ علم) اور خیارِ صحابہ (منتخب صحابۂ کرام) میں سے تھے۔ ان کا شمار قرا (قراءتِ قرآن میں خوب مہارت رکھنے والوں) میں (ہوتا) ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی ہجرت سے پہلے جو صحابۂ کرام ہجرت کر کے مدینۂ طیبہ پہنچے (تھے) ان میں یہ بھی تھے، چوں کہ یہ سب سے زیادہ قرآن مجید پڑھے ہوئے تھے اس لیے یہی ان لوگوں کے امام تھے۔ قبا کے قریب ایک جگہ "عصبہ" تھی، وہیں یہ امامت کرتے تھے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الاحکام، ج۹: ص: ۲۶۷]

جب آیتِ کریمہ "أدعوهم لآباءهم" نازل ہوئی۔ متبنیٰ کو اس کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو! تو ان کو "مولیٰ ابو حذیفہ" کہا جانے لگا۔ یہ دونوں بزرگ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ان کی لاش اس شان سے ملی کہ حضرت سالم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سر حضرت ابو حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاؤں کے پاس اور حضرت ابو حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سر حضرت سالم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاؤں کے پاس ملا۔ یہ دونوں سابقینِ اولین میں ہونے کے ساتھ ساتھ کبارِ مہاجرین واصحابِ بدر میں سے ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الاذان، ج: ۳، ص: ۱۶۳]

۲۹

حضرت ابو ایوب بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابو ایوب خالد بن زید (بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عوف بن غنم) انصاری نجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وہ فخرِ روزگار صحابیِ (رسول) ہیں جنھیں ابتدائے ہجرت میں، ایک

ماہ تک سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی میزبانی کی سعادت حاصل ہوئی۔

یہ اجلۂ صحابہ میں سے ہیں۔ مدینے کے مشہور و معزز قبیلے بنی نجار کے چشم و چراغ ہیں۔ یہ وہی قبیلہ ہے، جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ننہال تھی۔ حضرت ابوایوب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (بیعتِ) عقبۂ ثانیہ اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔

آپسی محاربات (جنگوں) میں آپ ہمیشہ حضرت (مولا) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ رہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے فرمایا:

میری امت کا پہلا لشکر جو (روم کے بادشاہ) قیصر کے دارالسلطنت (راج دھانی) قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوگا اس کے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسطنطنیہ پر پہلا لشکر بھیجا تو اس بشارت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے اکابر صحابہ بھی ساتھ ہوئے۔ ان میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ عین معرکہ کے وقت بیمار ہوئے، جب امیدِ زیست نہ رہی تو ساتھیوں سے فرمایا:

دشمن کی زمین میں، جتنا قریب ہو سکے مجھے دفن کرنا! قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے قبر کھودی گئی، رات میں دفن کیے گئے۔

رومیوں نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ اس لشکر میں (والد کے جبر کی وجہ سے) یزید پلید بھی شریک (ہوگیا) تھا، اس نے جواب دیا : ہمارے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و

صحبہ وبارک وسلم) کے میزبان معزز صحابی کی وفات ہوگئی ہے، ان کو دفن کررہے ہیں۔ اگر ان کی قبر مٹائی گئی تو عرب میں ''ناقوس'' نہ بج پائے گا۔ (ناقوس اس گھنٹے کو کہتے ہیں جسے عیسائی اپنے گرجا گھروں میں نصب کرتے ہیں رگرجے کی گھنٹی)۔

❁ اب تک ان کا مزارِ پُرانوار قسطنطنیہ میں موجود ہے۔ اگر بارش نہیں ہوتی ہے تو ان کے مزارِ (اقدس) پر حاضر ہوکر دعا کرتے ہیں تو بارش ہوتی ہے۔ ان سے ایک سو پچاس احادیثِ (کریمہ) مروی ہیں۔ سات متفق علیہ ہیں۔ تنہا (امام) بخاری نے صرف ایک روایت کی ہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج:۱،ص:۴۶۲]

۳۰

حضرت اُبی بن کعب بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت (ابو المنذر و ابو الطفیل) اُبی بن کعب (بن قیس بن عبید بن زیاد بن معاویہ بن عمر بن مالک نجاری) رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور انصاری صحابی ہیں۔ (انھوں نے) بیعتِ عقبہ (ثانیہ) اور (غزوۂ) بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

❁ (یہ) اس امت کے سب سے بڑے قاری ہیں۔ ان کا خطاب " اقرأ هذه الأمة،، ہے۔ حضرت عمر (فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کو ''سید المسلمین'' (مسلمانوں کے سردار) کہا کرتے تھے۔

❁ ۱۹ یا ۲۰ یا ۳۰ھ میں مدینۂ طیبہ میں وصال فرمایا۔ ان سے ایک سو چونسٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ تین متفق علیہ، چار افرادِ بخاری سے اور سات افرادِ مسلم سے ہیں۔

[نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱،ص:۴۱۶]

﴿۳۱﴾

حضرت مالک بن دُخشُم بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

حضرت مالک بن دُخشُم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدری صحابی ہیں ۔ (ان کا تعلق قبیلۂ خزرج کے خاندان ''بنوغنم بن عوف'' سے تھا) [الطبقات الکبریٰ، ج:۳،ص: ۲۸۲۔ملک بن دخشم۔مطبوعہ داراحیاء التراث العربی] بدر کے موقع پر (مشرکوں کے سردار) سہیل بن عمرو کو انھوں نے ہی گرفتار کیا تھا۔

(ان کی گرفتاری کا مختصر حال یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُنھیں تیر مارا، جس سے اُن کی رَٹ کٹ گئی۔ وہ تیزی کے ساتھ بھاگے؛ لیکن حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکڑ لیا۔حضرت سعد بن ابو وقاص اور حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین بحث و تکرار ہونے لگی۔ دونوں ہی اُنھیں گرفتار کرنے کے مدعی تھے۔ معاملہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا۔آپ نے سہیل کو ان دونوں سے لے لیا۔سہیل وہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہو گئے، بالآخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے عفو و کرم سے متاثر ہو کر، غزوۂ حنین کے بعد مسلمان ہو گئے) [تاریخ دمشق لابن کثیر، ج: ۱۲، جز: ۲۴،ص: ۳۳۳۔مطبوعہ داراحیاء التراث العربی]

مسجدِ ضِرار کو گرانے کی خدمت ان (ہی) کے سپرد ہوئی تھی۔ جسے انھوں نے انجام دیا۔جن صاحب نے ان کے (ایمان کے) بارے میں شک پیش کیا (اس کا سبب یہ) ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی مصلحت یا دینی ضرورت کے تحت منافقین سے خلط ملط رکھتے ہوں اور یہ منافقین سے قطع تعلق و بیزاری کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا قصہ ہے۔

[نزہۃ القاری، کتاب الصلوۃ، ج: ۲،ص: ۴۱۹]

(دراصل بعض صحابۂ کرام کو حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نفاق کا شبہ ہو گیا تھا، چناں چہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہِ اقدس میں اپنا خدشہ ظاہر کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا: کیا وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی نہیں دیتا؟ حضرت عتبان نے کہا: کیوں نہیں، مگر اس کی گواہی قابلِ اعتبار نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے پوچھا: کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں؛ مگر اس کی نماز، نماز نہیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے کہا: ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی طرف سے کوئی رائے قائم کرنے سے منع فرمایا ہے)[اسد الغابہ، ج:۴،ص:۲۳۰، مالک بن دخشم]

(لوگوں کے شبہات دور کرنے ہی کے لیے غزوۂ تبوک سے واپسی پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت مالک بن دخشم اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو، منافقوں کی ذریعے بنائی گئی ''مسجدِ ضرار'' کو گرانے کا حکم دیا۔ یہ دونوں مغرب اور عشا کے درمیان وہاں پہنچے اور آگ لگا کر اُسے بالکل زمیں بوس کر دیا)۔[شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، ج:۴،ص:۹۷]

۳۲

حضرت ابو مسعود انصاری بدری (علی اختلاف) رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عقبہ ہے۔ یہ بنی خزرج کے فرد اور جلیل القدر انصاری صحابی ہیں۔ (بیعتِ) عقبۂ ثانیہ اور (غزوۂ) بدر کے علاوہ تمام مشاہد (غزوات) میں شریک رہے۔

(لیکن) امام بخاری اور (امام) ابن اسحاق وغیرہما کہتے ہیں کہ (یہ) بدر میں بھی شریک رہے۔ یہ بدری (صحابی) کے ساتھ مشہور (بھی) ہیں؛ لیکن ایک فریق یہ کہتا ہے کہ مقامِ بدر میں اقامت پذیر ہونے کی وجہ سے بدری کہلاتے ہیں۔

ان سے ایک سو دو حدیث مروی ہیں۔ نو متفق علیہ اور ایک اِفراد بخاری اور سات اِفراد مسلم سے ہیں۔ کوفہ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ وہیں حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں ۴۰ھ سے قبل وصال فرمایا۔ صحابہ (کرام) میں ایک یہ ابومسعود نام کے (ہیں) اور دوسرے صاحب (حضرت ابومسعود) غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔[

نزہۃ القاری، کتاب الایمان، ج:۱، ص: ۳۴۴

۳۳

حضرت اسید بن حضیر بدری (علی اختلاف) رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت اسید بن حضیر (بن سماک بن عتیک بن رافع بن امرآ القیس) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوس کی مشہور شاخ ''بنی عبدالاشہل'' کے چشم و چراغ تھے۔ (آپ کی کنیت ''ابویحی'' اور ''ابوعتیک'' تھی)۔ یہ خاندانی رئیس تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے مدینۂ (طیبہ) تشریف لانے سے کچھ دن پہلے انصار کے دونوں قبیلے'' اوس اور خزرج'' میں ایک بہت خطرناک لڑائی ہوئی تھی جو ''بغاث'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ان کے والد ''حضیر'' اوس کے رئیس تھے۔ (یہ ہجرتِ نبوی سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے)

(بیعتِ) عقبہ اُولیٰ کے بعد حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینۂ طیبہ تبلیغِ اسلام کے لیے جب تشریف لائے تو ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ پھر ان

کے ساتھ (بیعتِ) عقبہٴ ثانیہ میں شریک ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے جن بارہ نقبا (نقیبوں/ذمے داروں) کو منتخب فرمایا تھا ان میں ایک یہ بھی تھے۔

یہ، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ یہ بہت عاقل و فہیم، صائب الرای بزرگ تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے سچے جاں نثار تھے۔ افک (منافقوں کی جانب سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے) کے سانحے (حادثے) پر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم وآلہ نے ام امومنین حضرت (سیدتنا) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک دامنی بیان کرنے کے بعد یہ (ارشاد) فرمایا:

اس سلسلے میں میری کون مدد کرتا ہے؟

تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

میں حضور کی مدد کروں گا۔ یہ مفتری (الزام لگانے والا) اگر میرے قبیلے اوس کا ہے تو اس کی گردن میں اڑا دوں گا اور اگر ہمارے بھائی ''خزرج'' کا ہے تو آپ حکم دیں! تعمیلِ ارشاد کروں گا۔

اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہہ دیا:

اے اللہ کے دشمن! تم نے جھوٹ کہا: نہ تم اسے قتل کرو گے اور نہ قتل کر سکتے ہو!

یہ سن کر حضرت اُسید بن حضیر کو یارائے ضبط نہ رہا (اور) انھوں نے کہا:

تم نے جھوٹ کہا۔ خدا کی قسم! ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ تم منافق ہو اور

منافقین کی حمایت میں لڑتے ہو۔

❁ (غزوۂ) بدر میں شریک رہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے؛ مگر اس کے بعد سارے مشاہد (غزوات) میں شریک تھے۔ غزوۂ احد کی اس قیامت خیز گھڑی میں جب کہ انتشارِ عام کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ صرف چودہ جاں نثار رہ گئے تھے۔ (ان جاں نثاروں میں) یہ بھی موجود تھے۔ اس غزوہ میں انھیں سات زخم لگے تھے۔ (ان کی) انھیں خوبیوں کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

اسید (بن حضیر) اچھا آدمی ہے۔

ام المومنین حضرت (عائشہ) صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا:

❁ انصار میں تین ایسے بزرگ ہیں جن کے فضل وکمال تک کوئی انصاری نہیں پہنچتا اور یہ تینوں (قبیلۂ) ''بنی عبد الاشہل'' کے فرد ہیں۔ (۱) حضرت سعد بن معاذ (۲) حضرت اسید بن حضیر اور (۳) حضرت عباد بن بشیر۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

❁ حضرت (سیدنا) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا کافی لحاظ رکھتے تھے اور یہی حال حضرت (سیدنا) فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بھی تھا۔ جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح بیت المقدس کے لیے (تشریف) گئے تو (آپ نے) انھیں بھی (اپنے) ساتھ (لے) لیا تھا۔

❁ ۶۰ھ کے شعبان میں (ان کا) وصال ہوا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازے کو کاندھا دیا۔ ان پر چار ہزار دینار قرض تھا، جس کی ادائیگی کے لیے حضرت

فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو وصیت کر گئے تھے ۔ حضرت فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کے باغ کے پھلوں کو بیچ بیچ کر چارسال میں سب قرض ادا کر دیا۔

[نزہۃ القاری، کتاب التیمّم، ج: ۲، ص: ۲۷۷]

۳۴

امّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت خدیجۃ الکبریٰ (سلام اللہ علیہا) وہ خوش نصیب فخرِ کائنات خاتون ہیں، جنھیں سب سے پہلے (حضور) سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم کی زوجیت (بیوی بننے) کا شرف حاصل ہوا۔ جب تک یہ زندہ رہیں (حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے) کسی اور سے نکاح نہیں فرمایا۔ انھی کے بطن سے (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی تمام) اولاد ہوئیں، (سوائے حضرتِ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے؛ کیوں کہ وہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطنِ اطہر سے پیدا ہوئے)۔

ایک قول کے مطابق یہی سب سے پہلے ایمان لائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے پہلے ان کا نکاح ''ابو ہالہ ہند بن زُرارہ'' سے ہوا تھا، اس سے دو فرزند ''ہالہ'' اور ''ہند'' پیدا ہوئے، دونوں ایمان سے مشرف ہوئے۔ ہند واقعۂ جمل میں حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے، اسی میں شہید ہوئے۔ ان کے صاحبزادے کا نام بھی ہند تھا، ان کا (عراق کے شہر) بصرہ کے طاعون (ایک مُہلک جراثیمی بیماری کہ جس میں گلٹی نکلتی ہے۔ پھر بخار آتا ہے اور انسان مَر جاتا ہے) میں وصال ہوا۔

جس دن ان کا وصال ہوا تھا (اُسی دن طاعون سے) ستر ہزار موتیں ہوئی تھیں، سب لوگ اپنے اپنے (رشتے داروں کے) جنازوں میں مصروف تھے، ان کا مبارک جنازہ

اٹھانے والا کوئی نہیں تھا، یہ دیکھ کر ایک عورت نے چلا کر کہا:

وَاُهِنْدَاهُ بن هِنْدَاهُ وابنَ رَبِيْبِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

(ترجمہ: افسوس ہے! ہند کے بیٹے ہند پر، افسوس ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم کے سوتیلے بیٹے کے شہزادے ہند پر، کہ ان کا جنازہ اٹھانے والا کوئی نہیں!)

(اتنا سننا تھا کہ) فوراً تمام جنازے چھوڑ کر لوگ ان کے جنازے پر ٹوٹ پڑے۔ حال یہ ہوا کہ انگلیوں کے پوروں پر ان کا جنازہ لے جایا گیا۔

(امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کی) الاصابة (فی تمییز الصحابة) میں ہے کہ:

جب یہ آیتِ کریمہ:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ)۔ [سورۂ حجر، آیت نمبر: ۹۴]

(ترجمہ: آپ اس کا برملا اعلان کر دیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور مشرکین سے اعراض کریں۔) [تبیان القرآن]

نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم مسجدِ حرام میں تشریف لے گئے اور فرمایا:

اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو! سب (کفارِ مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم پر) یک بارگی ٹوٹ پڑے۔ گھر خبر پہنچی تو حارث بن ابو ہالہ آئے، (انھوں نے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو بچانے کی کوشش کی تو ظالموں نے ان کو (رکنِ

یمانی کے پاس) شہید کرڈالا، راہِ خدا میں یہ سب سے پہلے شہید ہیں۔ یہ "حارث" بھی (ام المومنین) حضرتِ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تھے، یا (ان کے شوہر) ابو ہالہ کی کسی اور زوجہ کے بطن سے تھے، اس کی تفصیل نہیں مل سکی۔

۞ ابو ہالہ کی موت کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح "عتیق بن عائذ" سے ہوا۔ اس سے بھی ایک لڑکی ہندہ پیدا ہوئی۔ عتیق بن عائذ کے مرنے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی زوجیت میں "واقعۂ حِرا" (کہ جس میں حضرت جبریلِ امین علیہ السلام، سورۂ اقرأ کی ابتدائی پانچ آیتیں لے کر، پہلی بار حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہ میں آئے، اس سے) سے ۱۵/سال پہلے آئیں۔

۞ بوقت عقد اُن کی عمر ۴۰/سال اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی (عمرِ مبارک) ۲۵/سال تھی۔ جو واقعہ نکاح کا سبب بنا وہ کتبِ سِیَر (سیرت کی کتابوں) میں مذکور ومعروف ہے۔ (اُمُّ المومنین حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا حضور سرورِ دوعالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے نکاح میں کیسے آئیں، اسے جاننے کے لیے سیرت کی کتابوں کا مثلاً حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کی مشہورِ زمانہ کتاب "سیرتِ مصطفیٰ"، صفحہ ۶۴ تا ۶۸ کا مطالعہ فرمائیں)۔

۞ (حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا، صرف) مکۂ معظّمہ ہی نہیں؛ بلکہ عرب کی دولت مند ترین خاتون تھیں، (رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی محبت میں) اپنا سب مال (راہِ خدا میں) قربان فرمایا اور ہر حال میں اور ہر مشکل کام میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی مونس وہمدم وہم ساز رہیں۔

ماہِ رمضان المبارک عام الحزن سن ۱۰ / نبوی، تقریباً ۲۵ / سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی رفاقت میں رہ کر ۶۵ / سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ اور "حجون" مکہ ٔ معظّمہ کے قبرستان میں، جسے اب جنت المعلیٰ کہا جاتا ہے، مدفون ہوئیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم خود ان کی قبر میں اترے، ان کے لیے دعاے خیر کی۔ اس وقت تک نمازِ جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی۔ (اس لیے نمازِ جنازہ نہیں ہوئی)

اولاد:

ان کے بطنِ (اقدس) سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی ۴ / صاحبزادیاں:

(۱) حضرت سیدہ رقیہ۔

(۲) حضرت سیدہ زینب۔

(۳) حضرت سیدہ ام کلثوم۔

(۴) حضرت سیدہ فاطمہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین۔

اور تین صاحبزادے:

(۱) حضرت سیدنا قاسم۔ (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی کنیت "ابوالقاسم" ان ہی کے نام پر ہے، جمہور علما کے قول کے مطابق پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے، کہ ان کا وصال ہوگیا)۔ [شرح الزرقانی علی المواہب، ج: ۴، ص: ۳۱۶]

(۲) حضرت سیدنا طیب۔

(۳) حضرت سیدنا طاہر۔ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ تولد (پیدا) ہوئے۔

(علمائے سیرت نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطنِ اطہر سے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے دوسرے شہ زادے حضرتِ سیدنا عبداللہ ہیں، ان ہی کو "طیب وطاہر" کہا جاتا ہے۔ یہ اعلانِ نبوت سے قبل مکۂ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں وصال فرما گئے، اور سب سے چھوٹے شہ زادے حضرت سیدنا ابراہیم ہیں، جو کہ آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی مقدس باندی حضرتِ سیدتنا ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکمِ ناز سے، سن ۸ ھ میں، مدینۂ منورہ کے قریب مقام "عالیہ" میں پیدا ہوئے۔ ۱۷/۱۸ ماہ کی عمر میں، ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۰ ھ کو وصال فرما گئے)

[شرح الزرقانی علی المواہب، ج:۴، ص:۳۱۶۔ مدارج النبوۃ ج:۲، ص:۴۵۲]

صاحب زادگان (میں سے دو صاحب زادے) قبلِ بعثت ہی داغِ مفارقت دے گئے (تھے، البتہ) چاروں صاحب زادیاں اسلام سے مشرف ہوئیں اور (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلمکے) عہدِ مبارک میں تین اول الذکر وفات پا گئیں۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد راہیِ جنت ہوئیں۔

نام، لقب اور نسب:

ان کا لقب "طاہرہ" کنیت "ام ہند" ہے۔ باپ کا نام خویلد بن اسد بن عبد عز بن قصی بن کلاب اور ماں کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم ہے۔ ماں عامر بن لُوئی سے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نسب قصی پر جا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلمسے مل جاتا ہے۔

آپ سے محبتِ رسول کا عالم:

ان سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو بہت زیادہ محبت تھی۔ ان کی

وفات کے بعد (نبیؐ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) عادتِ کریمہ تھی کہ بکری ذبح کر کے، حضرت خدیجہ (سلام اللہ علیہا) کی سہیلیوں کے پاس گوشت بھجوایا کرتے (تھے)۔

(ام المومنین) حضرتِ عائشہ (صدیقہ) فرماتی ہیں:

مجھے اَزواج (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی مقدس بیویوں) میں کسی پر اتنا رشک نہ ہوتا جتنا حضرتِ خدیجہ پر ہوتا۔ حضور (اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) ان کا اکثر تذکرہ فرماتے (تھے)۔

کہتی ہیں: ایک بار میں نے کہہ دیا:

آپ تو ان کا تذکرہ ایسا کرتے ہیں گویا کہ دنیا میں خدیجہ کے سوا کوئی عورت ہی نہیں۔ فرمایا: ہاں ہاں وہ ایسی ہی تھیں، وہ ایسی ہی تھیں۔ ان سے مجھے اولاد ہوئی۔

(مزید) فرماتی ہیں:

ایک مرتبہ ان کے تذکرے پر میں نے کہہ دیا آپ ایک (ایسی) بُڑھیا (خاتون) کی یاد کرتے ہیں جو مر چکی (ہیں)۔ (یہ سن کر ارشاد) فرمایا: بات یہ ہے کہ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو اس وقت انھوں نے میری تصدیق کی۔ (جس وقت) لوگ کافر تھے (اس وقت) وہ مسلمان ہوئیں۔ جب میرا کوئی حامی (مددگار) نہ تھا تو انھوں نے میری حمایت کی۔ (تو پھر میں کیوں کر ان کا ذکر نہ کروں؟)

(حضرت خدیجہ) غارِ حرا میں (حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی) خلوت (تنہائی) کے ایام (دنوں) میں کبھی کبھی کھانا لے کر حاضر ہوتیں (تھیں)۔ ایک بار (حضرت) جبریل (علیہ السلام) آئے اور فرمایا: خدیجہ سالن یا کھانا (راوی کو شک ہو گیا) لے کر آ رہی ہیں۔ وہ آ جائیں

تو (انھیں) اللہ عزوجل کا اور میرا اسلام کہیے! اور یہ بشارت دیجیے کہ جنت میں ان کے لیے موتی کا محل ہے، جس میں نہ شور ہوگا، نہ کوئی تکلیف۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ (آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) نزولِ اقرأ کے بعد بھی کبھی کبھی غارِ حرا میں خلوت گزینی کے لیے تشریف لے جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ تمام عورتوں میں یہ سب سے افضل ہیں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

خَیْرُ نِسَآءِهَا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ خَیْرُ نِسَآءِهَا خُدَیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ، قَالَ اَبُوْ کُرَیْبٍ: وَ أَشَارَ وَکِیْعٌ اِلَی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ [بخاری ومسلم] (الصحیح للامام البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب واذ قالت الملائکۃ۔۔۔ رقم الحدیث: ۳۴۳۲۔ الصحیح للامام مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل خدیجۃ، رقم الحدیث: ۶۴۲۴)

ترجمہ: زمین وآسمان کی سب عورتوں سے بہتر مریم بنت عمران ہیں اور زمین وآسمان کی سب عورتوں سے بہتر خدیجہ بنت خویلد ہیں۔

مراد یہ ہے کہ (حضرت) مریم (سلام اللہ علیہا) اپنے زمانے کی سب عورتوں سے بہتر اور (حضرت) خدیجہ (سلام اللہ علیہا) اپنے زمانے کی سب عورتوں سے بہتر۔ یہ امت تمام امتوں سے بہتر، تو جب کہ (حضرت) خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس امت کی عورتوں سے بہتر (ہیں) تو (لامحالہ حضرت) مریم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے بھی افضل (ہوئیں)؛ لیکن ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ اس باب میں توقف (خاموش رہنا) ہی اسلم (زیادہ بہتر) ہے۔

[نزہۃ القاری، باب بدء الوحی، ج:۱، ص: ۱۸۸ تا ۱۹۰]

۳۵

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

نامِ نامی: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ خطابات: ام المومنین، صدیقہ، اور

کنیت: اُمِّ عبد اللہ ہے۔ آپ کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کے بھانجے، حضرت اسما (بنت ابوبکر) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صاحب زادے، حضرت (سیدنا) عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اعتبار سے "ام عبد اللہ" کنیت رکھی۔

۞ ام المومنین خاص ان ہی کو نہیں؛ بلکہ تمام ازواجِ مطہرات کو کہا جاتا ہے، جیسا کہ قرآنِ مجید میں فرمایا گیا ہے:

۞ (اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ) وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ط

[سورۂ احزاب، آیت نمبر: ۶]

ترجمہ: نبی ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے مالک ہیں اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

۞ یہ خلیفۂ اوّل حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحب زادی ہیں، ان کی ماں کا نام حضرت امِّ رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے، جن کا وصال ۶ ھ میں ہوا۔

۞ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۴ر نبوی میں پیدا ہوئیں، ۱۰ر نبوی میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد (رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے) حِبالۂ عقد (رشتۂ نکاح) میں آئیں۔ دیگر ازواجِ مطہرات کے برابر چار سو درہم مہر مقرر رہوا، نکاح کے بعد تین سال تک مکۂ معظّمہ میں رہیں۔ ہجرت کے بعد جب یہ بھی مدینۂ طیبہ آگئیں تو نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی، نو سال (تک حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) خدمتِ اقدس میں رہیں، بعدِ وصال ۴۸ر سال زندہ رہیں۔

۱۷؍رمضان المبارک، شبِ منگل، ۵۷ھ میں ۶۶؍سال کی عمر میں مدینۂ منورہ میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت (سیدنا) ابوہریرہ (عبدالرحمٰن بن صخر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، وصیت کے مطابق دیگر ازواجِ مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (آپ کی چند ممتاز خوبیاں یہ ہیں)

(۱) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم دیگر ازواج کی بہ نسبت آپ سے سب سے زیادہ محبت فرماتے تھے۔

(۲) علم واجتہاد میں سب سے زیادہ بڑھی ہوئیں تھیں، حضراتِ خلفاے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے عہد (زمانے) سے ہی فتاویٰ دیتی تھیں۔

(۳) جتنی احادیث ان سے مروی ہیں ازواجِ مطہرات میں سے کسی سے بھی مروی نہیں ہیں، اسی وجہ سے ایک قول یہ ہے کہ یہ دنیا کی تمام عورتوں میں مطلقاً حتیٰ کہ حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہما سے بھی افضل ہیں۔

بعض حضرات نے فرمایا:

چوں کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم کی) صاحب زادی ہیں، (لہذا) جزئیتِ رسول کی وجہ سے یہ سب سے زیادہ افضل ہوئیں، یہاں تک کہ (ام المومنین) حضرتِ (سیدتنا) عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی افضل ہیں۔

[نزھۃ القاری، باب بدء الوحی، ج:۱، ص:۱۷۵]

۳۶

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

❁ اُم المومنین حضرت سودہ بنت زُمعہ (بن قیس بن حجر بن عبدود قرشیہ عامریہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا قدیم الاسلام (صحابیہ) ہیں۔ان کا نسب ''لوی'' پر جا کر شجرۂ نبوی سے مل جاتا ہے۔

❁ ان کا نکاح پہلے ان کے چچا کے لڑکے سکران بن عمرو بن شمس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہوا تھا۔ان کے یہ شوہر بھی انھی کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے۔ان دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرتِ ثانیہ (بھی) کی تھی۔پھر (جب) مکۂ (مکرمہ) واپس آئے (تو) ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔اس کے بعد ۱۰ر نبوی میں حضرت خدیجۃ الکبری (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی وفات کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان سے نکاح فرمایا۔

❁ (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلمسے ان کا نکاح) حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ عقد سے پہلے (ہوا)، یہی مشہور ہے۔حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلمسے نکاح کے قبل حضرت سودہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے یہ خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کی گردن پر اپنا پائے اقدس رکھا۔

❁ خواب اپنے شوہر (حضرت) سکران (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیان کیا، تو انھوں نے کہا:

❁ اگر تم سچ کہتی ہو تو میں عن قریب مر جاؤں گا اور تم سے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نکاح کریں گے۔

اس کے بعد (انھوں نے) پھر (خواب) دیکھا (کہ) وہ تکیہ لگائے بیٹھی ہیں اور ایک چاند آسمان سے اتر کران کی گود میں آ گیا ہے۔ اس خواب کو بھی (حضرت) سکران کوسنایا تو انھوں نے وہی تعبیر بتائی۔ اسی دن (حضرت) سکران بیمار ہو گئے اور چند دن کے بعد فوت ہو گئے۔

پھر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ مکۂ (مکرمہ) میں زُفات بھی فرمایا۔ یہ ہجرت کر کے مدینۂ طیبہ آئیں۔ اخیر عمر میں جب کبیر السن (بوڑھی) ہوگئیں تو اپنی باری حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دے دی۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ حج (کرنے کا شرف حاصل) کیا۔ پھر کبھی باہر نہ نکلیں۔ علی اِختلافِ روایت حضرت عمر (فاروقِ اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری ایام میں وصال ہوا۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حکم دیا کہ ان کا جنازہ رات میں اٹھایا جائے۔ یا (پھر) شوال ۵۴ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مدینۂ (منورہ) میں وصال ہوا۔

یہ بہت قد آور (لمبی) لحیم شحیم (صحت مند) خاتون تھیں۔ ان سے پانچ حدیثیں مروی ہیں۔ دو (امام) بخاری (علیہ الرحمہ) نے تخریج کی ہے، باقی سننِ اربعہ میں مروی ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج:۱، ص:۴۷۰]

۳۷

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث (بن حزن بن ابن بجیر بن ہزم بن رویبہ)

ہلالیہ عامریہ رضی اللہ تعالی عنہا، حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت ام الفضل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بہن تھیں۔ (پہلے ان کا نام ''برّہ'' تھا، رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم نے تبدیل فرما کر ''میمونہ'' رکھ دیا)۔ (زمانۂ) جاہلیت میں یہ مسعود بن عمرو ثقفی کی زوجیت میں تھیں۔ اس نے ان کو چھوڑ دیا تو ان کا نکاح ابورہم (بن عبد العزی) سے ہوا۔ اس کا بھی جب انتقال ہو گیا تو عمرۃ القضا کے موقع پر (۷ھ) میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے عقد میں آئیں۔

۞ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ (حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے) ان سے مکۂ معظّمہ سے دس میل پہلے مقام ''سرف'' پر نکاح فرمایا۔ اور یہیں ان کا وصال بھی ہوا۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان کے بعد پھر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اور کوئی نکاح نہیں فرمایا۔ یہ آخری ازواج میں سے ہیں۔ ان کا وصال ۶۱ یا ۵۱ھ میں ہوا۔

۞ حضرت (عبد اللہ) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ان سے ایک جماعت نے روایت کیا (ہے) انھی میں حضرت (عبد اللہ) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج:۱، ص:۴۴۹]

۳۸

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

۞ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینے کے باشندے یہودیوں کے مشہور قبیلہ ''بنی نضیر'' کے سردار حُيَیّ بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ (بنو قریظہ مدینہ کا ایک مشہور اور

نہایت قدیم یہودی قبیلہ تھا) جب ۴ھ میں باہمی معاہدے کے باوجود انھوں (یہودیوں) نے بدعہدی (غداری) کی حتی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کوشہید کرنے کی (ناپاک) سازش کی تو انھیں جلاوطن کردیا گیا۔ (مدینۂ منورہ سے نکالے جانے کے بعد) یہ (لوگ) جا کر خیبر میں آباد ہو گئے۔ حضرتِ صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا، پیغمبرِ خدا) حضرت (سیدنا) ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ ان کا باپ بنو قریطہ کے ساتھ قتل ہوا۔

۞ (بنو قریطہ کے قتل کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ نہ صرف یہ کہ بدعہدی کی؛ بلکہ جس قلعے میں مسلم عورتیں اور بچے تھے اس پر حملہ بھی کیا۔ جنگِ خندق کے بعد مسلمانوں نے بنو قریطہ کا محاصرہ کیا، محاصرہ سے تنگ آ کر انھوں نے کہا کہ ہمارے حق میں حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو فیصل بنائیں، ہم ان کا فیصلہ قبول کریں گے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہمارے حق میں فیصلہ دیں گے؛ مگر انھوں نے توریت کے مطابق یہ فیصلہ سنایا کہ لڑنے والوں کو قتل کردیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے اور ان کے سازوسامان کو مالِ غنیمت قرار دیا جائے۔ چناں چہ اس فیصلے پر عمل ہوا اور ان کے جنگجوؤں کو قتل کردیا گیا)

۞ حضرت صفیہ کا نکاح پہلے سلام بن مشکم سے ہوا تھا، پھر کنانہ بن ابوالحقیق سے ہوا۔ کنانہ خیبر میں جب مار ڈالا گیا اور یہ قید ہو گئیں تو کرم فرماتے ہوئے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے انھیں اپنے حرم (زوجیت) میں داخل فرمالیا اور (مقامِ) صہبا پر زفاف فرمایا۔ کھجور اور ستو سے دعوتِ ولیمہ فرمائی۔ اس سے پہلے حضرت صفیہ (رضی اللہ

عنہا) نے یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک چاند ان کی گود میں آ گیا ہے۔اس خواب کا تذکرہ اپنی ماں سے کیا۔اس خبیثہ نے انھیں اس زور سے تھپڑ مارا کہ اس کا نشان رہ گیا اور کہا:

تو اپنی گردن اٹھاتی ہے کہ شہنشاہِ عرب کی ملکہ ہو۔

۞ (حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی) خدمتِ اقدس میں حاضری کے وقت اس کا نشان باقی تھا۔انھوں نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کو دکھایا بھی۔یہ حسن وجمال میں یکتا، علم وفضل میں یگانہ (اور) تحمل وبردباری میں بے مثل تھیں۔جب مدینۂ طیبہ آئیں تو ان (کے حسن و جمال) کا شہرہ سن کر عورتیں زیارت کے لیے گئیں۔ام المومنین حضرت (سیدتنا) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی گئیں۔حضورِ (اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) نے انھیں دیکھ لیا۔جب واپس آئیں تو پوچھا کیسی ہے؟انھوں نے کہا یہودیہ ہے۔(ارشاد) فرمایا: یہودیہ مت کہو۔

۞ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ کہا کرتی تھیں کہ ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہ میں زیادہ معزز ہیں، ہم ان کی بیبیاں ہیں اور ان کے چچا کی بیٹیاں ہیں۔اس کی خبر ان (حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ملی تو رونے لگیں۔اسی حال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم تشریف لائے۔(ان کی حالت دیکھ کر) دریافت فرمایا:

کیا بات ہے؟

۞ انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے شکایت کی۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا: تم نے ان دونوں سے یہ کیوں نہ کہہ دیا تم دونوں

مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتی ہو؟ حالاں کہ میرے شوہر ''محمد'' ہیں اور میرے باپ ''ہارون'' اور میرے چچا ''موسیٰ'' علیہم السلام ہیں۔

❁ مرضِ وصال میں تمام ازواجِ (مطہرات) حاضر تھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا حال دیکھ کر حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کہا:

یا نبی اللہ! کاش کہ حضور کی بیماری مجھے ہوتی۔

❁ اس پر تمام ازواجِ (مطہرات) نے (حضرت صفیہ کو) آنکھ مارا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

تم سب کلی کرو!

ازواج (بیویوں) نے عرض کی:

کس چیز سے؟

(ارشاد) فرمایا:

صفیہ کو آنکھ مارنے سے۔ باخدا وہ (اپنے قول میں) سچی ہے۔

❁ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کے مکان) کا بلوائیوں (فسادیوں) نے محاصرہ کر لیا تو یہ اپنے غلام کنانہ کے ساتھ خچر پر سوار ہو کر چلیں کہ بلوائیوں کو واپس کریں۔ اشتر (نامی شخص) نے ان کے خچر کے منہ پر مارا، تو لوٹ پڑیں۔ پھر (مولا علی کے شہزادے) حضرت (امام) حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے) کھانا پانی بھیجتی رہیں۔

❁ ۵۰ھ کے رمضان المبارک میں (آپ کا) وصال ہوا۔ جنت البقیع میں آسودہ

(آرام فرما) ہیں۔ ان سے دس حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے ایک (امام) بخاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے لی ہے۔[نزہۃ القاری، کتاب الغسل، ج:۲،ص:۲۵۷]

﴿۳۹﴾

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

❁ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ''رملہ'' ہے۔ یہ حضرت ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صاحبزادی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بہن ہیں۔ یہ قدیم الاسلام (ابتدائی دور میں اسلام لانے والی) خاتون ہیں۔ پہلے ان کا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا تھا۔ یہ پہلے اسلام لایا اور حضرت ام جبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ (چلا) گیا؛لیکن وہاں جا کر (بدبختی غالب آئی اور) نصرانی (عیسائی) ہو گیا۔

❁ (عبداللہ بن جحش) ۵ یا ۶ ھ میں (حالتِ کفر میں) مر گیا (معاذ اللہ)۔ اس کی موت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی فرمائش پر نَجَاشی شاہِ حبشہ نے ان کا نکاح حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ کر دیا۔ چار سو دینار یا چار ہزار درہم (آپ کا) مہر مقرر ہوا۔ جسے نجاشی نے خود ادا کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج کر مدینۂ طیبہ بلوالیا۔ اس وقت تک غیرِ محرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنے کی ممانعت نہ تھی۔

❁ ان کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ جب حضرت ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فتحِ مکہ سے پہلے، صلح حدیبیہ کی تجدید کے لیے مدینۂ طیبہ آئے اور ان کے گھر گئے اور چاہا کہ حضورِ

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے بسترِ (پاک) پر بیٹھ جائیں۔تو انھوں نے بستر سمیٹ لیا۔حضرت ابوسفیان (رضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے (متعجب ہوکر) پوچھا: بیٹی کیابات ہے؟ میں اس بستر کے لائق نہیں، یا یہ بستر میرے لائق نہیں؟

اس پر ام المومنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا:

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا بسترِ (اقدس) ہے۔تم (اگرچہ میرے باپ ہو، لیکن مشرک ہو۔(اور مشرک ناپاک ہوتا ہے، میں) تمھیں اس پر کیسے بیٹھنے دوں؟ (سبحان اللہ)

۴۴ھ میں (ان کا) وصال ہوا۔جنت البقیع میں، بقیہ ازواجِ مطہرات کے ساتھ آرام فرماہیں۔[نزہۃ القاری، کتاب الجنائز، ج: ۴، ص: ۵۵]

﴿۴۰﴾

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضورنبیؐ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ وبارک وسلم کی) ازواجِ مطہرات میں سے ہیں۔ان کا نام ''رملہ'' تھا (بعض نے کہا کہ ان کا نام ''ہند بنت ابوامیہ'' تھا)۔یہ پہلے (اپنے چچا زاد بھائی، حضرت) ابوسلمہ (عبد اللہ بن عبد الاسد) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں۔یہ دونوں قدیم الاسلام ہیں۔(انھوں نے حضرت) ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ حبشہ کی دونوں ہجرتیں کیں۔پھر مدینۂ (منورہ) ہجرت کی۔مدینے میں ان دونوں کی چار اولاد ہوئیں۔زینب، سلمہ، عمر، درّۃ۔

(حضرت) ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے وصال کے بعد، ان سے حضورِ اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے شوال ۴ھ میں عقد فرمایا۔(یہ) یزیدِ(پلید) کے تغلب (غلبے) تک زندہ رہیں۔ان کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے کربلا کی خاک دی تھی، جو حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کے وقت سرخ ہوگئی۔اسی سے انھوں نے جانا کہ حضرت امام حسین (علیٰ جدہ وعلیہ السلام) شہید ہوگئے (ہیں)۔

وصال کے وقت (ان کی) عمرِ مبارک ۸۴/سال کی تھی۔حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ان سے ۳۷۸/ حدیثیں مروی ہیں، جن میں تیرہ متفق علیہ ہیں۔[نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱،ص:۴۰۸]

۴۱

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی سب سے بڑی صاحب زادی ہیں، جو بعثت (اعلان نبوت) سے دس سال پہلے جب کہ (حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی) عمرِ مبارک تیس سال تھی پیدا ہوئیں۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے شہزادے) حضرت قاسم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان سے بڑے تھے۔ان کا عقد (نکاح) ان کے خالہ کے لڑکے، حضرت ابوالعاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہوا تھا۔بعثت کے بعد یہ ایمان سے مشرف ہوئیں؛ مگر (ان کے شوہر) ابوالعاص ان کے ساتھ ایمان نہ لائے؛ بلکہ بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔

غزوۂ بدر میں یہ (حضرت ابوالعاص) مشرکین کی طرف سے تھے، (چناں چہ) یہ بھی قید ہوئے۔ ان کے بھائی عمرو اِن کو رہا کرانے کے لیے جب مدینۂ (منورہ) آئے تو حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فدیے میں وہ ہار دیا جو (ان کی والدہ) حضرت خدیجہ (سلام اللہ علیہا) نے ان کو شادی کے موقع پر دیا تھا۔

حضورِ (اقدس) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی نظر جب اس ہار پر پڑی تو پہچان لیا، (فوراً) حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) یاد آ گئیں (اور) رقت (غم کی کیفیت) طاری ہوگئی۔ حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لیے کلماتِ ترحم فرمائے۔ یہ پسندِ خاطر نہ ہوا (دل کو گوارا نہ ہوا) کہ بیٹی کو ماں کی نشانی سے محروم کر دیا جائے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم وسلم نے لوگوں سے کہہ سن کے، بغیر فدیہ (لیے) ابوالعاص کو آزاد کر دیا؛ البتہ یہ عہد (وعدہ) لے لیا کہ مکۂ (مکرمہ) پہنچ کر حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو مدینے بھیج دیں گے۔

انھوں نے وعدہ پورا کیا۔ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جب مدینے کے لیے چلیں تو ہبار بن اسود اور ایک اور سنگ دل نے (انھیں سواری سے) ڈھکیل دیا۔ یہ ایک چٹان پر گر پڑیں، جس سے سخت چوٹ آئی، ایسی کہ زندگی بھر اچھی نہ ہوسکیں۔ اسی (چوٹ) میں وصال ہوا۔ سنِ وصال ۸ھ ہے۔

حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ایک صاحب زادے پیدا ہوئے، جن کا نام علی تھا، جو بلوغ کے قریب پہنچ کر وصال فرما گئے اور ایک صاحب زادی حضرت اُمامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا) ہوئیں جن کے بارے میں احادیث میں ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ان کو گود میں لے کر نماز پڑھتے، (جب) سجدے میں جاتے تو اتار دیتے، جب سجدے سے اٹھتے تو پھر گود میں لے لیتے۔

❁ حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت (مولا) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نکاح فرمایا (لیا تھا)۔[

نزہۃ القاری، کتاب الوضوء، ج:۱،ص:۵۱۱]

۴۲

حضرت سیدۂ کائنات فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

❁ حضرت سیدہ فاطمہ (زہرا) رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورِ (اقدس) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی سب سے چہیتی اور پیاری صاحب زادی ہیں۔ جنھیں حضور (آفتابِ رسالت) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا ہے:

❁ (فَاطِمَةُ) بَضْعَةٌ مِّنِّي (فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي)۔[الصحیح للامام البخاری، باب مناقاب قرابۃ رسول اللہ ﷺ۔۔۔رقم الحدیث: ۳۷۱۴]

(ترجمہ: فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، تو جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا)

اور ارشاد فرمایا:

❁ فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔[الصحیح للامام البخاری، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ]

(میری بیٹی) فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔

۞ علمائے اہلسنت میں ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ یہ مطلقاً دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔(جب کہ بعض محققین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا اور بعض علما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی افضیلت کے قائل ہیں۔آپ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ وبارک وسلم کی صاحب زادیوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔ بعثت (اعلانِ نبوت) کے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سنِ بعثت میں، بعثت کے بعد پیدا ہوئیں؛ مگر یہ صحیح نہیں۔صحیح وہی قولِ اوّل ہے۔

۞ ۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد حضورِ (اقدس) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کا عقد (نکاح، اپنے پروردَہ) حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا۔ ماہ رمضان میں عقد ہوا اور ماہ ذوالحجہ میں رخصتی ہوئی۔ چارسو مثقال چاندی مہر مقرر رہا۔ان ایام کی عادت کے مطابق مہرِ معجّل یعنی پیشگی مہر کی ادائیگی میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وہ زِرہ (لوہے کی قمیص جسے جنگ کے وقت بدن پر پہنا جاتا تھا) پیش کی جو غزوۂ بدر میں ان کو ملی تھی۔

۞ چارسو مثقال چاندی انگریزوں کے زمانے میں جو چاندی کا روپیہ چلتا تھا اس سے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہوتی ہے۔(ایک چاندی کا سکہ ۱۱رگرام ۶۶۴رملی گرام کا ہوتا تھا، اس لحاظ سے ایک سو ساٹھ روپیے "ایک کلو آٹھ سَو چھیاسٹھ گرام چوبیس ملی گرام" کے ہوئے ۔لہٰذا مہرِ فاطمی آج کے وزن کے حساب سے اِسی قدر ہوا۔آج بتاریخ ۲۱ردسمبر ۲۰۲۲ء چاندی کا بھاؤ "اکسٹھ ہزار نو سَو روپیے" فی کلو ہے۔تو مہرِ فاطمی کی موجودہ رقم "ایک لاکھ پندرہ ہزار پانچ سَو بیس روپیے چھبیس پیسے" ہوئی۔ واللہ اعلم)

❁ حضرت سیدہ (سلام اللہ علیہا) کے بطن سے تین صاحب زادے:

(۱) حضرت (سیدنا) امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

(۲) حضرت (سیدنا) امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

(۳) حضرت (سیدنا امام) محسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

پیدا ہوئے۔ حضرت محسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صغر سن (بچپن) میں وصال کر گئے تھے۔

❁ آپ کی) صاحب زادیاں (بھی تین ہیں):

(۱) حضرت (سیدتنا) زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

(۲) حضرت (سیدتنا) ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔

(۳) حضرت (سیدتنا) رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں۔

❁ حضور (سرورِ عالَم) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ۳؍ رمضان شریف، سہ شنبہ (منگل) کی رات میں وصال فرمایا اور (مدینۂ منورہ کے مشہور قبرستان) جنت البقیع میں رات ہی میں، حسب وصیت دفن ہوئیں۔ حضرت (مولا) علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) ہی نے غسل بھی دیا اور نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ صحیح یہی ہے کہ مزار پاک قبۂ عباس میں ہے، جہاں دیگر اہل بیت کرام (علیٰ جدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام) کے مزارات ہیں

❁ ان سے ۱۸؍ حدیثیں مروی ہیں، صحیحین میں ایک ہے۔ ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی ایک حدیث روایت کی ہے۔ وصال کے

وقت عمرِ مبارک کیا تھی ؟ اس میں مختلف اقوال ہیں۔ صاحبِ اِکمال (الاکمال فی اسماء الرجال کے مولف حضرت علامہ ولی الدین ابوعبد اللہ خطیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ۲۸ لکھا ہے۔علامہ (بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد) عینی (علیہ الرحمۃ) نے لکھا ہے کہ واقعۂ احد کے بعد شادی ہوئی اور شادی کے وقت عمرِ مبارک پندرہ سال پانچ ماہ کی تھی ،غزوۂ احد ۳ھ کے (ماہِ) شوال میں ہوا۔اس حساب سے وصال کے وقت عمرِ مبارک زیادہ سے زیادہ ۲۳ سال کی تھی۔

ولادتِ مبارکہ کے سلسلے میں سب سے مشہور روایت وہ ہے جسے (امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن ابوالحسن علی بن محمد) ابن جوزی (حنبلی علیہ الرحمۃ) نے لکھا ہے، یعنی بعثت سے پانچ سال پہلے ۔اس طرح نکاح کے وقت عمرِ مبارک ۱۸ سال تھی ، یہی (امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ) کی) الاصابۃ (فی تمییز الصحابۃ) وغیرہ میں ہے ۔ اس تقدیر پر (صاحبِ)اکمال کی بات درست ہے، کہ وصال کے وقت عمرِ مبارک ۲۸ سال تھی ۔[نزہۃ القاری، کتاب الوضو،ج: ۲،ص: ۱۵۳/ ۱۵۴]

۴۳

حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت (سیدنا) ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی مقدس باندی صاحبہ) حضرتِ ماریہ قبطیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے شکمِ (مبارک) سے (ماہِ ذوالحجہ ۸ھ میں مدینۂ منورہ کے قریب مقام ''عالیہ'' کے اندر) پیدا ہوئے تھے، جنھیں شاہِ (حبشہ) نجاشی نے نذر کیا تھا۔

(ان کی ولادت کی خبر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقامِ عالیہ سے مدینہ آکر بارگاہِ اقدس میں سنائی۔ یہ خوش خبری سن کر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے انعام کے طور پر حضرت ابورافع کو ایک غلام عطا فرمایا۔ اس کے بعد فوراً ہی حضرت جبریلِ امین علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ کو ''یا ابا ابراھیم'' اے ابراہیم کے باپ، کہہ کر پکارا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم بے حد خوش ہوئے اور ان کے عقیقے میں دو مینڈھے آپ نے ذبح فرمائے اور ان کے سر کے بال کے وزن کے برابر چاندی خیرات فرمائی اور ان کے بالوں کو دفن کرادیا اور ''ابراہیم'' نام رکھا)۔ [سیرتِ مصطفیٰ ص:۴۷۱]

یہ جب پیدا ہوئے تو انصارِ کرام کی خواتین اس کی خواہش مند ہوئیں کہ دودھ پلانے کی خدمت انھیں سپرد کی جائے؛ مگر قرعۂ فال حضرتِ ام بردہ بنت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام نکلا۔ ان کے شوہر ''ابوسیف'' لوہار تھے۔ ان کا نام اوس بن براء تھا۔ یہ دونوں بنی نجّار کے فرد تھے، جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے جدِّ کریم حضرت عبدالمطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ننھیال تھا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

اگر (میرا نورِ نظر) ابراہیم زندہ رہتا تو قبطیوں سے جزیہ معاف فرمادیتا۔

اس بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالی عنہ کی نماز جنازہ پڑھی گئی یا نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ پڑھی گئی۔ امام عطا (علیہ الرحمہ) نے بواسطۂ ابن عجلان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) حضرت (سیدنا) انس (بن مالک) رضی اللہ تعالی عنہ سے

روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا :

❁ نبیؐ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان پر (نمازِ جنازہ میں) چار تکبیریں پڑھیں۔

❁ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ دفن کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے کہا کہ کوئی ایک مشک لائے! ایک انصاری (صحابی) نے حکم کی تعمیل کی۔(آپ نے) انھی سے فرمایا:

ابراہیم کی قبر پر چھڑک دے!

❁ جب دفن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم شریک تھے، تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نمازِ جنازہ نہ پڑھی گئی ہو، جب کہ نمازِ جنازہ اس سے پہلے مشروع (نافذ) ہوچکی تھی۔

❁ جنت البقیع میں سب سے پہلے (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے صحابی اور رضاعی بھائی) حضرت عثمان بن مظعون (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دفن ہوئے۔ ان کے بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عثمان بن مظعون (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دفن کے وقت ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

ایک پتھر لاؤ! کہ نشان کے لیے گاڑ دوں! میرے اہل سے جو مرے گا، (اسے) اس کے قریب دفن کردوں گا۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجنائز، ج:۴، ص:۷۷]

۴۴

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

❁ حضرت امام حسن مجتبیٰ (بن مولا علی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدہ فاطمہ

(زہراء) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سب سے بڑے اور پہلے شہ زادے ہیں۔ مختار روایت کے مطابق یہ ۳ھ، نصفِ رمضان میں (مدینۂ منورہ میں) پیدا ہوئے۔ (ان کی) کنیت ابو محمد ہے اور القابات "ریحانۂ رسول اللہ" اور "سبطِ اکبر" ہیں۔ ان کے فضائل ومناقب سے کتبِ احادیث مالامال ہیں اور پوری امت میں مشہور ومعلوم ہیں۔

۞ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد تمام اہلِ حل وعقد (ذمے دار مسلمانوں) نے ان کو بالاتفاق خلیفہ منتخب کیا۔ چالیس ہزار افراد نے ان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی؛ مگر عین موقع پر امت کو خون ریزی سے بچانے کے لیے بخوشی بلا کسی جبر و اِکراہ اور بغیر کسی ضعف وکمزوری کے ۱۵/جمادی الاولی ۴۱ھ میں خلافت حضرتِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد فرمادی اور مدینۂ طیبہ واپس آگئے۔

۞ ۴۴ یا ۴۹ یا ۵۰ یا ۵۸ ہجری میں زہر خورانی کے نتیجے میں شہید ہوگئے۔ نمازِ جنازہ (صحابیِ رسول حضرت) سعید بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حاکمِ مدینہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں اپنی والدۂ ماجدہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ [نزہۃ القاری، کتاب المناقب، ج:۷، ص:۴۷]

۴۵

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۞ حضرت (سیدنا) امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵/شعبان المعظم ۴ھ میں (مدینۂ منورہ میں) پیدا ہوئے۔ ان کی کنیت ابو عبید اللہ ہے اور "ریحانۂ رسول، سبط رسول اللہ، سید شباب اہل الجنۃ" ان کے القاب ہیں۔ ان کے بھی فضائل ومناقب کثیر (بہت زیادہ) ہیں

اور مسلمانوں میں مشہور و معروف ہیں۔ اکثر فضائل میں یہ اپنے برادرِ عالی وقار (حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے شریک ہیں۔

اسی لیے حضرت امام بخاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان دونوں حضرات کے مناقب (فضائل) ایک ساتھ ذکر فرمائے۔ جب یزیدِ (پلید) نے تختِ حکومت پر بیٹھنے کے بعد ان سے (اپنی) بیعت کا مطالبہ کیا تو (یہ) مدینۂ (منورہ) سے مکۂ معظّمہ چلے آئے۔ کوفیوں (شہرِ کوفہ کے بے وفاؤں) کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے (تقریباً) ۱۵۰ر خطوط لکھے (جن میں انھوں نے آپ سے پر زور مطالبہ کیا) کہ آپ کوفہ تشریف لائیں ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔

اجلۂ صحابہ کرام اور مخلص احباب کے منع کرنے کے باوجود بھی آپ کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ (اموی ظالم حاکم) عبید اللہ بن زیاد نے (بدبخت) عمرو بن سعد کی سرکردگی میں چار ہزار فوج بھیج کر آپ کے تمام احباب واعوان کے ساتھ بڑی بے دردی سے آپ کو شہید کرا دیا۔ یہ حادثۂ فاجعہ (دردناک واقعہ) بوقتِ نمازِ جمعہ ۱۰ر محرم ۶۰ ر ہجری میں پیش آیا۔ [نزہۃ القاری، کتاب المناقب، ج:۷، ص:۴۷]

۴۶

حضرتِ ابو العاص بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ تعالی عنہ اپنی کنیت (ابو العاص) کے ساتھ مشہور ہیں۔ ان کے نام کے سلسلے میں مختلف اقوال ہیں۔ (حضرت) زبیر کے نزدیک اَثبت (زیادہ صحیح) یہ ہے کہ (ان کا نام) مِقسَم تھا۔ یہ اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے، ان کی بہن ہالہ بنت خویلد کے صاحب زادے تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے بعثت (اعلانِ نبوت) سے قبل اپنی سب سے بڑی صاحب زادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کا نکاح فرمایا تھا۔

۞ (حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو مسلمان ہو گئیں؛ لیکن ان کے شوہر ابو العاص کفر و شرک پر اڑے رہے، یہاں تک کہ غزوۂ) بدر میں مشرکین کے ساتھ (مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آئے) تھے۔ (مشرکینِ مکہ کے ساتھ) یہ بھی گرفتار ہو گئے تھے۔ حضرت سیدہ زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فدیہ دے کر چھڑایا۔ (انھوں نے) فدیے میں وہ ہار بھیجا تھا، جسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انھیں بطورِ تحفہ عطا کیا تھا۔

۞ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے فرمایا:

۞ یہ (ہار میری بیٹی) زینب کے پاس (اس کی) ماں (خدیجہ) کی نشانی ہے۔ اسے واپس کر دو تو بہتر ہے۔ (چناں چہ) صحابۂ کرام نے (اسے) واپس کر دیا۔

۞ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان سے وعدہ لیا تھا کہ مکہ (مکرمہ) پہنچ کر زینب کو (مدینۂ منورہ) بھیج دینا۔ انھوں نے اس وعدے کو نبھایا۔

(حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے) اسی کو فرمایا:

(ابو العاص نے) مجھ سے جو کہا سچ کر دکھایا، جو وعدہ کیا پورا کر دیا۔

حضرت سیدہ زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مدینۂ طیبہ آ گئیں، اور ابو العاص مکہ ہی

میں رہے۔ دوبارہ گرفتار ہو کر آئے تو سیدہ زینب (سلام اللہ علیہا) نے انھیں پناہ دی اور پھر انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے سابقہ نکاح پر انھیں (حضرت) زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔

ان کے بطن سے ایک صاحب زادی حضرت اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں انھی کو گود میں لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نماز پڑھاتے تھے۔ حضرت (سیدہ) فاطمہ (زہرا سلام اللہ علیہا) کے وصال کے بعد ان کا نکاح حضرت (مولا) علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کے ساتھ ہوا۔

(حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے) ایک اور صاحب زادے بھی پیدا ہوئے تھے ان کا نام علی تھا۔ ایک قول کی بنا پر ان کا وصال حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی حیاتِ (طیبہ) ہی میں ہو گیا تھا۔ حضرت ابو العاص کا وصال ۱۲ھ میں ہوا ہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجہاد ج:٦،ص :۳۲۵]

﴿۴۷﴾

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالی عنہ، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے (حقیقی) چچا تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام نشلہ یا نشیلہ تھا۔ یہ بنی نمر کی چشم و چراغ تھیں۔ بڑے صاحب زادے فضل کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کی کنیت ابو الفضل ہے۔ (آپ کا

شجرِ نسب یہ ہے: عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہاشمی قرشی)

حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغرسن (بچپن) میں ایک بار غائب ہو گئے تھے، ان کی ماں نے منت مانی (کہ) اگر میرا بچہ مل جائے گا تو کعبے پر پردہ چڑھاؤں گی۔ جب مل گئے تو ریشمی پردہ چڑھایا۔ (یہ) پہلی عربی خاتون ہیں جنھوں نے کعبے پر ریشمی غلاف چڑھایا (تھا)۔

(حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فتحِ مکہ سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ مدینۂ طیبہ حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے مکے ہی میں قیام (رہنے) کا حکم دیا۔ (یہ) اہلِ مکہ کی خبریں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو پہنچاتے رہتے تھے۔ نیز ان کی وجہ سے ان کمزور مسلمانوں کو جو ہجرت کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے مکۂ (مکرمہ) میں رہتے تھے، تقویت (قوت پہنچتی) تھی۔ (آپ نے اپنے) اسلام کا اظہار فتحِ مکہ کے موقع پر کیا۔

(غزوۂ) بدر میں مشرکین کے ساتھ شریک تھے اور گرفتار ہوئے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ کوئی (میرے چچا) عباس کو قتل نہ کرے وہ مجبور کر کے شریک کیے گئے ہیں۔ گرفتاری کے بعد مشکیں حسبِ عادت دوسرے قیدیوں کی طرح سخت باندھی گئی تھیں (دونوں بازوؤں یا ہاتھوں کو رسی یا زنجیر وغیرہ سے جکڑنے کو "مشکیں باندھنا" سے تعبیر کیا جاتا ہے) جس سے کراہتے تھے۔ ان کی کراہ سے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی نیند اُچاٹ ہو گئی۔ ایک صاحب نے دریافت کیا: یارسول اللہ! نیند کیوں اچاٹ ہو گئی ہے؟ فرمایا: عباس کی کراہ (دردناک آواز

کی وجہ) سے۔

۞ ایک صاحب نے (جا کر) حضرتِ عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بندش ڈھیلی کردی جس سے انھوں نے کراہ بند کردی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو جب معلوم ہوا تو فرمایا:

۞ سارے قیدیوں کی مشکیں ڈھیلی کردی جائیں، چناں چہ سب کی مشکیں ڈھیلی کردی گئیں۔

۞ (آپ) بہت قد آور (لمبے قد کے) بزرگ تھے۔ اس موقع پر ننگے تھے (بدن پر قمیص نہ تھی)، کسی کا کرتا بدن پر نہ آیا، عبداللہ بن اُبَی (بن سلول، منافقوں کا سردار بھی) لمبا تھا (اس لیے) اس کا کرتا درست آیا (چناں چہ) اس نے اپنا کرتا پہنایا۔ اس کے مکافات (بدلے) میں، اس کے مرنے کے بعد، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے اپنا مبارک پیرہن اس کے کفن میں شامل کرنے کے لیے دیا تھا۔

۞ فتحِ مکہ سے کچھ پہلے ہجرت کی۔ کوکبۂ نبوی (نبی کا جلوس / نبی کی فوج) مکۂ (مکرمہ) کی تسخیر کے لیے جا رہا تھا۔ راستے میں حضورِ (انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) نے انھیں ہمراہ لے لیا اور فرمایا:

تم سب سے آخری مہاجر ہو۔

۞ اس کے بعد تمام غزوات ''فتحِ مکہ، حنین، طائف اور تبوک'' میں ہم رکاب تھے۔ غزوۂ حنین کے ابتدائی مرحلے میں جب طلقاء (یعنی فتحِ مکہ کے موقع پر جن کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ''انتم الطلقاء'' کہہ کر معاف فرمایا تھا) بھاگے تو جو جاں نثار

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے، ان میں یہ بھی تھے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں میں بہت معزز اور محترم تھے۔ حجاج کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام کی خدمت انھی کے ذمے تھی۔

۞ جمعہ کے دن ۱۲/رجب ۳۲ھ میں (آپ نے) وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمرِ مبارک ستاسی (۸۷) سال تھی۔ (خلیفۂ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور صاحب زادے حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قبر میں اتر کر سپردِ خاک کیا۔ مدینۂ منورہ کے قبرستان) بقیعِ (غرقد) میں مزار پُر انوار مشہور ومعروف ہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الصلوٰۃ، ج:۲، ص:۴۱۳]

۴۸

حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۞ حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی اور ان سے دس سال بڑے تھے۔ سابقینِ اولین میں سے ہیں۔ پہلے (ملکِ) حبشہ کی جانب ہجرت کی اور غزوۂ خیبر تک وہیں رہے۔ انھیں کی تبلیغ سے (شاہِ حبشہ) نجاشی (اپنے کئی احباب کے ساتھ) مسلمان ہوئے۔

۞ (یہ) بہت بہادر اور سخی تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے ۸ھ میں ان کو "جنگ موتہ" میں بھیجا تھا۔ پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر جھنڈا لیں۔

❁ چناں چہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپ نے اپنے ہاتھوں میں جھنڈا لیا اور راہِ خدا میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

❁ اس جنگ میں آپ انتہائی شجاعت و بہادری سے لڑے چناں چہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

❁ جب لڑائی ختم ہونے کے بعد حضرت جعفرِ طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے جسم کو دیکھا گیا تو اس میں نوے (۹۰) سے زائد زخم لگے تھے اور سارے کے سارے زخم سامنے تھے، پشت پر ایک بھی زخم نہ تھا۔

❁ اسی جنگ میں آپ کے دونوں ہاتھ بھی کٹ گئے تھے، جن کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بازو عطا فرمائے، جن سے جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے رہتے ہیں ،اسی لیے ان کا لقب ''ذوالجناحین'' ہے اور ''جعفر طیار'' بھی ہے۔[نزہۃ القاری، کتاب المناقب، ج:۷، ص۱۲۶۔ کتاب الجنائز، ج:۴، ص:۷۳]

﴿۴۹﴾

حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابو طالب (بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف قرشی ہاشمی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جلیل القدر صحابیِ رسول ہیں۔ رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے چچیرے بھائی اور حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے حقیقی بڑے بھائی حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہزادے ہیں۔ غزوۂ موتہ میں حضرت جعفرِ طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد انھیں آقائے دو جہاں، فخرِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی پرورش میں رہنے کا شرف ملا)۔

۞ (یہ ملکِ) حبشہ میں پیدا ہوئے تھے۔ جب ان کے والد حضرت جعفرِ طیار اور والدہ (حضرت) اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہجرت کر کے وہاں گئے تھے۔ حبشہ میں مسلمانوں میں یہ سب سے پہلے پیدا ہوئے تھے، پھر اپنے والد کے ساتھ مدینۂ طیبہ آئے۔

۞ (۷ھ میں خیبر کے زمانے میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ سے مدینۂ منورہ تشریف لائے، اس وقت ان کے شہزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمرِ مبارک محض سات برس کی تھی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان سے مسکراتے ہوئے بیعت لی)۔ [الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ج:۴، ص:۴۸]

۞ نوے سال کی عمر میں سن ۸۰ھ میں مدینۂ طیبہ میں وفات پائی۔ ان کی نمازِ جنازہ (اموی گورنر) ابان بن عثمان نے پڑھائی جو اس وقت مدینۂ طیبہ کے امیر تھے۔ (اور جنت البقیع ان کا مدفن بنا)۔

۞ (یہ) داد و دہش اور (جود و) سخاوت میں اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ اسی لیے ان کو بحرِ اجود (سب سے زیادہ سخاوت کرنے والا سمندر) کہا جاتا ہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الاطعمہ، ج:۸، ص:۱۷۲]

۵۰

حضرتِ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۞ (ان کا) نام "عبد اللہ" ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے چچا حضرت (سیدنا) عباس (بن عبد المطلب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادے

ہیں۔ان کی والدہ ''ام الفضل لبابہ بنت الحارث''ہیں،جو (کہ)ام المومنین حضرت سیدتنا میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی بہن ہیں۔(آپ کی) کنیت ''ابو العباس'' اور ''ابوالخلفاء'' ہے اور (آپ کے) القابات ''حَبرُ الامۃ'' اور ''ترجمان القرآن'' ہیں۔شاہانِ عباسیہ (خلفاے عباسیہ) سب آپ ہی کی نسل سے ہیں، اس لیے ابوالخلفاء کنیت ہوئی۔

۞ (یہ) ہجرت سے تین سال قبل شِعب ابی طالب (حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم کے چچا ''ابوطالب'' کی جانب منسوب وہ گھاٹی،جس میں کفارِمکہ کے سوشل بائیکاٹ کے بعد،آقاے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے،اپنے رفقا اور اہلِ بیت کے ساتھ،تین سال انتہائی کلفت ومشقت کے ساتھ گزارے) میں پیدا ہوئے۔

۞ حضرت (عبداللہ) ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے آغوشِ توحید میں ہوش سنبھالا۔ابتداے ہوش ہی سے مسلمان رہے۔۸ھ میں (ان کے والدِمحترم) حضرت عباس (بن عبدالمطلب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکۂ مکرمہ سے ہجرت کرکے مع اہل وعیال مدینۂ طیبہ آئے۔صحیح یہ ہے کہ (ان کے والد) حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غزوۂ بدر کے بعد ہی اسلام قبول فرما چکے تھے۔

۞ حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے وقت ۱۳؍سال کی عمر تھی۔سن ٦٨ھ میں ۷۱؍سال کے ہوکر،حضرت (سیدنا) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایامِ خلافت میں طائف شریف میں انتقال فرمایا۔حضرت (مولا) علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے صاحب زادے (حضرت) محمد بن حنفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نمازِ جنازہ

پڑھائی۔

۞ نماز کے لیے جب جنازہ رکھا گیا تو ایک سفید پرندہ آ کر کفن میں گھس گیا، بہت تلاش کیا گیا؛ مگر نہ ملا۔ دفن کے بعد ایک غیبی آواز آئی، کوئی کہہ رہا ہے:

۞ يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۙ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۠۔ [سورۂ فجر، آیت نمبر، آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰]

ترجمہ: اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف واپس ہو، اس حالت میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔

۞ پھر چار وہ صحابہ (کرام) جن کے نام عبد اللہ ہیں جنھیں ''عبادلۂ اربعہ'' (یعنی عبد اللہ نام والے چار حضرات) کہتے ہیں (عبادلہ کا لفظ ایک سے زیادہ عبد اللہ کے لیے اکٹھا بولا جاتا ہے، جیسے عبادلۂ ثلاثہ یا عبادلۂ اربعہ) ان میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ بقیہ تین (کے اسمائے گرامی) یہ ہیں:

(۱) (حضرت سیدنا) عبد اللہ بن عمر، رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(۲) (حضرت سیدنا) عبد اللہ بن زبیر، رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(۳) (حضرت سیدنا) عبد اللہ بن عمرو بن العاص، رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

۞ لیکن احناف کے نزدیک عبادلۂ اربعہ میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے بجائے (حضرت سیدنا) عبد اللہ بن مسعود (رض اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ امام احمد (بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا:

۞ چھ صحابہ (کرام) سے کثیر تعداد میں احادیثِ (کریمہ) مروی ہیں، ان

میں سے ایک یہ ہیں، اور بقیہ مندرجہ ذَیل حضرات ہیں:

(۱) حضرت (سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ان کی مرویات کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

(۲) (حضرت سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(۳) ام المومنین حضرت (سیدتنا) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔

(۴) حضرت (سیدنا) جابر بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)۔

(۵) حضرت (سیدنا) انس (بن مالک) رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۞ حضرت (عبداللہ) ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث مروی ہیں۔ان میں سے پنچانوے (۹۵) متفق علیہ اور ایک سو بیس (۱۲۰) اِفراد بخاری اور انچاس (۴۹) اِفراد مسلم سے ہیں۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کے لیے (یہ) دعا کی تھی:

اے اللہ! انھیں حکمت، فقہ اور تاویل عطا فرما!

۞ اس (دعائے نبوی) کی برکت سے کم سِنی ہی میں ان کے علم وفضل کا سکہ سب پر بیٹھ گیا تھا۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت قریب تھے۔اہم سے اہم امور میں اجلۂ صحابۂ کرام کے ساتھ مشورے میں شرکت فرماتے تھے۔

(اِنھی کے شاگردِ رشید) حضرت امام مسروق (علیہ الرحمہ) نے فرمایا:

۞ حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اجمل الناس (ہمارے زمانے کے لوگوں میں سب سے خوب صورت) افصح الناس (سب سے فصیح) اعلم الناس (سب سے بڑے

عالم) تھے۔اسی لیے ان کو ''حَبرِ اُمَّت'' (یعنی امت کے سب بڑے عالم) بھی کہا جاتا ہے۔اخیر عمرِ مبارک میں (آپ کی) آنکھوں میں موتیا بند اتر آیا تھا۔معالجین (حکیموں) نے عرض کی:

(حضور!) ہم موتیابند (تو) نکال دیں گے؛ لیکن پانچ دن (تک) آپ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے!

(یہ سن کر ارشاد) فرمایا:

خدا کی قسم! میں موتیا بند نہیں نکلواؤں گا۔ پانچ دن تو بڑی بات ہے ایک رکعت بھی نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔سبحان اللہ۔

جب آنکھیں سفید ہو گئیں تو یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

اِن یأ خذ اللہ من عَینی نورَھُما ففی لسانی و قلبی منهما نورٌ

قلبی ذکی و ذهنی غیر ذی دخل وفی فمی صارم کارم کالسیف مطرور

ترجمہ: اللہ نے میری آنکھوں سے روشنی لے لی تو کیا ہوا، اس کے عوض میری زبان، میرا دل روشن ہے۔میرا دل صاف ستھرا اور میرا دماغ فساد سے خالی ہے، میرے منہ میں ایسی زبان ہے جو تلوار کی طرح تیز طرار مقابلے میں غالب ہے [نزہۃ القاری، باب بدء الوحی، ج:۱،ص:۲۱۰]

(ان کے والد کے بارے میں) مسندِ امام احمد میں (یہ واقعہ مذکور) ہے کہ جب (غزوۂ) بدر میں حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گرفتار ہوئے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان سے فدیہ طلب فرمایا۔ توانھوں نے عرض کی:

میں پہلے (ہی) مسلمان (ہو چکا) ہوں۔ یہ لوگ (کفارِ مکہ) جبراً (زبردستی)

مجھے (یہاں) لائے ہیں۔

(حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے) فرمایا:

۞ آپ جو کہتے ہیں (اگر) حق ہے تو اللہ (عزوجل) آپ کو اجر دے گا۔ ظاہرِ حال یہ ہے کہ آپ ہم سے لڑنے آئے تھے۔ فدیہ دیجیے!

(انھوں نے) عرض کی: میرے پاس مال نہیں ہے۔

۞ (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے غیب کی خبر دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا:

۞ آپ کا وہ مال کہاں ہے جو مکۂ (مکرمہ) سے چلتے وقت (اپنی زوجہ) ام الفضل کے پاس رکھ آئے ہیں؟

حضرتِ عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا:

۞ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میرے اور ام الفضل کے علاوہ کسی کو (بھی) اس کا علم نہیں (ہے) اور میں جانتا ہوں کہ آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں۔ (انھوں نے) کئی بار ہجرت (کرنے) کی اجازت چاہی؛ مگر مصلحتاً اجازت نہیں ملی۔ انھوں نے اپنے اسلام (لانے) کا اعلان فتحِ مکہ سے پہلے کیا تھا۔ ہجرت کر کے مدینۂ (منورہ) آرہے تھے کہ راستے میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو ملے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) نے انھیں بھی ساتھ لے لیا اور (ارشاد) فرمایا:

۞ آپ آخری مہاجر ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجنائز، ج: ۴، ص: ۱۱۴]

﴿۵۱﴾

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

❁ حضرت (ابو محمد) فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے چچا حضرت عباس (بن عبد المطلب بن ہاشم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے بڑے صاحب زادے تھے۔ یہ حضرت عبد اللہ (ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کی والدۂ محترمہ "ام الفضل لبابۃ الکبریٰ" رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

❁ (یہ غزوۂ بدر سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے، صرف یہی نہیں؛ بلکہ ان کا پورا گھرانہ نورِ ایمان سے منور ہو چکا تھا، مگر مکۂ مکرمہ کے خوں خوار درندوں اور بے رحم مشرکوں کے خوف سے اس کا اعلان واظہار نہیں کیا تھا۔ انھوں نے فتحِ مکہ سے چند روز پہلے اپنے والدِ بزرگوار حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ، جانبِ مدینۂ منورہ ہجرت کی تھی)۔

❁ یہ جنگ یرموک (سن ۱۵ھ) میں شہید ہوئے یا "عمواس" کے طاعون میں واصل بحق ہوئے۔ (اس صورت میں) سنِ وصال ۱۸ھ ہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب المناسک، ج: ۴، ص: ۲۶۲]

❁ (حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بے شمار سعادتیں حاصل کیں، سب سے بڑی سعادت آپ کے حصے میں یہ آئی کہ آپ ان نفوسِ قدسیہ میں شامل ہوئے جنھیں آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے جسمِ اطہر کو غسلِ وفات دینے کا شرف حاصل ہوا۔ چناں چہ حضرتِ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم غسل دیتے تھے اور آپ پانی ڈالتے تھے)۔ [الاستیعاب، ج: ۲، ص: ۵۳۵]

۵۲

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت امِّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا (کے سلسلے میں) مشہور یہ ہے کہ ان کا نام ''فاختہ'' تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ فاطمہ تھا۔ نیز ایک قول کے مطابق ''ہندہ'' تھا۔ یہ حضرت (مولا) علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کی حقیقی بہن (اور ابو طالب کی سگی بیٹی) تھیں۔

قبلِ اسلام حضور (آقائے کریم) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان سے نکاح کا پیغام (چچا ابو طالب کو) دیا اور دوسری طرف سے ہبیرہ بن عمرو بن عائد مخزومی نے بھی (نکاح کا) پیغام بھیجا۔ ابو طالب نے ہبیرہ سے ان کی شادی کردی اس پر حضور (رحمتِ کونین) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ناگواری کا اظہار فرمایا تو ابو طالب نے یہ معذرت کی (کہ) ہم نے ان سے یہ رشتہ کرلیا ہے، شریف انسان، شریف انسان سے اچھا سلوک کرتا ہے (لہذا میری اور ہبیرہ بن عمرو کی شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ میں یہ رشتہ نہ توڑوں)۔

(حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا) یوم فتح (مکہ) کے موقع پر ایمان لائیں؛ لیکن (ان کا شوہر) ہبیرہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ (چناں چہ یمن کی سرحد سے متصل شہر) نجران بھاگ گیا، جس کی وجہ سے دونوں میں تفریق (جدائی رعلیحدگی) کردی گئی۔ (اور وہ بد بخت) وہیں (حالتِ) کفر پر مرا۔

اس کے بعد حضور (سرورِ انبیا) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ام ہانی کو

پھر نکاح کا پیغام دیا تو انھوں نے عرض کی:

۞ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) میں مصیبت زدہ ہوں، آپ سے جاہلیت اور اسلام دونوں (زمانوں) میں محبت کرتی رہی ہوں۔ آپ مجھے میری آنکھ اور کان سے زیادہ محبوب ہیں؛ مگر دیکھ لیجیے! یہ ایک بچہ ابھی کتنا چھوٹا ہے اور یہ ایک دودھ پیتا (بچہ) ہے اس (بات) کا اندیشہ ہے کہ (کہیں) میں حقِّ زوجیت ادا نہ کر پاؤں

۞ جب ان کے دونوں بچے بڑے ہو گئے تو انھوں نے خود اپنے آپ کو حضور (مختارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کی بارگاہ میں پیش کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

۞ بس اب (تم سے) نکاح نہیں (کرسکتا) اس لیے کہ اللہ عزوجل نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمادی ہے :

۞ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْۤ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَ بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ وَ بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ٘، وَ امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا، خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ، قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ لِكَیْلَا یَكُوْنَ عَلَیْكَ حَرَجٌ، وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ [سورۂ احزاب، آیت نمبر:۵۰]

ترجمہ: اے غیب بتانے والے (نبی)! ہم نے تمھارے لیے حلال فرمائیں تمھاری وہ بیبیاں جن کو تم مہر دو اور تمھارے ہاتھ کا مال کنیزیں جو اللہ نے تمھیں غنیمت میں

دیں اور تمھارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنھوں نے تمھارے ساتھ ہجرت کی اور ایمان والی عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے۔ یہ خاص تمھارے لیے ہے، امّت کے لیے نہیں، ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر مقرر کیا ہے ان کی بیبیوں اور ان کے ہاتھ کے مال کنیزوں میں، یہ خصوصیت تمھاری اس لیے کہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان۔

❁ چوں کہ (حضرت) ام ہانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ہجرت نہیں کی تھی اس لیے وہ ان (خوش نصیب خواتین) میں داخل نہ ہوسکیں۔ (صاحبِ مشکاۃ، امام ولی الدین ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ خطیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب) اِکمال (الاکمال فی اسماء الرجال) میں ہے کہ یہ حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کی شہادت) کے بعد بھی زندہ رہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ (حکومت) میں فوت ہوئیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الغسل، ج:۱، ص:۱۹۹/۲۰۰]

❁ (حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگرچہ ازواجِ مطہرات میں شامل نہ ہوسکیں؛ لیکن ان کے والد ابو طالب اور بھائی حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی بے پناہ خدمات کی وجہ سے حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ان پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ چناں چہ فتحِ مکہ کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان ہی کے مکان پر غسل فرمایا، اس کے بعد کھانا تناول فرمایا اور اس کے بعد آٹھ رکعت نمازِ چاشت ادا فرمائی)۔ [الصحیح للامام البخاری، باب من تطوع فی السفر فی غیر دبر الصلوات وقبلھا، رقم الحدیث: ۱۱۰۳]

۵۳

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

حضرت اُسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مشہور صحابیِ رسول حضرت زید بن حارِثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادے ہیں (یہ خود بھی صحابی ہیں)۔ ان کی والدہ (محترمہ) حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی دایہ اور آزاد کردہ باندی تھی۔

ان کے باپ حضرت زید (بن حارثہ) بھی حضورِ (اقدس) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو بہت پیارے تھے اور یہ بھی (آپ کو بڑے محبوب تھے)۔ اسی واسطے ان کو "الحبّ ابن الحبّ" (یعنی محبوب بن محبوب) کہا جاتا تھا۔ ان کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا "حِبُّ رسول اللہ" (یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے محبوب)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کو عامل بنایا تھا، جب کہ ان کی عمر ۱۸ سال تھی اور آپ نے اپنے مرضِ وصال میں رومیوں سے قتال (جنگ) کے لیے ایک لشکر ترتیب دیا (تھا) جس میں اکابر صحابہ، حضرت ابو بکر و (حضرت) عمر وغیرہما (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کو (بھی) شرکت کا حکم دیا اور اس کا امیر حضرت اسامہ (بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو بنایا۔

چوں کہ یہ نو عمر تھے، اَشیاخ (بڑے بڑے صحابہ) پر ان کا امیر بنانا (بعض) لوگوں کے لیے باعثِ تعجب تھا، (اس لیے) حضرت عیاش بن ربیعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس پر کچھ عرض کی: تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا :

(ان کے والد) زید بن حارثہ کو غزوۂ موتہ میں امیر بنایا تھا، اس وقت بھی کچھ لوگوں نے طعن کیا تھا۔[نزہۃ القاری، کتاب المناقب، ج:۷، ص:۱۳۸]

(رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے) وصالِ اقدس کے وقت ان کی عمر بیس سال تھی۔ اخیر وقت میں وادی القریٰ میں رہنے لگے، یہیں پچپن سال کی عمر پاکر ۵۴ھ میں وصال فرمایا۔ ان سے ایک سو اٹھائیس حدیثیں مروی ہیں۔ پندرہ متفق علیہ (ہیں اور) اِفرادِ بخاری سے دو اور اِفرادِ مسلم (سے) بھی دو ہی ہیں۔[نزہۃ القاری، کتاب الوضوء، ج:۱، ص: ۴۵۲]

۵۴

حضرت دِحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت دِحیہ بن خلیفہ (بن فروہ بن فَضالہ بن زید بن امرأالقیس کلبی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام کبارِ صحابہ سے ہیں۔ نہایت حسین وجمیل تھے۔ جب شام میں (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا) والانامہ (مبارک خط) لے کر گئے تو ان کو دیکھنے کے لیے عورتیں (اپنے اپنے گھروں سے) نکل پڑیں۔

(غزوۂ) بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضرت (سیدنا) جبرئیلِ (امین علیہ السلام، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہِ اطہر میں) زیادہ تر اِنھی کی شکل میں حاضر ہوتے (تھے)۔ جنگِ یرموک میں بھی شرکت کی تھی۔ اخیر (عمر) میں دمشق کے قریب ''مِزّہ'' نامی ایک گاؤں میں آبسے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک بقیدِ حیات (زندہ) رہے۔ (سنن) ابوداؤد (کو) چھوڑ

کر صحاحِ ستہ میں ان سے کوئی حدیث مروی نہیں (ہے)۔ صحابہ (کرام) میں دحیہ نام کے صرف یہی ایک ہیں۔ [نزہۃ القاری، باب بدء الوحی، ج:۱، ص:۲۲۷]

۵۵

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

(آپ کا) نام "عبداللہ" اور کنیت "ابوعبدالرحمٰن" ہے۔ (والد کا نام "مسعود" اور والدہ کا نام "ام عبد" تھا۔ شجرۂ نسب یہ ہے: عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر) [اسد الغابہ، ج:۲، تذکرہ عبداللہ ابن مسعود]۔

یہ سابقینِ اولین (سب سے پہلے مسلمان ہونے والوں) میں سے ہیں۔ ابتدا ہی میں، حضرت عمر (بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بھی پہلے ایمان لائے۔ بعض لوگوں نے کہا: یہ چھٹے مسلمان ہیں۔ ان کی والدہ ام عبد بھی ایمان سے مشرف ہوئیں۔ بعض احادیثِ (کریمہ) میں ان کو "ابن ام عبد" بھی فرمایا گیا ہے۔

انھوں نے (ملکِ) حبشہ (کی جانب) بھی ہجرت کی اور مدینۂ (طیبہ کی جانب) بھی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ (آپ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے) خادمِ خاص اور صاحبِ سرّ (ہم راز) تھے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ وبارک وسلم) جب نعلینِ مبارک اُتارتے تو یہ (فرطِ عقیدت ومحبت میں، حصولِ برکت کے لیے) انھیں اپنی آستین میں رکھ لیتے۔ (اِسی طرح حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی مسواک سنبھال کر رکھنا، آپ کو جوتے شریف پہنانا، عصائے مبارک لے کر،

بحیثیتِ خادم آپ کے آگے آگے چلنا آپ کی مخصوص خدمات میں سے تھیں) اسی لیے (صحابۂ کرام کے مابین) ان کو "صاحبِ سرّ، صاحبِ نعلین، صاحبِ سواک اور صاحبِ وِسادہ" کہا جاتا ہے۔

ان کے بارے میں حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

- میری امت کے لیے ابن ام عبد جو پسند کریں (وہ) مجھے بھی پسند ہے اور جسے یہ نا پسند کریں (اُسے) میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔
- (آپ) بہت دبلے پتلے تھے، قد بھی بہت مختصر تھا، لمبے آدمی بیٹھے ہوتے اور یہ کھڑے رہتے تو برابر ہی رہتے۔ غزوۂ بدر میں ابو جہل (ملعون) کا (ناپاک) سر انھوں نے ہی تن (بدن) سے جدا کیا تھا۔ مجتہدینِ صحابہ کی صفِ اول میں ہیں۔ فقہِ حنفی کی زیادہ تر بنیاد انھی پر ہے۔ فقہِ حنفی ہی کیا مطلق فقہ کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اُسے بویا عبد اللہ ابن مسعود نے، سینچا علقمہ نے، کاٹا ابراہیم نخعی نے، اسے گاہا حماد نے، اسے پیسا ابو حنیفہ نے اور گوندھا ابو یوسف نے، اور روٹی پکائی امام محمد نے، اور (اب) ساری دنیا ان کی (بنائی ہوئی) روٹی کھاتی ہے۔ (سبحان اللہ)
- حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوفہ کا قاضی اور بیت المال کا خازن (نگہبان/محافظ) بنایا تھا۔ ابتداءِ خلافتِ عثمانی تک اسی منصب پر رہے، پھر مدینۂ طیبہ واپس آئے، وہیں ۳۲ھ میں وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمرِ مبارک ساٹھ سے کچھ اوپر تھی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔
- یہ اِس درجے کے صحابی ہیں کہ ان سے چاروں خلفاے راشدین اور کثیر صحابۂ

(کرام) نے حدیث روایت کی۔ تابعین ان کے علاوہ ہیں۔ عبادلۂ اربعہ میں یہ بھی (شامل) ہیں۔ عبادلۂ اربعہ سے مراد ”چار وہ علم و فضل میں ممتاز صحابۂ کرام ہیں جن کے نام عبداللہ“ ہیں۔ جمہور کے نزدیک وہ چار حضرات یہ ہیں: (۱) عبداللہ ابن عمر (۲) عبداللہ ابن زبیر (۳) عبداللہ ابن عباس (۴) عبداللہ ابن عمرو بن العاص؛ لیکن فقہاے کرام کے نزدیک عبادلۂ اربعہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بجائے ”حضرت عبداللہ ابن مسعود“ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) داخل ہیں۔ اس میں یہ تطبیق ہے کہ پہلی محدثین کی اصطلاح ہے اور دوسری فقہاء کی۔

۞ ان سے ۹۴۸ / حدیثیں مروی ہیں۔ ۶۴ (احادیثِ کریمہ) بخاری و مسلم نے، ۲۱ (احادیثِ مبارکہ) صرف (امام) بخاری نے اور ۳۵ صرف (امام) مسلم نے روایت کی ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الایمان، ج:۱، ص: ۲۴۴ / ۲۴۵]

۵۶

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

۞ یہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادے ہیں، نام ”عبداللہ“ ہے (کنیت ہے ”ابو عبدالرحمٰن“۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: عبداللہ بن عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر)۔ ام المومنین حضرت (سیدتنا) حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھائی ہیں۔ ان کی ماں زینب بنت مظعون حضرت عثمان بن مظعون کی بہن تھیں۔

۞ یہ اپنے والد ماجد کے ساتھ مکۂ معظمہ میں بچپنے میں مشرف باسلام ہوئے تھے۔

اپنے والد کے ساتھ ہجرت کی، کم سِنی کی وجہ سے غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک نہ ہوئے ،جنگِ اُحد میں شرکت کرنا چاہتے تھے؛ مگر واپس کردیے گئے۔اس کے بعد یہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔عبادلۂ اربعہ میں سے ہیں۔ بہت بڑے عابد، زاہد، محتاط اور متقی تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :

ہم میں سے ہر ایک کچھ نہ کچھ دنیا کی طرف جھکا سوائے ابن عمر اور عمر کے۔

میمون بن مہران (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا:

میں نے (عبداللہ) ابن عمر سے زیادہ پرہیزگار کسی کو نہ دیکھا۔

۞ (آپ کے معمولات کا عالَم یہ تھا کہ کھانا کھاتے تو دستر خوان پر کوئی نہ کوئی یتیم ضرور موجود ہوتا۔[حلیۃ الاولیاء، ج:۱،ص:۳۷۱] رات کو سونے کے وقت مسواک کرتے ، پھر صبح صادق سے پہلے اور بعد میں بھی مسواک کرتے۔[الزہد لابن مبارک،ص:۴۳۶] سلام کرنا آپ کی عادتِ کریمہ میں شامل تھا۔ایک بار کہیں سے گزر ہوا تو سلام کرنا بھول گئے، چناں چہ واپس آکر سلام کیا اور کہا: میں سلام کرنا بھول گیا تھا)۔[طبقاتِ ابن سعد ،ج:۴،ص:۱۱۰]

۞ (عبادت کا عالَم یہ تھا کہ نماز میں اپنے چہرے، ہاتھوں اور قدموں کو رو بقبلہ کرنے کا خوب خیال رکھا کرتے تھے۔ظہر سے عصر تک کا وقت اللہ عزوجل کی عبادت میں گزارتے۔جتنا نصیب ہوتا رات کو عبادت کرتے، پھر بستر پر لیٹ کر پرندوں کی طرح بالکل ہلکی نیند لیتے، پھر وضو کرتے اور کھڑے ہو کر نماز میں غرق ہو جاتے۔اگر کبھی اتفاق سے عشا کی جماعت فوت ہو جاتی تو اس کے کفارے کے لیے پوری رات عبادتِ الٰہی میں گزار دیتے۔) [سیر اعلام النبلاء، ج:۴،ص: ۳۵۴/۳۷۰]

ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہے، کلمۂ حق کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے۔ ان بزرگوں میں سے ایک یہ بھی ہیں جنھوں نے یزیدِ (پلید) کی بیعت نہ کی (تھی)۔ (بنی امیہ کا مشہور ظالم حکمراں) حجاج بن یوسف ایک بار دیر تک خطبہ دیتا رہا اور نماز کا وقت تنگ ہو گیا (تو اس سے) فرمایا:

اے حجاج! سورج تیرا انتظار نہیں کرے گا۔

عرفات ومزدلفہ وغیرہ میں جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے قیام فرمایا تھا، حجاج (بن یوسف) سے آگے بڑھ کر (وہاں) قیام فرماتے (تھے)، اس وجہ سے حجاج ان سے چڑھا رہتا تھا۔ حجاج نے ایک شخص کو انھیں شہید کرنے پر مقرر کر دیا، اس شخص نے نیزے کی اَنی (نوک) زہر میں بجھالی۔ (میدانِ) عرفات سے واپسی میں راستے میں بھیڑ کر کے وہ شخص ان سے چپک گیا اور زہر آلود اَنی ان کے قدم کی پشت میں چبھا دی، اس کے صدمے سے چند دن بیمار رہ کے واصل بحق ہوئے۔

(امام ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ نے ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ عبدالملک بن مروان نے مکۂ مکرمہ کے محاصرہ کے دوران حجاج کو ہدایت دی تھی کہ وہ عبداللہ ابن عمر کی مخالفت نہ کرے، یہ حکم اس پر بہت شاق گزرا؛ کیوں وہ آپ سے نفرت کرتا تھا۔ لیکن حکم کی مخالفت بھی نہیں کرسکتا تھا، اس لیے اس نے دوسرے طریقے سے آپ کو زخمی کرا دیا جو کہ وفات کا سبب بنا)۔ [تہذیب التہذیب، ج: ۵، ص ۳۳]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ذوالحجہ میں وصال ہوا۔ حجاج نے نمازِ جنازہ پڑھائی، مکۂ معظّمہ کے قریب فخ میں یا ذوطوی (نامی مقام) میں مہاجرین کے قبرستان میں دفن

ہوئے۔نزولِ وحی سے ایک سال قبل پیدا ہوئے اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کے چھ ماہ بعد ۷۳ھ میں وصال ہوا۔ ۸۶/سال کی عمر پائی۔

(بعض علما نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وصال ،حضرتِ عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کے دو یا تین ماہ بعد، سن ۷۳ھ، ماہِ شعبان المعظم یا رمضان المبارک میں ہوا)۔[الاستیعاب، ج:۳،ص ۸۲۔ تاریخِ ابن عساکر ج:۳۱،ص:۲۰۱]

ان سے دو ہزار چھ سو تیس (۲۶۳۰) حدیثیں مروی ہیں، ایک سو ستر (۱۷۰) امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے اور ۸۱/صرف امام بخاری نے اور ۳۱/ (صرف) امام مسلم نے لی ہیں۔صحابہ میں ایک بزرگ اور عبد اللہ بن عمر حرمی ہیں۔ ان سے وضو کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے، (مگر) بعض لوگوں نے ان کے صحابی ہونے میں کلام بھی کیا ہے۔[نزہۃ القاری، کتاب الایمان، ج:۱،ص:۲۴۵/۲۴۶]

۵۷

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

(ابو سعید) حضرت زید بن ثابت (بن ضحاک بن زید بن وذان بن عمرو بن عبد عوف) رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری خزرجی ہیں۔(قبیلۂ) بنی النجار کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد (ثابت) جنگِ بغاث میں جاں بحق ہوئے، جو ہجرت سے قبل اوس اور خزرج کے مابین ہوئی تھی۔

جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم مدینۂ طیبہ آئے تو یہ گیارہ

سال کے تھے۔(اس حساب سے آپ کا سن ولادت تقریباً ۲ رنبوی بنتا ہے) ان کو (آپ کی) خدمتِ اقدس میں پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ ان کو سترہ سورتیں یاد ہیں۔حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے سن کر (خوشی کا ظہار فرمایا اور) سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔(امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الاصابہ میں فرمایا: هٰذا من بني النجار و قد قرأ سبع عشرة سورة فقرأته عليه فأعجبه ذٰلك۔یعنی جب لوگ مجھے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہِ اقدس میں لے گئے اور حضور کو بتایا کہ بنی نجار کے اس لڑکے نے قرآنِ پاک کی سترہ سورتیں یاد کرلی ہیں اور میں نے حضور کو وہ سورتیں سنا دیں تو آپ نے اپنی مسرت کا اظہار فرمایا۔) [الاصابہ، ج:۱،ص:۶۴۲]

۞ (انھوں نے اپنی خدا داد ذہانت اور قوتِ حافظہ کی بنا پر، سریانی زبان صرف) سولہ سترہ دنوں میں سیکھ لی (اور) اسے (پوری مہارت کے ساتھ) لکھنے اور پڑھنے لگے۔

۞ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کو کتابتِ وحی کی خدمت سپرد فرمائی۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں بھی اس جماعت میں شامل فرمایا جو قرآنِ (مقدس) جمع کرنے کے لیے مقرر فرمائی تھی۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد (خلافت کے زمانے) میں جب قرآنِ مجید کے نقل کی ضرورت ہوئی تو انھیں اس پر مامور (مقرّر) کیا گیا۔

۞ فقہائے صحابہ میں تھے۔علمِ فرائض (علمِ میراث) کے ماہر تھے۔خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

تم میں فرائض کے سب سے زیادہ ماہر زید بن ثابت ہیں۔

(یہ علم) فرائض کے علاوہ فتویٰ، قراءت اور قضا (فیصلہ کرنے) میں بھی یدِ طولی (انتہائی کمال) رکھتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی (مدینۂ منورہ کے) باہر تشریف لے جاتے تو انھیں اپنا نائب بناتے اور واپسی پر انھیں کھجور کا ایک باغ عطا فرماتے۔

(آپ) اس درجے کے عالم تھے کہ جب سوار ہونے لگتے تو حضرت (عبد اللہ) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کی رکاب تھامتے۔ (رکاب، گھوڑے کی زین میں لٹکے ہوئے لوہے کے اس کمان نما حلقے کو کہتے ہیں جس میں پاؤں رکھنے کے لیے آہنی تختہ جڑا ہوتا ہے) یہ فرماتے: اے رسول اللہ کے چچا کے صاحب زادے! کیا کر رہے ہیں؟ ابن عباس کہتے: ہم علما اور بزرگوں کے ساتھ (ادب و احترام کا) ایسا ہی (معاملہ) کرتے ہیں۔

(الاصابۃ فی معرفۃ الصحابہ میں ہے:

قَالَ: هٰكَذَا نَفْعَلُ بِالْعُلَمَآءِ وَالْكُبَرَآءِ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس نے کہا: ہم تو اپنے علما اور بڑوں کا یوں ہی احترام بجالاتے ہیں)۔ [الاصابہ، ج:۱، ص: ۶۴۲]

(آپ کے) وصال پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

حبر امت (امت کا زبردست بڑا عالم) چل بسا۔ امید ہے کہ ابن عباس ان کے جانشین ہوں گے۔ چھپن سال کی عمر پا کر مدینۂ طیبہ میں ۴۵ھ میں وفات پائی۔ [نزہۃ القاری، کتاب الصلوۃ، ج: ۲، ص ۳۴۹]

(آپ کے علمی کمال کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مشہور کبارِ صحابہ نے آپ سے احادیثِ کریمہ نقل کی ہیں، ان میں حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت ابو سعید خدری،

حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسی ہستیاں بھی شامل ہیں۔) [اسد الغابہ، ج:۲،:۱۸۶]

۵۸

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابو عمرو) عقبہ بن عامر (بن عبس بن عمرو بن عدی بن عمرو بن رفاعہ بن مودوعہ) جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ (آپ) عالم، قاری اور فرائض (علم میراث) کے ماہر، نہایت ہی فصیح و بلیغ شاعر اور کاتب (خطاط رخوش نویس) بزرگ تھے۔ اپنے ہاتھ سے ایک مصحف (قرآنِ مجید) انھوں نے بھی لکھا تھا۔

یہ خود اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

جب نبیؐ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ہجرت کر کے مدینۂ (پاک) تشریف لائے تو میں اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ انھیں چھوڑ کر (رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور (عرض کی: حضور! میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ پوچھا: کون سی بیعت؟ میں نے کہا: بیعتِ ہجرت۔ پھر میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے مقدس ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے کر) بیعت کر لی۔

(یہ ملکِ) شام کے معرکوں میں شریک رہے۔ دمشق کی فتح کی خوش خبری حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یہی لائے تھے۔ واقعۂ صفین میں حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ تھے۔ بعد میں حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے انھیں مصر کی ولایتِ مطلقہ (حکمرانی) تفویض (عطا) کی، یہاں تک کہ امورِ

مذہبی اور وصولیِ خراج (ٹیکس کی وصولی) دونوں ان کے سپرد کر دیے۔

پھر ۴۴ھ میں انھیں معزول کر دیا۔ ۵۸ھ میں مصر ہی میں (آپ کا) وصال ہوا۔ ان سے ۵۵/احادیثِ (کریمہ) مروی ہیں۔ امام بخاری نے (ان میں سے) آٹھ (حدیثیں، اپنی صحیح میں) روایت کی ہیں۔[نزہۃ القاری، کتاب الصلوٰۃ، ج:۲،ص:۳۵۸]

دمشق کی فتح کی بشارت حضرت عمر فاروقِ (اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یہی لے کر آئے تھے۔ سات دن میں دمشق سے مدینۂ طیبہ پہنچے تھے۔ واپسی پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی مزارِ اقدس پر حاضر ہو کر "طیِّ ارض" یعنی زمین سمیٹے جانے کی کہ لمبا راستہ جلد طے ہو جائے "دعا" مانگی (جو کہ مقبول ہوئی، چناں چہ صرف) ڈھائی دن میں دمشق پہنچ گئے۔[کتاب البیوع ج:۵،ص:۱۷۴]

(آپ، حضور رحمتِ کونین کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ ان کی سواری پر بیٹھنا بھی بے ادبی سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے انھیں اپنی سواری پر بیٹھنے کے لیے کہا: انھوں نے عرض کی: سبحان اللہ! یارسول اللہ! کہاں میں کہاں آپ کی سواری؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے دوبارہ حکم دیا، انھوں نے وہی جواب دیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا اصرار بڑھا تو الامر فوق الادب کے تحت بیٹھ گئے اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سواری کھینچنے لگے)۔
[کتاب الولاۃ کندی، ص:۴۷]

۵۹

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابوعمارہ) براء بن عازب (بن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن

حارثہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور انصاری صحابی ہیں۔(ان کے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیار اور والد حضرت عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی صحابی ہیں) غزوۂ احد کے موقع پر کم سنی کی وجہ سے یہ بھی حضرت (عبد اللہ) ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے ساتھ شرکت سے روک دیے گئے تھے۔سب سے پہلے ''غزوۂ خندق'' میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد تمام مشاہد (غزوات) میں شریک رہے۔

۲۴ھ (خلافتِ فاروقی) میں ''رَے'' موجودہ طہران (ایران کی راجدھانی)، انھوں نے کچھ صلح سے اور کچھ لڑ کر فتح کیا (تھا)۔ جنگ تستر میں حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ تھے۔(تستر خوزستان کا ایک قدیم گڑھ تھا، یہ ۱۷ھ میں مسلمانوں کی فارس کی اسلامی فتح کے ایک حصے کے طور پر ساسانی سلطنت اور خلافتِ راشدہ کے درمیان شہر کے محاصرے کے بعد فتح ہوا)۔

مشاجرات (صحابۂ کرام بالخصوص حضرت مولا علی اور حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین رونما ہونے والے اختلافات) میں یہ حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی تھے۔ان کے ساتھ تمام لڑائیوں میں رہے۔حضرت مصعب بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے عہدِ ولایت میں کوفہ میں جاں بحق ہوئے۔سن وصال ۷۲ھ ہے۔

ان کے والد ماجد حضرت عازب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی صحابی ہیں۔صحابہ میں عازب نام کا ان کے علاوہ اور کوئی نہیں (ہے) اور نہ (ہی) براء بن عازب نام کا ان کے صاحب زادے کے علاوہ کوئی اور ہے۔ان سے ۳۰۵/احادیثِ (کریمہ) مروی ہیں۔جن میں ۲۲/متفق علیہ (بخاری و مسلم دونوں میں مروی) ہیں اور ۱۵/اِفراد بخاری سے

اور ۶ ر اِفراد مسلم سے ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۲، ص: ۳۹۰]

۶۰

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ''حارث بن رِبعی'' ہے (نسب نامہ یہ ہے: حارث بن ربعی بن بلدمہ بن خناس بن سنان بن عبید انصاری خزرجی)۔ یہ فارسِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ مشہور ہیں۔ عبد الرحمن فزاری کے قاتل یہی ہیں۔ خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا:

خَيْرُ فُرْسَانِنَا اَبُوْ قَتَادَةَ۔

(ہمارا سب سے بہترین شہ سوار ابو قتادہ ہے)۔

(آپ غزوۂ بدر میں شریک نہ تھے، اُحد، خندق اور دیگر غزوات میں شرکت کی اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے؛ کیوں کہ آپ اپنے وقت کے بہترین شہ سوار اور شان دار تیر انداز تھے)

مدینۂ طیبہ ہی میں وصال فرمایا۔ سنِ وصال ۵۴ھ ہے۔ ان سے ایک سو ستر حدیثیں مروی ہیں۔ (آپ سے روایت کرنے والوں میں کبارِ صحابہ اور تابعینِ عظام داخل ہیں، آپ کی مروی احادیثِ کریمہ میں سے صحیح) بخاری میں تیرہ (حدیثیں) ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۲، ص: ۴۳۷]

۶۱

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (سیدنا) معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری خزرجی، فقہاء وعُبَّاد

(عبادت گزار) صحابۂ (کرام) میں بہت ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی کنیت ''ابو عبد اللہ'' ہے۔ بہت حسین و جمیل شجاع (بہادر) اور سخی تھے۔ ۱۸/سال کی عمر میں ایمان لائے۔ (۱۳/نبوی میں وادیِ منیٰ میں منعقد ہونے والی بیعتِ) عقبۂ ثانیہ میں شریک ہوئے (جس میں آپ کے ساتھ ۷۲ مَردوں اور دو عورتوں نے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی)۔

۞ سب سے پہلے اجتہاد کی اجازت اِنھی کو ملی۔ جب ان کو (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے تو ان سے دریافت فرمایا:

اے معاذ! فیصلہ کیسے کرو گے؟

عرض کی:

کتاب اللہ سے (فیصلہ کروں گا)

آپ نے فرمایا:

اگر (درپیش مسئلہ) اس میں نہ پاسکو تو؟

عرض کی:

۞ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی سنت (کی ہدایات) سے (فیصلہ کروں گا)

ارشاد فرمایا:

(اگر مسئلہ ایسا ہو کہ تمھیں) اس میں بھی نہ ملے تو؟

انھوں نے عرض کی:

کامل غور وخوض کے بعد اپنی رائے (قیاس) سے (فیصلہ کروں گا)۔

اس پر حضورِ (انور) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

- اس اللہ (عزوجل) کا شکر ہے، جس نے اللہ کے رسول کے (اِس) فرستادے (بھیجے ہوئے قاضی) کو خیر کی توفیق دی۔

- ان سے حضورِ (اقدس) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم بہت محبت فرماتے تھے۔ (محبت وشفقت کا عالَم یہ تھا کہ) کبھی کبھی اپنے ساتھ سواری پر بھی بیٹھا لیتے تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا: قرآنِ (مجید) چار آدمیوں سے سیکھو!

(۱) (عبداللہ) ابن مسعود

(۲) سالم مولیٰ ابوحذیفہ (ابوحذیفہ کے آزاد کردَہ غلام)

(۳) اُبی بن کعب

(۴) اور معاذ بن جبل سے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

- اس کے علاوہ یہ ملکی سیاست وجنگی مُہمّات (اہم جنگی معاملات) میں بھی صائب الرائے (قابلِ قبول مشورہ دینے کی لیاقت) رکھتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما (جیسے عظیم الشان حضرات بھی) ان سے تمام مشکلات (کے حل کے سلسلے) میں مشورہ لیتے (تھے)۔

ایک بار (خلیفۂ دوم) حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اگر معاذ (بن جبل) نہ ہوتے تو (یہ) عمر ہلاک ہوجاتا۔

امینِ امت، حضرت (سیدنا) ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے

بعد (ملکِ) شام کی پوری افواج کے سپہ سالارِ اعظم (سب سے بڑے کمانڈر) مقرر ہوئے؛ مگر "**عمواس کے طاعون**" نے انھیں بھی نہیں چھوڑا۔ (عمواس، ملکِ شام کا ایک گاؤں ہے، وہاں خلافتِ فاروقی میں سن ۱۸ھ میں انتہائی خطرناک قسم کی وبا پھیلی، جس میں ہزاروں صحابۂ کرام کے ساتھ، بے شما انسان وفات پا گئے۔ یہ دورِ فاروقی کا اہم ترین واقعہ شمار کیا جاتا ہے۔ اِسی واقعہ کو اسلامی تاریخ میں "عمواس کے طاعون" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔) [طبقاتِ ابن سعد، ج: ۲، ص: ۸۵۔ تاریخِ ابن خلدون، ج: ۳، ص: ۲۲۲]

حضرتِ ابو عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے چند ہی دنوں کے بعد ۱۷ یا ۱۸/ھ میں وصال فرمایا۔ اس وقت عمرِ مبارک چونتیس (۳۴) سال کی تھی۔ ان سے ایک سو ستاون (۱۵۷) احادیثِ کریمہ مروی ہیں۔ بیس (۲۰) حدیثیں بخاری و مسلم دونوں میں ہیں، تین (۳) صرف (امام) بخاری نے (اور) ایک صرف (امام) مسلم نے روایت کی ہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الایمان، ج: ۱، ص: ۲۴۲ / ۲۴۳]

۶۲

خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ یہ قبیلۂ "تمیم" کے چشم و چراغ تھے۔ غلام بنا کر مکۂ مکرمہ کے بازار میں بیچے گئے۔ ان کا اسلام لانے والوں میں چھٹا نمبر ہے۔ اسی لیے یہ "سادس الاسلام" کہلاتے تھے۔ ان کا مکۂ (مکرمہ) میں کوئی حامی و مددگار نہ تھا؛ اس لیے ان پر ایسے مظالم ڈھائے گئے جنھیں سن کر کلیجہ کانپ جاتا ہے۔

ستم گر (ان پر ظلم کرنے والا) انھیں دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر سینے پر بھاری بھرکم پتھر رکھ کر چڑھ جاتے اور اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک انگارے زخم کے پانی سے بجھ نہ جاتے (حضور) رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ان کو تسلی دیتے۔ ان کے ظالم آقا کو پھر بھی قرار نہ آیا تو اس نے (آگ میں) لوہا تپا کر ان کے سر کو داغنا شروع کیا۔ ان مصائب (مصیبتوں) نے بھی ان میں کوئی تزلزل نہیں پیدا کیا۔ جبلِ استقامت بنے ہوئے سب کچھ برداشت کرتے رہے۔

ایک بار (حضور سرورِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) خدمتِ اقدس میں عرض کی:

(حضور!) دعا فرمائیں کہ اللہ عزوجل مجھے اس عذاب (مصیبت) سے نجات دے! حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! خباب کی مدد کر۔

ان کا عاص بن وائل کے اوپر قرض تھا۔ (جب) یہ تقاضا کرتے (مانگتے تو) تو وہ یہ کہتا کہ میں اس وقت تک نہ دوں گا جب تک کہ (تم) محمد (فداہ ابی وامی) کا ساتھ نہ چھوڑو گے۔ (انھوں نے قرض چھوڑنا تو گوارا کرلیا؛ لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا دامن چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ آپ) تیرہ سالوں تک مسلسل (جاں گداز) آلام ومصائب برداشت کرتے رہے، پھر مدینۂ طیبہ (کی جانب) ہجرت کی اور تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِن کا اتنا احترام کرتے کہ اپنی سواری پر

بٹھاتے اور فرماتے کہ اس سواری پر بیٹھنے کے لائق تمھارے سوا صرف ایک اور شخص ہے اور وہ بلال ہے۔ یہ فرماتے کہ بلال کیسے مستحق ہوگا؟ اس کے (تو) بہت سے حامی (حمایتی) تھے۔ میرا (تو) کوئی مدگار نہ تھا۔ مجھ پہ یہ یہ (ایسی ایسی مصیبتیں) گذری۔

(آپ) کوفہ میں علیل ہوئے اور زمانۂ دراز تک بیمار رہے۔ مرض کی درازی سے گھبرا کر فرمایا کرتے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے موت کی دعا مانگنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں موت کی دعا مانگتا۔ حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگِ صفین سے واپس ہورہے تھے کہ وصال کی خبر سنی اور جنازے کی نماز پڑھائی۔

وصیت کے مطابق کوفہ سے باہر سپردِ خاک کیے گئے۔ اس تقدیر پران کا سنِ وصال ۳۷ھ ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ عہدِ فاروقی میں ۱۹ھ میں وفات پائی۔ ان سے ۲۳/احادیثِ (کریمہ) مروی ہیں۔ ۵/امامِ بخاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے روایت کی ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجنائز، ج: ۴، ص: ۴۸/۴۹]

۶۳

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

(آپ کا) نام "جابر" ہے۔ یہ بھی صحابیِ (رسول) ہیں۔ ان کے والد بھی صحابی ہیں۔ ان کے والد (حضرتِ عبداللہ بن عمرو بن حرام خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ) غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ مشرکین نے ان کی ناک اور کان کاٹ کر صورت بگاڑ دی تھی۔ یہ غزوہ ۳ھ شوال میں ہوا تھا۔ (یہ غزوہ کس) تاریخ (میں پیش آیا اس) کے بارے میں شدید اختلاف ہے۔ ۱۱/۱۷/۱۸/۱۹ (کے اقوال ملتے ہیں)۔

(حضرت) امام مالک (علیہ الرحمہ) نے فرمایا کہ (غزوۂ احد) نصفِ شوال میں (پیش آیا)۔ انھیں کا ایک قول ہے کہ ہجرت کے اکتیسویں مہینے کی ابتداء میں (رونما ہوا)۔ اس کا حاصل بھی ۳ھ کے شوال کا قریب قریب نصف ہے؛ البتہ اتنا طے ہے کہ بدھ کے دن (کفارِ) قریش نے (جبلِ) اُحد کے مقابل (سامنے) عینین کے دامن میں پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ جمعہ کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم وہاں پہنچے تھے (اور) سنیچر کو معرکہ ہوا تھا۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجنائز، ج: ۴، ص: ۲۱]

ان پر بہت زیادہ (رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) نگاہِ کرم تھی۔ احادیثِ (کریمہ) میں ان کے (متعلق) بہت (سے) دلچسپ واقعات مذکور ہیں۔ یہ انصاری خزرَجی سَلَمی ہیں۔ ان سے ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیثِ (نبویہ) مروی ہیں۔ چھبیس (۲۶) صرف بخاری میں، ایک سو چھبیس (۱۲۶) صرف مسلم میں اور اٹھاون (۵۸) وہ احادیث ہیں جو (بخاری و مسلم) دونوں میں ہیں، جنھیں ''متفق علیہ'' کہتے ہیں۔ اس طرح شیخین (امام بخاری اور امام مسلم) نے ان کی دوسو دس (۲۱۰) حدیثیں درج کیں۔

بروایتِ مختلفہ سن ۶۹ / ۷۴ / ۷۷ / ۷۸ رمیں مدینۂ طیبہ میں وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمرِ مبارک چورانوے (۹۴) سال کی تھی۔ جابر بن عبد اللہ صحابۂ (کرام) میں دو اور صاحبان ہیں:

(۱) (حضرت) جابر بن عبد اللہ رابسی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) (حضرتِ) جابر بن عبد اللہ بن رُباب۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور یہ (حضرت) جابر بن عبد اللہ بن (بن عمرو بن) حرام ہیں۔ صرف جابر نام کے تئیس (۲۳) صحابۂ کرام ہیں۔ [نزہۃ القاری، باب بدء الوحی، ج:۱، ص:۲۰۸]

۶۴

حضرت سمرہ بن جُندَب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سمرہ بن جندب (بن بلال بن حریج بن مراہ بن حزن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''بنی فزارہ'' کے چشم وچراغ تھے۔ (ان کی کنیت ''ابوعبد الرحمٰن'' ہے) یہ ابھی بچے ہی تھے کہ ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ انھیں لے کر ان کی والدہ مدینۂ (طیبہ) آئیں۔ (ان کی والدہ) بہت خوبصورت خاتون تھیں۔ (اس لیے، انصار کے) بہت سے لوگوں نے (نکاح کا) پیغام دیا؛ (مگر) ان کی ماں نے یہ شرط رکھی کہ میں اسی سے شادی کروں گی جو اس بچے کی بھی پرورش کا وعدہ کرے۔

ایک انصاری (صحابی) نے اس شرط کو قبول کیا (اور) ان کے ساتھ ان کا عقد ہو گیا۔ یہ اپنی ماں کے ساتھ انصار میں رہنے لگے۔ انصارِ کرام کی عادت تھی کہ ہر سال اپنے بچوں کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے سامنے پیش کرتے۔ جو جہاد کے لائق ہوتا (حضور) اسے قبول فرما لیتے۔ ایک بار ایک صاحب زادے کو حضور (سید العرب والعجم) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دے دی اس کے بعد حضرت سمرہ پیش ہوئے تو انھیں مسترد فرما دیا۔ انھوں نے کہا:

یا رسول اللہ! حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) نے اسے اجازت دے دی اور مجھے واپس فرما دیا۔ اگر ہم دونوں کشتی لڑیں تو اسے میں پچھاڑ دوں گا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

پھر لڑ، کے دکھاؤ!

۞ (چناں چہ غزوۂ احد کے جہاد میں شریک ہونے کے لیے ان) دونوں میں کشتی ہوئی، حضرت سمرہ نے انھیں پچھاڑ دیا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے انھیں بھی لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔ (اِس طرح سے انھیں غزوۂ احد میں شریک ہونے کی سعادت ملی، غزوۂ احد کے بعد اِعلاے کلمۃ الحق کے لیے تمام غزوات میں شریک ہوئے)

۞ (۵۰ھ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد، جب زیاد بن سمیہ بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی والی بنا تو اس نے حضرت سمرہ کو اپنا نائب مقرر کیا، اس طرح سے) زیاد بن سمیہ **انھیں چھ** مہینہ بصرہ کا والی بناتا اور چھ مہینہ کوفے کا۔ (جب زیاد کوفہ آتا تو یہ بصرہ جاتے اور جب وہ بصرہ آتا تو یہ کوفہ تشریف لے جاتے) جب زیاد مرا تو (یہ) بصرہ کے والی تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں سال بھر اس عہدے پر باقی رکھا، پھر معزول کر دیا۔

۞ یہ خوارج (خارجیوں) کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ (علما نے بیان کیا ہے کہ جو بھی خارجی گرفتار ہو کر آپ کے پاس لایا جاتا آپ اسے قتل کرا دیتے اور کہتے کہ یہ دنیا کی بدترین قوم ہیں۔ یہ بدبخت بات بات میں مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں) اسی لیے خوارج ان کو برا کہتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک صاحب اور موجود تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان تینوں سے خطاب فرماتے

ہوئے ارشاد فرمایا:

تم تینوں میں جو سب کے بعد مرے گا وہ آگ میں مرے گا۔

❁ اسی (فرمانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کے مطابق ہوا۔ انھیں بہت سخت کزاز (پیچش) ہوگئی۔ اس کے لیے وہ بھپارا لیتے (تھے) ایک بار بھپارا لیتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں گر پڑے اور یہی پیامِ اجل ثابت ہوا۔ بصرہ ہی میں ۵۹ ھ کو وصال ہوا۔

❁ ان سے ایک سَو تیئیس (۱۲۳) احادیثِ (کریمہ) مروی ہیں۔ جن میں سے چار امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے روایت کی ہیں۔ ایک حدیث انھیں سے یہ مروی ہے حضرت امام حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا:

❁ حضرت سمرہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما علمی مذاکرہ (گفتگو) کررہے تھے۔ حضرت سمرہ نے کہا: میں نے نماز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا دو بار سکتہ یعنی ''وقفہ'' یاد رکھا ہے۔ ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کے بعد دوسرا ولاالضآلین کے بعد۔ حضرت عمران (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسے نہیں مانا۔ لوگوں نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا۔ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: سمرہ نے سچ کہا اور یاد رکھا۔

❁ ان کی بیوی کا نام ام کعب تھا یہ انصاری خاتون تھیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الغسل، ج:۲، ص:۲۶۱/۲۶۲]

﴿۶۵﴾

حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

۞ حضرتِ حارث بن ہشام، (حضرت) خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد اور ابو جہل (لعین) کے حقیقی بھائی تھے، جنگِ بدر و اُحد میں (کفارِ) قریش کے ساتھ تھے، فتحِ مکہ کے دن ایمان لائے۔

۞ یہ پہلے گھبرائے ہوئے (حضرتِ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی بہن) حضرت امِّ ہانی (فاختہ بنت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس آ کر پناہ (لے) لی، حضرت علی چاہتے تھے کہ قتل کر ڈالیں؛ مگر حضرت امِ ہانی آڑے آئیں، مقدمہ (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے) دربارِ اقدس میں پیش ہوا۔

حضرت ام ہانی نے عرض کی :

۞ **یارسول اللہ!** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) میں نے جسے پناہ دی ہے، علی اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا :

اے امِ ہانی! جسے تم نے پناہ دی اسے میں نے بھی پناہ دی۔

۞ حضرتِ حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بتیس (۳۲) صاحب زادے تھے، جن میں ابو بکر (نامی شہزادے) مدینے کے مشہور فقہائے سبعہ میں سے (ایک) ہیں۔ خلافتِ فاروقی میں مکہ معظّمہ سے (ملکِ) شام (سیریا) اس عزم سے نکلے کہ اب گھر نہیں آنا ہے، بقیہ عمر جہاد (فی سبیل اللہ) ہی میں بسر کرنی ہے۔ اللہ عزوجل نے یہ خواہش پوری فرمائی، (چناں چہ) ماہِ رجب المرجب ۱۵ھ میں، جنگِ یرموک میں شہید ہوئے۔ [نزہۃ القاری، باب بدء الوحی، ج:۱، ص:۱۷۷]

٦٦

حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

۞ ان کا نام "صخر" ہے۔نسب نامہ یہ ہے: صخر بن حرب بن عبد شمس امیہ بن عبد مناف بن قصی۔ابوسفیان کنیت ہے، اسی کے ساتھ مشہور ہیں۔دوسری کنیت ابوحنظلہ ہے واقعۂ فیل (کہ جس میں اللہ عزوجل نے، کعبۂ مقدسہ کو ڈھا دینے کی نیتِ فاسدہ رکھنے والے حبشہ کے سرکش بادشاہ "ابرہہ" کو ابابیل نامی نہایت چھوٹے پرندوں کے ذریعے ہلاک کر کے عبرت کا نشان بنا دیا تھا، اس تاریخی واقعہ) سے دس (١٠) سال پہلے پیدا ہوئے۔

۞ فتحِ مکہ کی رات (سن ٨ ھ) میں ایمان لائے اور مومنینِ مخلصین (سچے دل سے ایمان لانے والوں) میں ہو گئے۔(سن ٨ ھ میں ہونے والے) غزوۂ طائف میں شریک ہوئے، (دشمن کے) تیر سے ایک آنکھ نکل گئی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو خبر ملی تو ان کے پاس تشریف لائے دیکھا کہ ڈھیلا ہاتھ میں لیے ہیں، فرمایا:

۞ یہ آنکھ راہِ خدا میں گئی ہے اگر کہو تو دعا کر دوں تو آنکھ ٹھیک ہو جائے یا کہو تو دعا کروں اور اس کے عوض جنت ملے!

عرض کی:

جنت اختیار کرتا ہوں۔

۞ دوسری آنکھ جنگِ یرموک میں (جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں رومیوں سے ہونے والی لڑائیوں میں سب سے بڑی اور فیصلہ کن ہوئی

تھی) پتھر لگنے سے راہِ خدا میں قربان ہوگئی اور اس کے بعد مدینے میں رہائش اختیار کرلی، باقی ماندہ زندگی یہیں گزاری۔

۳۴ھ میں اٹھاسی (۸۸) سال کی عمر پا کر یہیں وصال فرمایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور (روضۂ اقدس کے بالکل سامنے واقع، مدینۂ منورہ کے مشہور قبرستان) جنت البقیع میں دفن نصیب ہوا۔

یہ ام المومنین حضرت (سیدتنا) ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت (سیدنا) امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ہیں۔ ایمان لانے کے بعد ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ''قُدَید'' کے مشہور بت ''مَنَاۃ'' کو برباد کرنے کی مُہم پر بھیجا تھا۔

[نزہۃ القاری، باب بدء الوحی، ج:۱، ص:۱۹/۲۰]

۶۷

حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

(آپ کا نام ''یزید'' کنیت ''ابوخالد'' اور ''لقب ''خیر'' ہے، نسب نامہ یہ ہے: یزید بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی)۔ آپ حضرت ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے (آپ حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوتیلے بھائی اور حضرت ابوسفیان کی اولاد میں سب سے زیادہ سلیم الطبع تھے، اِسی لیے آپ کو ''یزید الخیر'' کہا جاتا تھا۔ آپ کی ماں کا نام ''زینب'' تھا)۔

اپنے چچا معاویہ بن حرب کی طرف نسبت کرکے پکارے جاتے تھے۔ (۱۵ھ میں خلافتِ اسلامیہ اور بازنطینی سلطنت کے مابین لڑی جانے والی) جنگِ یرموک میں ایک

دستے کے سپہ سالار تھے۔ ان کے باپ (حضرتِ) ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسی دستے میں تھے اوراسی جنگ میں حضرت ابوسفیان کی آنکھ شہید ہوگئی (تھی)۔

۞ (حضرتِ یزید بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بہت صلاحیتوں کے مالک تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو شام پر حاکم بنایا تھا۔ مدت العمر (عمر بھر) بڑے حسن وخوبی سے حکمرانی فرمائی۔

۞ ابوسفیان نام کے، صحابہ (کرام) میں متعدد (کئی) حضرات ہیں؛ مگر ''ابوسفیان بن حرب'' صرف یہی ہیں۔ اِن (صاحب زادے حضرت یزید) سے حضرت (سیدنا عبد اللہ) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ [نزہۃ القاری، بدءالوحی، ج:۱،ص:۲۲۰]

۶۸

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۞ حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عرب کے مشہور سخی ''حاتم طائی'' کے بیٹے تھے، آپ کی کنیت ''ابوظریف'' اور بقولِ بعض ''ابووہب'' تھی۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد بن حشرج بن امرا القیس بن عدی طائی)۔ [اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج:۲،ص:۵۳۵]

۞ (آپ پہلے) نصرانی تھے۔ فتحِ مکہ کے بعد ایمان سے مشرف ہوئے اور راسخ الاعتقاد (مضبوط اعتقاد والے) مخلص صحابی ہوئے۔ (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ آپ ہر نئے مسلمان سے اس کے رتبے کے مطابق کام لیا

کرتے تھے اور اسلام قبول کرنے سے پہلے جس کا جو رتبہ ہوتا تھا حضور علیہ الصلاۃ والسلام اُسے اُس پر برقرار رکھا کرتے تھے۔ چوں کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلۂ طے کے حکمراں تھے؛ اس لیے حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم انھیں قبیلۂ طے کی امارت وحکومت پر برقرار رکھا)۔[سیرتِ ابن ہشام، ج:۲،ص:۳۸۷]

❁ اوائلِ عہدِ صدیقی (حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانے) میں جب عرب کے (بعض) قبائل میں رِدّت (لادینیت) پھیلی تو یہ اپنے قبیلے ''طَے'' کے ساتھ ایمان پر ثابت (قدم) رہے۔ (آپ رضی اللہ عنہ فتنوں کے) اُس زمانے میں بھی زکات لے کر بارگاہِ صدیقی میں حاضر ہوئے۔(اس وقت آپ) دوسروں کو رِدّت سے بچنے کی تلقین بھی فرماتے رہتے (تھے)۔[نزہۃ القاری، باب بدء الوحی، ج:۱،ص:۲۲۷]

۶۹

حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابیِ رسول حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے ہیں، ان) کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ تابعی ہیں؛ مگر کثیر محدثین حتی کہ (حضرت) امام ذہبی (رحمۃ اللہ علیہ) تک نے صحابہ میں شمار کیا (ہے)۔ اِصابہ میں امام واقدی (رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ مجھے غزوۂ خندق اچھی طرح یاد ہے، اس وقت میں پانچ سال کا تھا۔[نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج:۱،ص:۴۴۸]

۷۰

حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت عبد اللہ بن زید بن عاصم بن کعب انصاری مازنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جلیل

القدر) صحابیِ رسول ہیں۔ان کی بھی (یہ) خصوصیت ہے کہ ان کے والدین بھی صحابی ہیں اور ان کے بھائی (حضرت) حبیب بن زید بھی (شرفِ صحابیت سے مشرّف ہیں)۔ حبیب بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہ بزرگ ہیں جن کا (جھوٹے مدعیِ نبوت بد بخت) مسیلمہ کذاب نے عضو کاٹ ڈالا تھا۔اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ (مردِ) مجاہد ہیں، جنھوں نے حضرت وحشی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ مل کر مسیلمہ کذاب کو قتل (کر کے واصلِ جہنم) کیا تھا۔

❁ یہ ذوالحجہ ۶۳ھ کے خونی معرکے میں ۷۰ رسال عمر پا کر شہید ہوئے۔ یہ غزوۂ اُحد کے شرکا میں سے ہیں۔ بعض حضرات نے ان کو بدری (صحابی) بھی کہا ہے؛ مگر یہ صحیح نہیں (ہے۔اگر چہ انھیں مجاہدینِ احد میں شمار کیا گیا ہے؛) مگر مجھے اس میں بھی کلام (ایک قسم کا شبہ) ہے کہ انھوں نے غزوہ اُحد میں مجاہدین کی طرح شرکت کی ہو، اس لیے کہ اس وقت ان کی عمر (محض) دس سال تھی۔ہوسکتا ہے کہ جیسے حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنی کم سنی کے باعث) بطورِ خدمت گار (جنگ کے) موقع پر حاضر (ہوئے) تھے، یہ بھی حاضر رہے ہوں۔

❁ ان سے (کُل) اڑتالیس احادیثِ (کریمہ) مروی ہیں، (جن میں سے) آٹھ متفق علیہ (یعنی بخاری اور مسلم دونوں میں مروی) ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج:۱،ص:۴۴۸]

﴿۷۱﴾

حضرتِ عبداللہ بن ابواَوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عبداللہ بن ابواَوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدنی سلمی صحابی ہیں۔(ایک قول یہ

ہے ان کا نام علقمہ ہے۔ یہ ''ابن ابواوفی'' کے نام سے مشہور ہیں۔نسب نامہ یہ ہے: علقمہ بن خالد بن حارث بن ابواسید بن رفاعہ بن ثعلبہ بن ہوازن بن اسلم بن اقصی)۔(یہ صلحِ حدیبیہ میں حاضر تھے اور) بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے۔(صلحِ حدیبیہ کے بعد غزوۂ خیبر ہوا، سب سے پہلے اسی میں، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ شریک ہونے کی سعادت حاصل کی)۔[طبقات ابن سعد، ج: ۴،ص:۳۶]

کوفہ کے ساکنین صحابۂ کرام (شہرِ کوفہ میں رہنے والے صحابۂ کرام) میں (انھوں نے) سب کے بعد وفات پائی۔۸۷ھ میں واصل بحق ہوئے۔

وصال کے وقت ستر سال کی عمرِ مبارک تھی۔ یہ ان صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) میں سے ہیں جن کی زیارت سے سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مشرف ہوئے (ہیں) باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں۔[نزہۃ القاری، کتاب الزکوٰۃ، ج: ۴،ص:۲۴۶]

۷۲

حضرت زید بن خالد جُہَنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''قبیلۂ جہینہ'' کی طرف منسوب ہیں۔ان کی کنیت ''ابوطلحہ'' یا ''ابوعبد الرحمٰن'' یا ''ابوزُرعہ'' (ایک قول یہ ہے کہ ان کی کنیت ''ابوطلحہ'') ہے۔(یہ صلحِ حدیبیہ سے پہلے زیورِ اسلام سے آراستہ ہوئے، اور) یوم فتح (مکۂ مکرمہ کی فتح کے دن) میں قبیلۂ بنی جہینہ کا جھنڈا انھی کو عطا ہوا تھا۔

(آپ) کوفہ میں سکونت پزیر ہو گئے تھے۔ وہیں ۷۸ھ میں وصال ہوا۔ وہیں مدفون (دفن کیے گئے) ہیں۔ وصال کے وقت عمر مبارک ۸۵/سال تھی۔ کچھ لوگوں

(علما) نے کہا کہ مدینۂ طیبہ میں وصال ہوا۔(جب کہ) کچھ لوگ (محققین) کہتے ہیں کہ مصر میں ہوا۔ ان سے ۸۱/حدیثیں مروی ہیں۔(جن میں سے) پانچ (امام) بخاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ذکر کی ہیں۔[نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج:۲،ص:۳۵]

۴۷

حضرتِ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''ثقفی'' بزرگ ہیں، (آپ کا تعلق قبیلۂ ''بنوثقیف'' سے ہے، اِسی لیے آپ کو ثقفی کہا جاتا ہے)۔غزوۂ خندق کے بعد مدینۂ طیبہ حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔اس کے بعد کے تمام مشاہد (جنگوں) میں شریک رہے نہایت زِیرک وہوشیار آدمی تھے۔

قبیصہ بن جابر نے (اِن کی مدح سرائی کرتے ہوئے) کہا:

اگر کسی شہر کے اَسّی دروازے ہوں اور ہر دروازے سے داخلے کے لیے حیلے کی ضرورت ہو تو مغیرہ (بن شعبہ اپنی حکمت ودانائی کے سبب) ہر دروازے سے داخل ہوسکتے ہیں۔

مشہور ہے کہ عرب کے چالاک چار ہیں:

(۱) حضرت (امیر) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

(۲) حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

(۳) حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

(۴) حضرت زیاد بن ابیہ، (رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔)

حضرتِ (مولا) علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے اور یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو معزول کردیں۔تو انھوں نے سیدھے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر حضرت (مولا) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مشورہ دیا کہ:

آپ کوفے کا "طلحہ بن عبید" کو اور بصرے کا "زبیر بن عوام" کو والی بنادیجیے اور معاویہ کو (ملکِ) شام پر بدستور والی (حاکم رگورنر) رہنے دیں۔ جب آپ کی خلافت مستقر (مضبوط) ہوجائے تو پھر معاویہ کے بارے میں جو چاہیں کریں!

حضرت (مولا) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا:

طلحہ اور زبیر کے بارے میں غور کروں گا؛ لیکن معاویہ کو شام پر نہیں رکھوں گا۔جب تک وہ اپنے حال پر رہے گا۔

(حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے شہزادے) حضرت امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی حضرت مغیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اس رائے کو پسند فرمایا اور (اپنے والد) حضرت علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) سے عرض بھی کیا؛ مگر حضرتِ علی نہیں مانے۔ (خلیفۂ سوم) حضرت (سیدنا) عثمان (غنی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (دل دوز) شہادت سے اس وقت جو (نازُک) صورتِ حال تھی اس کے پیش نظر یہ مشورہ بہت ہی مفید تھا۔کاش کہ حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے قبول فرمالیتے تو آج اسلام ہی نہیں دنیا کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔

اس مشورہ کے قبول نہ فرمانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگِ صفین کا وہ خونی معرکہ پیش آیا

جس میں پینتالیس ہزار (۴۵۰۰۰) مسلمان مارے گئے، جو پوری دنیا فتح کرنے کے لیے کافی تھے۔ (لیکن كُلُّ مَا قَدَّرَ اللهُ مَفْعُوْلٌ، وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے)

❁ ان کی ذہانت کا ایک واقعہ اصابہ میں یہ ہے کہ حضرت عمر (فاروقِ اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو (خلیج فارس میں ایک جزیرے پر مشتمل چھوٹے سے ملک) بَحْرَین کا عامل (گورنر) بنایا تھا؛ مگر وہاں کے باشندوں نے انھیں ناپسند کردیا اور (دربارِ خلافت میں) شکایت کردی۔ حضرت عمر نے انھیں معزول (برطرف) کردیا؛ مگر چوں کہ (وہ) شکایتیں غلط تھیں (لہذا) بحرین والوں کو خطرہ (لاحق) ہوا کہ کہیں حضرت عمر انھی کو پھر نہ بھیج دیں۔ تو انھوں نے چندہ کرکے ایک لاکھ جمع کیا اور ایک کاشتکار (کسان) اسے لیکر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

❁ خیانت کرکے (ہمارے والی) مغیرہ (بن شعبہ) نے ہمارے پاس اِس (گراں قدر رقم) کو (بطورِ) امانت رکھا تھا۔

❁ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت مغیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلایا (اور) ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

(انھوں) عرض کی :

❁ یہ کم لایا ہے، میں نے (تو) دولاکھ (رقم) جمع کرکے اس کے پاس امانت رکھی تھی۔

❁ یہ سنتے ہی کاشتکار (پر لرزہ طاری ہوا اور اس) کے ہاتھ سے تھیلی گر پڑی۔ اس سے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سمجھ گئے کہ معاملہ کچھ اور ہے۔ جب اس کاشتکار سے سختی

سے پوچھا (اور) قسم دلانے کی بات کی، تو (اس نے) اقرار کیا کہ (اصل) قصہ یہ تھا۔

حضرت مغیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایران اور شام کے معرکوں (جنگوں) میں شریک ہوئے۔ (اسلامی سپہ سالار) حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادسیہ کے معرکے سے قبل افواجِ ایران کے سپہ سالار رستم کے پاس جو سفارت (پیغام پہنچانے کے لیے جو نمائندہ ٹیم) بھیجی تھی اس میں ایک یہ بھی تھے۔

۞ (ملکِ) شام کے سب سے بڑے اور فیصلہ کن معرکے ''یرموک'' میں بھی شریک (ہوئے) تھے۔ اُسی معرکے میں (ان کی) ایک آنکھ جاتی رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو پہلے بصرے کا پھر کوفے کا والی بنایا۔ (حضرت فاروقِ اعظم کے دورِ خلافت تک) اسی (عہدے) پر رہے، یہاں تک کہ حضرت عثمان (غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے انھیں معزول فرمایا۔

۞ پھر حضرت (امیر) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے انھیں کوفے پر مقرر فرمایا اور اسی منصب پر رہتے ہوئے، اسی کوفے میں (انھوں نے) وصال فرمایا۔ (یہ) حضرت (مولا) علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) اور حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے جھگڑے میں الگ رہے۔ دونوں طرف کے حَکَم کے فیصلے کے وقت (ملکِ شام کے ایک سرحدی شہر) ''دُوْمَۃُ الْجَنْدَلْ'' بھی گئے؛ مگر حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیعت اس وقت کی جب حضرت (سیدنا) امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے انھیں خلافت سپرد فرمادی (تھی)۔

حضورِ (اقدس) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کی کنیت "ابو عیسیٰ" رکھی تھی۔ ایک بار حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب اِذن (اجازت) طلب کیا تو حضرت عمر نے پوچھا:

کون (ہے)؟

عرض کی:

(یہ) ابو عیسیٰ (ہے)

حضرت عمر نے (دوبارہ) فرمایا: کون (ہے)؟

عرض کی: ابو عیسیٰ مغیرہ بن شعبہ۔ (انھوں نے) فرمایا:

عیسیٰ کے باپ کہاں تھے؟ (کیوں کہ ابو عیسیٰ کا معنیٰ ہے "عیسیٰ کے والد"۔ پھر ارشاد) فرمایا: اب (سے) تمھاری کنیت "ابو عبد اللہ" رہے گی۔ یہی (کنیت) مشہور ہوئی۔ ۵۰ھ میں (آپ کا) وصال ہوا۔ [نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج: ۲، ص: ۳۷/۳۸/۳۹]

﴿۷۴﴾

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا چھ سال زمانہ پایا۔ (ان کی) کنیت "ابو یزید" ہے۔ ان کے نسب میں (شدید) اختلاف ہے۔ کسی نے "کندی" بتایا، کسی نے "ازدی" کسی نے "کنانی"، کسی نے "لیثی"، (اور) کسی نے "سلمی، ہذلی" کہا ہے۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ یہ "کندی" ہیں (یعنی یہ قبیلۂ کِندہ سے تعلق رکھتے تھے)۔

۞ (یہ) ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے باپ کے ساتھ شریک تھے۔ اس وقت ان کی عمر سات سال تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی ولادت ۳ھ میں ہوئی۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب حضور (رحمتِ عالَم) صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم مدینۂ (منوّرہ) واپس ہوئے اور مدینۂ طیبہ والوں نے شاندار خیر مقدم (استقبال) کیا تو بچوں کے ساتھ یہ بھی استقبال کرنے والوں میں تھے۔

۞ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اور (حضرتِ) عبد اللہ بن مسعود بن عتبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور (حضرت) سلیمان بن ابی خیثمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینۂ طیبہ کے بازار کا عامل بنایا تھا۔ الاستیعاب میں ان کی عمر چورانوے یا چھیانوے سال لکھی ہے۔ اس حساب سے یہ ۹۰ھ یا ۹۲ھ میں واصل بحق ہوئے۔ ویسے ان کا وصال سن اسی (۸۰) یا اکیانوے (۹۱) لکھا ہے؛ مگر عمر اِکیانوے (۹۱) یا چورانوے (۹۴) یا چھیانوے (۹۶) سال لکھی ہے، جو کسی (بھی) طرح درست نہیں (ہے)۔

۞ (امام ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب) اِصابہ میں یہ بھی (لکھا) ہے کہ مدینۂ طیبہ میں وصال فرمانے والے صحابۂ (کرام) میں یہ سب سے آخر ہیں، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے علاوہ اپنے والد حضرت یزید، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبد اللہ بن السعدی اور اپنے ماموں حضرت علاء بن الحضرمی، حضرت طلحہ، حضرت سعد وغیرہم سے بھی احادیثِ (کریمہ) روایت کی ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔

۞ ان سے (حضرت) امام زہری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت یحیٰ بن سعید (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ان سے پانچ احادیث مروی ہیں اور

سب (امام) بخاری (علیہ الرحمہ) نے ذکر کی ہیں۔[نزہۃ القاری ،کتاب الوضو ، ج:۲،ص:۶۲]

﴿۷۵﴾

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابوامیہ) عمرو بن امیہ (بن خویلد بن عبداللہ بن ایاس بن عبید) ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (حالتِ کفر میں) غزوۂ بدر اور (غزوۂ) اُحد میں مشرکینِ (مکہ) کے ساتھ تھے؛ مگر غزوۂ احد کے اختتام پر جب مشرکین واپس ہو رہے تھے (اس وقت) ان کے دل میں نورِ اسلام چمکا اور یہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

یہ عرب کے مشہور بہادروں میں تھے۔ یہ پہلے جس معرکے میں شریک ہوئے وہ (۴ھ میں رونما ہونے والا) سریہ ''بِیْرِ مَعُوْنَہْ'' تھا۔ انھیں دشمنوں نے گرفتار کرلیا تھا۔ (۷۰ مسلمانوں کو انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کرنے والے ظالم) عامر بن طفیل نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ:

میری ماں کے ذمے ایک غلام آزاد کرنا تھا، جا! میری ماں کی طرف سے تو آزاد ہے۔

اُس ظالم نے ان کی پیشانی کے بال مونڈ اڈالے (تھے) ۔۶ھ میں نجاشی شاہِ حبشہ کے نام یہی دعوتِ اسلام لے کر گئے تھے۔ پھر بعد میں حضور (سیدِ عالَم) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے انھیں حبشہ بھیجا، کہ ام المومنین حضرت امِّ حبیبہ بنت ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کا نکاح کریں اور

انھیں اور حبشہ میں جو مسلمان (موجود) ہیں ان سب کو (اپنے ساتھ) مدینہ لائیں۔ایک بار انھی کے ہاتھ (اپنی زوجہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد، حضرت) ابو سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس کچھ تحفے بھیجے تھے۔حضرت (امیر) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے عہد حکومت میں ۶۰ھ میں (مدینۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم میں) وصال فرمایا۔

❁ ان سے بیس احادیثِ (کریمہ) مروی ہیں، جن میں دو (حضرت امام) بخاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ذکر کی ہیں۔[نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج:۲،ص:۸۵]

۷۶

حضرت ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

❁ حضرت ام قیس (بنتِ محصَن) رضی اللہ تعالیٰ عنہا (کا سلسلۂ نسب یہ ہے: ام قیس بنت محصن بن حرثان بن قیس بن مرۃ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔آپ) حضرت عُکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں۔قدیم الاسلام (ہجرتِ نبوی سے قبل ایمان سے سعادت اندوز ہوئی) ہیں۔مکۂ معظّمہ میں ایمان لائیں۔

❁ (حضور) نبیِّ (اکرم) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے بیعت کی اور (جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ہجرت کی اجازت ملی تو حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ) مدینۂ طیبہ (کی جانب) ہجرت کی۔ ان سے چوبیس (۲۴) احادیثِ (مبارکہ) مروی ہیں۔صحیحین (بخاری ومسلم) میں دو حدیثیں (مروی) ہیں۔علامہ (یوسف بن عبد اللہ بن محمد) ابن عبد البر (علیہ الرحمہ) نے

ان کا نام جذامہ بتایا اور (امام عبد الرحمٰن بن عبد اللہ) سہیلی نے آمنہ (بتایا)۔

[نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج: ۲، ص: ۱۱۴]

۷۷

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''بنی خزاعہ'' کے فرد ہیں۔ ان کا نام (زمانۂ) جاہلیت میں ''یسار'' تھا۔ حضور (مختارِ کائنات) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے بدل کر ''سلیمان'' رکھ دیا۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے کوفہ بسایا جانے لگا تو پہلے پہل جو لوگ کوفہ میں جا کر آباد ہوئے ان میں یہ بھی تھے۔ (انھوں نے) بنو خزاعہ کے محلے میں گھر بنایا (تھا)۔

❁ (یہ) اپنی قوم میں بہت ہر دل عزیز اور مقبول تھے۔ حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص محبین (محبت کرنے والوں) میں سے تھے۔ (جنگِ) صفین کے خونی معرکے میں یہ حضرت (مولا) علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کے ساتھ تھے۔ جوشن کو انھوں نے (ہی) مارا تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ کر کوفہ بلانے والوں میں یہ بھی تھے؛ مگر عین موقع پر گھر بیٹھے رہے۔ شہادتِ (امام حسین) کے بعد (اپنی کوتاہی اور غفلت کا) احساس ہوا، اب پچھتائے؛ مگر اب کیا ہوتا ہے۔

❁ پھر یہ اور مسیب بن نجبہ نے انتقامِ حسین کی تحریک چلائی اور (انھوں نے) اپنا نام ''توابین'' رکھا اور حضرت سلیمان بن صرد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا امیر بنا کر چار ہزار (کا) لشکر اکٹھا کر کے (یزیدی امیر بدبخت عبید اللہ) ابن زیاد کے مقابلے کے لیے

نکلے۔ یہ قصہ پہلی ربیع الآخر ۶۵ ھ کا ہے۔ اُدھر سے ابن زیاد نے اپنا لشکر بھیجا۔ مقام ''عین التمر'' پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ (حضرت) سلیمان بن صرد اور (حضرت) مسیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) دونوں مارے گئے۔ ان کے سر (دشمنِ اہلِ بیت) مروان (بن حکم) کے پاس بھیجے گئے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر ترانوے سال تھی۔ انھیں یزید بن حصین بن نمیر نے تیر سے شہید کیا تھا۔ [نزہۃ القاری، کتاب الغسل، ج: ۲، ص: ۱۷۸]

۷۸

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قبیلہٗ) بنی نوفل کے چشم و چراغ تھے۔ ان کی کنیت ''ابو محمد'' ہے۔ ان کے والد مطعم بن عدی حضور (سید عالَم) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم پر بہت مہربان تھے۔ حضرت جبیر بن مطعم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صلح حدیبیہ اور فتحِ مکہ کے مابین (درمیانی زمانے میں) ایمان لائے۔ حضورِ (انور) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی خدمت میں (غزوہٗ) بدر کے بعد، قیدیوں کی رہائی کے سلسلے میں آئے تھے۔ نماز مغرب یا عشا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے دہانِ اقدس (مقدس منہ) سے سورہ طور سنی تو دل لرز اٹھا اور (اُس میں) ایمان کی پہلی کرن پھوٹی۔

(ان کی جانب سے) قیدیوں کی سفارش پر (حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد) فرمایا:

اگر تمھارے باپ زندہ ہوتے اور اِن (قیدیوں) کے بارے میں سفارش کرتے تو ضرور (قبول کرتا اور) ان (سب) کو چھوڑ دیتا۔ (یہ، خاندانِ) قریش کے بہت ماہر

انسان تھے۔زمانۂ (حکومتِ حضرتِ امیرِ) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں مدینۂ طیبہ ہی میں وصال ہوا ۹۷ھ تا ۹۹ھ سنِ وصال ہے۔[نزہۃ القاری، کتاب الغسل، ج:۲،ص:۱۷۹]

﴿۷۹﴾

حضرت ابوجہیم بن حارث بن صِمّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

۞ حضرت ابوجُہیم بن حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ''عبداللہ'' ہے۔(یہ) قبیلۂ خزرج کے چشم وچراغ تھے۔ان کے والد (حضرت) حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابی ہیں اور کبارِ صحابہ میں سے ہیں۔انصارِ کرام میں سابقین اولین میں سے ہیں۔ان میں اور حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ''مواخات کا رشتہ'' قائم فرمایا تھا۔(ہجرتِ مدینہ کے بعد حضور رحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے انصار ومہاجرین کے درمیان اُخوت وبھائی چارگی کا جو رشتہ قائم فرمایا تھا اسے اسلامی تاریخ میں ''مواخات'' کہا جاتا ہے)

۞ (یہ) غزوۂ بدر میں شرکت کے لیے جارہے تھے؛مگر (مقامِ) رَوحا پہنچ کر بیمار ہو گئے،اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے انھیں واپس کردیا؛مگر مالِ غنیمت سے حصہ دیا۔(یہ) غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔(اور خوب دادِ شجاعت دی) عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کو انھوں نے ہی قتل کیا تھا۔

۞ یہ ان چودہ جاں نثاروں میں سے ہیں جو اس قیامت خیز گھڑی میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے گرد حصار بنے رہے،جب کہ اور لوگ (کفار ومشرکین کے اچانک حملے کے سبب) بدحواسی میں ادھر ادھر منتشر ہوگئے تھے۔

(آپ) بیر معونہ (کے دردناک حادثے) میں شہید ہوئے۔

❁ صحابہ (کرام) میں ابوجہیم (نامی) ایک اور بزرگ ہیں (جو کہ) قریشی ہیں۔ ان کا نام عامر یا عبداللہ ہے اور باپ کا (نام) حذیفہ ہے۔[نزہۃ القاری، کتاب التیمّم، ج:۲،ص:۲۸۱]

۸۰

حضرت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ تعالی عنہ ''بنی خزاعہ'' کے حلیف اور ان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ (انھیں) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے اور نماز کی اقتدا کا بھی۔ (یہ نبیؐ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے نوجوان صحابی اور بہت عمدہ فقیہ تھے)۔

❁ ان کو ان کے آقا نافع بن حارث نے، حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے عہدِ خلافت میں، مکۂ معظّمہ پر والی بنا دیا تھا۔ اسے جب حضرت عمر (فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سنا تو غضبناک ہو کر کجاوے میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

تو نے اللہ کی آل پر عبدالرحمن بن ابزی کو حاکم بنا دیا!

نافع نے عرض کی:

یہ ان سب میں کتاب اللہ کے سب سے زیادہ عالم اور فقیہ ہیں۔

تو حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا جلال ختم ہو گیا اور فرمایا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے سنا ہے (کہ) اللہ عز

وجل اس قرآنِ (پاک) کی بدولت ایک قوم کا رتبہ بلند فرمائے گا اور دوسری قوم کو پست (فرمائے گا)۔

❁ ایک روایت کی بنا پر بیعتِ رضوان میں بھی شریک ہوئے۔ حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالی عنہ نے انھیں کوفہ کا گورنر بنایا تھا۔ اخیر عمر میں کوفہ آبسے تھے اور یہیں وصال ہوا۔ ان کے والد ماجد حضرت ابزی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی صحابی ہیں۔ (حضرت) امام بخاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے انھیں ''کتاب الوحدان'' میں ذکر فرمایا ہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب التیمّم، ج: ۲، ص: ۲۸۳]

۸۱

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت عمران بن حصین (بن عبید بن خلف) رضی اللہ تعالی عنہ (قبیلۂ) بنی خزاعہ (کی ایک شاخ بنو کعب) کے (ایک) فرد ہیں (اسی لیے آپ کو خزاعی اور کعبی کہا جاتا ہے)۔ فقہا صحابہ میں سے ہیں۔ (غزوۂ) خیبر کے سال (سات ہجری میں) ایمان لائے اور متعدد غزوات میں شریک ہوئے۔ فتح مکہ کے دن نبی خزاعہ کا علم انھی کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں بصرہ اس مقصد سے بھیجا تھا کہ وہاں لوگوں کو فقہ کی تعلیم دیں۔ یہ وہاں کے قاضی بھی تھے۔

❁ (آپ) مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ (ان کی دعائیں رد نہیں ہوتی تھیں) ملائکۂ حفظہ (انسانوں کی حفاظت پر مامور فرشتوں) کی زیارت (کیا) کرتے تھے۔ فرشتے انھیں سلام کرتے تھے۔ (اس کی وجہ یہ تھی کہ ان پر مذہبی رنگ بہت زیادہ غالب

تھا، عبادات وریاضات میں محنتِ شاقہ اٹھاتے تھے، آدابِ رسالت کا اس قدر پاس ولحاظ تھا کہ جس ہاتھ سے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بیعت کی تھی، زندگی بھراس سے پیشاب کا مقام نہیں چھوا)

۵۲ھ میں وصال ہوا۔ بصرہ جائے وصال ہے۔ان سے ایک سو اسی احادیثِ (کریمہ) مروی ہیں۔(امام) بخاری (علیہ الرحمہ) نے بارہ احادیث لی ہیں۔[نزہۃ القاری، کتاب التیمّم، ج:۲،ص:۲۸۹]

۸۲

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابۂ کرام میں سے ہیں۔(آپ کی کنیت ''ابوعبداللہ اور ابومحمد'' ہے۔آپ کی والدہ کا نام ''نابغہ'' تھا۔سلسلۂ نسب یہ ہے: عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید قرشی سہمی) ۔

(آپ) سیاست، حکمرانی، شجاعت، جنگی مہارت اور مشکل سے مشکل معاملے کے حل میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔مشہور ہے کہ دہاۃ عرب (عرب کے ہوشیار اور چالاک) چار ہیں:

(۱) حضرت امیر معاویہ، (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۲) حضرت مغیرہ بن شعبہ، (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۳) حضرت عمر بن عاص، (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۴) اور حضرت زیاد بن ابیہ، (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۞ ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ مشکل اور لاینحل (بڑے بڑے ماہرین سے حل نہ ہونے والے) معاملات کو (بھی) چٹکی بجاتے حل کر دیتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سات سال پہلے پیدا ہوئے اور (ان کی شہادت) کے بعد بیس (۲۰) سال باحیات رہے۔ نوے سال کی عمر پائی۔

۞ صلحِ حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ۸ھ (ماہِ) صفر کو، سیف اللہ (حضرت) خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم بارگاہ میں) حاضرِ خدمت ہو کر ایمان سے مشرف ہوئے۔ ان کے ساتھ (حضرت) عثمان بن طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تھے۔

۞ جب یہ لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے (ارشاد) فرمایا:

مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمھاری طرف پھینک دیا ہے۔

۞ ان کا بیان ہے کہ میرے دل میں اسلام اسی وقت گھر کر گیا تھا جب میں (شاہِ حبشہ) نجاشی کے یہاں مسلمانوں کو واپس لانے گیا تھا۔

۞ اسلام لانے کے بعد بارگاہِ اقدس کے مقرّبانِ خاص (انتہائی خاص قریبی احباب) میں داخل ہو گئے۔ ان کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا اتنا احترام اور اِجلال تھا کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ بارگاہِ (اقدس) میں ہمیشہ نگاہ نیچی رکھتے تھے۔

ان کی سرکردگی میں ۸ھ میں ''ذات السلاسل'' کی مہم گئی، جس میں حضرت صدیقِ

اکبر اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ماتحت تھے۔ اخیر عمر مبارک میں انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ''عمان'' کا والی بنادیا تھا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال تک اس عہدے پر باقی رہے۔

❁ جب (ملکِ) شام کی مہم شروع ہوئی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں فلسطین کی مہم پر مقرر فرمایا، پھر فلسطین کی فتح کے بعد ان کو اردن اور فلسطین کا والی بنادیا اس کے بعد مصر کی فتح پر مامور فرمایا۔ انھوں نے جب مصر فتح کرلیا تو (حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں) وہاں کا والی بنایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی (انھیں) اسی عہدے پر باقی رکھا، پھر چار سال کے بعد معزول کردیا۔

❁ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات (زندگی) تک فلسطین میں رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس آگئے اور ان کے مشیرِ خاص اور قوتِ بازو رہے، یہاں تک کہ واقعۂ صفین کے بعد جب تحکیم (دونوں فریقوں کی طرح سے کسی تیسرے کو حکم و فیصل بنانے) پر اتفاق ہوا تو حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو اپنی طرف سے حاکم بنایا۔ دومۃ الجندل کے افسوسناک واقعہ کے بعد حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مصر پر ان کو والی بنادیا۔ اسی حالت میں خاص عید الفطر کے دن ۴۳ھ کو مصر میں وصال فرمایا۔ ان کے صاحب زادے حضرت عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر نمازِ عید پڑھائی۔ فضح کے علاقہ ''مقطم'' میں دفن کیے گئے۔

❁ یہ وصیت فرما گئے تھے کہ جب مجھے دفن کرچکو تو میری قبر پر اتنی دیر بیٹھے رہنا جتنی

دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے؛ تاکہ مجھے انسیت حاصل ہو۔ ان سے ۳۷؍احادیثِ (کریمہ) مروی ہیں، جن میں سے تین بخاری (شریف) میں ہیں۔[نزہۃ القاری، کتاب التیمّم، ج:۲،ص:۲۹۷/۲۹۸]

۸۳

حضرت جرہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

(ابوعبد الرحمٰن) حضرت جرہد بن رزاح بن عدی (بن سہم بن مازن بن حارث اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مدنی صحابی ہیں۔(یہ مسجدِ نبوی شریف میں، صفہ نامی چبوترے پر رہنے والے) اصحابِ صفہ میں سے تھے (دیگر اصحابِ صفہ کی طرح ان کی معاش کا مدار بھی مسلمانوں کی فیاضی پر تھا)۔ان کے پاس حضورِ (اقدس) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم بیٹھے بھی ہیں۔ان کا ایک واقعہ یہ ہے کہ یہ بائیں ہاتھ سے کھا رہے تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے دیکھا تو فرمایا:

داہنے ہاتھ سے کھا!

انھوں نے عرض کیا:

(یارسول اللہ!) اِس (ہاتھ) میں تکلیف ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کے (سیدھے) ہاتھ پر دم فرمایا، (آپ کے ایک دم سے حالت یہ ہوگئی کہ) پھر اس ہاتھ میں زندگی بھر کوئی تکلیف نہ ہوئی۔(سبحان اللہ)

(انھوں نے) یزید (پلید) کے تسلط (غلبے) کے زمانے میں مدینۂ طیبہ میں

وصال فرمایا۔[نزہۃ القاری، کتاب الصلوٰۃ، ج:۲،ص:۳۴۸]

(یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت کے آخر میں، مدینۂ منورہ میں انتقال فرمایا)۔[طبقات ابن سعد ، ج:۴،ص:۴۲]

۸۴

محمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

(حضرت) محمد بن (عبد اللہ بن) جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالی عنہ کے صاحب زادے اور ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے بھتیجے تھے؛ مگر منسوب اپنے دادا (جحش) کی طرف ہیں۔(نسب نامہ یہ ہے: محمد بن عبداللہ بن جحش بن رباب بن یعمر بن مرۃ بن کثیر اسدی) ان کے والد اور والدہ دونوں صحابی ہیں۔ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت ابو جبیش تھا۔ان کے والد ماجد (غزوۂ) اُحد میں شہید ہوئے۔شہادت کے وقت حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے ان کے بارے میں وصیت کر گئے تھے۔حضور(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) نے ان کے لیے خیبر میں زمین خرید دی اور مدینۂ طیبہ (کے) سوق الرقیق (رقیق نامی بازار میں) میں ایک گھر عطا فرمایا۔

(غزوۂ) بدر میں جو مہاجرین شریک تھے، ان کے صاحب زادگان کے لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار وظیفہ مقرر فرمایا تھا۔یہ بھی ان میں تھے۔ہجرت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے۔ان کے والد ماجد ہجرت کر کے حبشہ گئے،تو یہ بھی ساتھ تھے، پھر والد کے ساتھ مدینۂ طیبہ آئے۔[نزہۃ القاری، کتاب الصلوٰۃ، ج:۲،ص:۳۴۹]

۸۵

حضرت مالک بن حویرث لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابوسلیمان) مالک بن حویرث (بن اشیم) لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔ (آپ بصرہ ہی کے رہنے والے تھے)۔

(ان کے اسلام لانے سے متعلق صحیح بخاری کے اندر یہ روایت موجود ہے۔ حضرت ابوقلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا:

میں مسلمان ہوکر اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ ہم نے آپ کی خدمتِ اطہر میں بیس روز تک قیام کیا۔ حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم بڑے رحم دل اور ملنسار تھے۔ جب آپ نے محسوس کیا کہ ہم اپنے گھر جانا چاہتے ہیں تو ارشاد فرمایا: اب تم لوگ جا سکتے ہو، وہاں جا کر اپنی قوم کو دین سکھاؤ! اور سفر میں نماز کی پابندی کرنا۔ جب کہیں نماز کا وقت آ جائے تو تم میں کا ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ امامت کرے) [الصحیح للامام البخاری، کتاب الاذان، باب من قال لیؤذن فی السفر مؤذن واحد]

(بصرہ ہی میں) ۹۴ھ میں وصال فرمایا۔ یہ بھی اُن صحابۂ کرام میں سے ہیں جن کا زمانہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پایا ہے۔ اغلب (زیادہ غالبِ گمان) یہ ہے کہ (امام اعظم علیہ الرحمہ نے ان کی) زیارت بھی کی ہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الاذان، ج:۳، ص:۱۱۹]

۸۶

حضرت ولید بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

(یہ، سیف اللہ) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔ غزوۂ بدر میں (مسلمانوں سے لڑنے کے لیے) قریش کے ساتھ آئے تھے اور گرفتار ہو گئے۔ انھیں (حضرت) عبداللہ بن جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے گرفتار کیا تھا۔ ان کے بھائی حضرت خالد اور سلمہ نے فدیہ دے کر انھیں چھڑایا۔ قید سے آزاد ہونے کے بعد ذو الحلیفہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

ان سے کسی نے پوچھا کہ فدیہ ادا کرنے سے پہلے ہی کیوں نہ اسلام قبول کر لیا؟ فرمایا: اس لیے کہ کسی کو بدگمانی نہ ہو کہ قید کی مشقت سے گھبرا کر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اس جرم میں ان کے بھائیوں نے مکۂ معظّمہ میں قید کر دیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی دعا کی برکت سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کر کے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو گئے تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے انھی کو مکۂ معظّمہ بھیجا؛ تاکہ عیاش بن ربیعہ اور سلمہ بن ہشام کو بھی رہا کرائیں۔

مکۂ مکرمہ میں ایک لوہار مسلمان ہو گئے تھے۔ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کا) ارشاد ہوا: ان کے یہاں ٹھہرنا اور کسی تدبیر سے ان دونوں کو نکال لانا۔
یہ گئے اور ان دونوں کو مدینۂ (منورہ) لے آئے۔ (ان کے بھائی) خالد بن ولید نے کچھ آدمیوں کے ساتھ تعاقب بھی کیا؛ مگر یہ بچ (کر نکل) گئے۔ عمرۃ القضاء میں (رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے) ہم رکاب تھے۔

(حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے) انھی کے ذریعے خالد بن ولید کے پاس پیغام بھجوایا کہ اگر خالد آجائے تو میں اس کا شایانِ شان اکرام کروں گا۔ حیرت ہے (کہ) خالد جیسا (مدبر و ذہین) انسان اب تک کیسے اسلام سے دور ہے؟ حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا) پیغام ملا وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرّف باسلام ہو گئے۔ (حضرت) ولید بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی حیاتِ مبارکہ (ہی) میں وصال ہو گیا (تھا)۔ [نزہۃ القاری، کتاب الاذان، ج: ۳، ص: ۲۶۱]

۸۷

حضرت سلمہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سلمہ بن ہشام (بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر قرشی مخزومی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امت کے فرعون "ابو جہل" کے بھائی تھے۔ قدیم الاسلام ہیں (دعوتِ اسلام کے بالکل ابتدائی دَور میں اسلام سے شرف یاب ہوئے)۔ پہلے حبشہ (کی جانب) ہجرت کی، پھر مکہ (والوں کے مسلمان ہو جانے کی غلط خبر سن کر واپس مکۂ مکرمہ) آئے اور (یہاں آ کر جب حقیقت واضح ہوئی تو) مدینۂ منورہ کی جانب ہجرت کرنا چاہا؛ لیکن انھیں (ان کے بھائی ابو جہل کی طرف سے) قید کر دیا گیا اور طرح طرح (سے) عذاب دیا گیا۔

غزوۂ خندق کے بعد مدینۂ طیبہ آ گئے۔ غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ مبارک میں، شامیوں سے لڑی جانے والی مشہور جنگِ "مَرَجُ الصُّفَر" یا "معرکۂ اَجنادین" میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ [نزہۃ القاری،

کتاب الاذان، ج: ۳،ص: ۲۶۲]

۸۸

حضرت عیاش بن ابوربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت (ابوعبدالرحمٰن) عیاش بن ابوربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچازاد بھائی اور ابوربیعہ عمرو بن مغیرہ کے فرزند (بیٹے) اور (دشمنِ اسلام) ابوجہل کے اَخیافی (ماں جائے) بھائی تھے۔ (آپ کا نسب نامہ یہ ہے: عیاش بن ابوربیعہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی)۔

❁ یہ بھی قدیم الاسلام ہیں۔ (دعوتِ اسلام کے ابتدائی دنوں میں، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے حضرت ارقم کے گھر میں تشریف لانے سے قبل دامنِ اسلام سے وابستہ ہو گئے تھے، یہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کر کے پہلے حبشہ گئے، وہاں ایک صاحب زادے عبداللہ پیدا ہوئے، حبشہ سے مکۂ مکرمہ، پھر وہاں سے حضرتِ فاروقِ اعظم کے ساتھ مدینۂ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کا شرف حاصل کیا؛ لیکن ان کے بھائی) ابوجہل نے انھیں (ایک حیلے کے ذریعے) مکۂ مکرمہ میں (بلا کر، رسیوں سے) باندھ (کر قیدی بنا) رکھا تھا۔

❁ (یہ عرصے تک قیدی رہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم دوسرے مسلمان قیدیوں کے ساتھ ان کے لیے بھی دعا نجات کرتے اور فرماتے: اے اللہ! ان کو مشرکوں کے ظلم سے نجات دے!) [استیعاب، ج:۲،ص:۵۰۹]

❁ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ مبارک میں شامیوں سے ہونے

والے فیصلہ کن معرکہ ''یرموک'' میں شہید ہوئے۔ اِصابہ میں حضرت (امام) عبدالرزاق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حوالے سے مذکور ہے کہ جب یہ تینوں صاحبان (حضرت عیاش ،حضرت سلمہ اور حضرت ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کسی طرح مکہ سے باہر نکل آئے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو ان کے آنے کی اطلاع مل گئی تو آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔ [نزہۃ القاری، کتاب الاذان، ج :۳،ص:۲۶۲]

۸۹

حضرت کثیر بن صلت کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت (ابو عبد اللہ) کثیر بن صلت بن معدی کرب کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہدِ رسالت میں پیدا ہوئے اور عہدِ فاروقی میں اپنے بھائی کے ساتھ مدینۂ طیبہ حاضر ہوئے اور یہیں بس گئے اور ''بنی جمع'' کے حلیف بن گئے۔

❁ ان کا نام (پہلے) قلیل تھا۔ حضرت عمر (فاروقِ اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدل کر کثیر رکھا۔ (لیکن بعض علما نے کہا کہ خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کا نام بدل کر کثیر رکھا تھا)۔ [نزہۃ القاری، کتاب العیدین، ج:۳،ص:۳۸۷]

۹۰

حضرت عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہدِ نبوی میں پیدا ہوئے۔ ایک روایت کی بنا پر حدیبیہ میں شریک تھے۔ (حضرت) ابو عمر نے کہا کہ اس وقت ان کی عمر

سترہ سال کی تھی۔ یہ حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صفین، جمل، نہروان میں شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جانب سے شہرِ کوفہ کے امیر بھی رہے اور انھی کے عہد میں واصل بحق ہوئے۔[نزہۃ القاری، ابواب الاستسقاء، ج:۳،ص:۴۲۲]

۞ (ان سے کئی احادیثِ کریمہ مروی ہیں، مسندِ امام احمد بن حنبل کے اندر آپ سے یہ حدیثِ پاک مروی ہے:

نَهٰى رسولُ الله ﷺ عن النُّهبَة وَالمُثلَة۔

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے لوٹ مار کرنے اور لاشوں کے اعضاء یا جسم کاٹنے سے منع فرمایا ہے)۔[المسند للامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث:۱۷۹۹۷]

۹۱

حضرت صفیہ بنت ابوعبید رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

۞ حضرت صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہا (صحابیِ رسول) حضرت (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زوجۂ (محترمہ) اور مشہور کذاب "مختار بن ابوعبید ثقفی" کی بہن تھیں۔ ان کے والد حضرت ابوعبید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صحابی ہیں، جو حضرت عمر (فاروقِ اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت (کے زمانے میں، حیرہ اور قادسیہ کے درمیان مسلمانوں اور فارسیوں کے بیچ میں ہونے والے معرکۂ جسر) میں شہید ہوئے۔ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے۔

(حضرت) علامہ (بدرالدین) عینی (علیہ الرحمہ) نے فرمایا:

انھیں زمانۂ اقدس بھی ملا اور انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے سنا بھی ہے۔

یہی (امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن ابوبکر) قسطلانی (علیہ الرحمہ کی المواہب اللدنیۃ) میں ہے کہ (یہ) صحابیہ ثقفیہ ہیں۔ عابدہ بیبیوں میں تھیں۔

(علامہ ابن حجر عسقلانی کی) تقریب (التہذیب) میں ہے:

(امام ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بغدادی) دارقطنی (علیہ الرحمہ) نے (رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا) عہدِ اقدس پانے کا انکار کیا۔

مگر (امام بن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے) الاصابۃ (فی تمییز الصحابۃ) میں قرائن سے تحقیق فرمائی (ہے) کہ انھیں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا زمانہ ملا؛ مگر کچھ سنا نہیں۔ یہ بیمار ہوگئیں اور حضرت (عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کو خط لکھا کہ میرا دمِ واپسیں (آخری وقت) ہے۔ یہ خط پا کر حضرت (عبداللہ) ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تیزی سے چلے، یہاں تک کہ ایک دن میں تین دن کی راہ طے فرمائی۔ [نزہۃ القاری، باب تقصیر الصلوٰۃ، ج:۳، ص:۶۸۴]

۹۲

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابوعمر) زید بن ارقم (بن زید بن قیس بن نعمان بن مالک اغر بن ثعلبہ خزرجی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ (یہ) قبیلۂ خزرج کے فرد ہیں۔ (ان کے

والد کا انتقال ان کے بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ عظیم صحابیِ رسول حضرت عبد اللہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی آغوشِ تربیت میں لیا تھا۔ بیعتِ عقبہ میں حضرت عبد اللہ ابن رواحہ کے اسلام لانے کے بعد یہ بھی مسلمان ہو گئے)۔ ۶۸ھ میں (کذاب مختار بن ابو عبید ثقفی کے دورِ اقتدار میں، کوفہ میں) وصال فرمایا۔ غزوۂ اُحد میں کم عمر ہونے کی وجہ سے واپس کر دیے گئے تھے۔

پہلا غزوہ جس میں انھوں نے شرکت کی، خندق یا مریسیع ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں شرکت (کی سعادت حاصل) کی۔ حضرت شیرِ خدا (مولا علی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (سچے عاشق اور ان کے) حامیوں میں تھے۔ جنگِ صفین میں ان کے ساتھ رہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب التہجد، ج:۳، ص:۵۰۳]

﴿۹۳﴾

حضرت عاتکہ بنت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل (بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا (آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی صحابیہ،) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ اور حضرت سعید بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بہن تھیں، جو (کہ) عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔

(مشہور صحابیہ حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی چچا زاد بہن اور بھاوج تھیں)۔ (یہ) بڑی عابدہ وزاہدہ تھیں (بالخصوص) باجماعت نماز ادا کرنے کی بڑی شوقین تھیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجمعہ، ج:۳، ص:۳۳۹]

۹۴

حضرت امِّ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

❁ حضرت (امۃ) ام خالد بنت خالد (بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ''ام خالد'' ہے۔ یہ (قرشیہ) صحابیہ ہیں۔ (یہ) حبشہ میں پیدا ہوئیں؛ (کیوں کہ ان کے والد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجۂ محترمہ کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی)۔

❁ ان سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کرلیا تھا۔ جن سے (حضرت) خالد اور (حضرت) عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پیدا ہوئے۔ ان کے والد حضرت خالد بن سعید بن العاص بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقینِ اولین میں سے ہیں۔ بعض رِوایات کے مطابق (مسلمان ہونے میں) ان کا نمبر پانچواں ہے۔

❁ ان کے اسلام لانے کا سبب ایک خواب بنا۔ انھوں نے دیکھا کہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہیں، جس کے نیچے آگ ہے۔ ان کے باپ سعید بن عاص نے چاہا کہ انھیں اس (آگ) میں پھینک دے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کی کمر پکڑلی (اور انھیں اس آگ سے بچالیا)۔

❁ (یہ) صبح کو حضرت ابو بکر (صدیق) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا: میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کی پیروی کروں گا، وہ بلاشبہ اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔ ان کے باپ (سعید) کو جب یہ خبر لی تو اس نے ان کو کھانا دینا بند کردیا اور بھائیوں کو حکم دے دیا کہ ان سے بات نہ کریں۔ یہ اپنی اہلیہ (امینہ) بنت خالد بن اسد

خزاعیہ کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔(حضرت ام خالد اور ان کے بھائی حضرت سعید بن خالد وہیں پیدا ہوئے) پھر(۷ھ میں) غزوۂ خیبر کے موقع پر (دو جہازوں میں) حضرت جعفر بن ابی طالب وغیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ مدینۂ طیبہ واپس آئے۔

❁ ان کے مشاہد(غزوات) میں پہلا ''عمرۃ القضا'' ہے۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ''اجنادین'' یا ''مرج الصفر'' میں شہید ہوئے۔ان کی صاحب زادی (حضرت امۃ) ام خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

❁ سب سے پہلے تسمیہ(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) میرے والد نے لکھا۔یہ بنی امیہ میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ان کے دو بھائی (حضرت) اَبان اور (حضرت) عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی دولتِ اسلام سے مالامال ہوئے۔[نزہۃ القاری، کتاب الجنائز، ج:۴،:۷ ۱۳۱]۔[اسد الغابہ، ج:۷،ص:۲۲۔الطبقات الکبریٰ ج۱۰:،ص:۲۲۲]

۹۵

حضرت حکیم بن حِزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

❁ حضرت (ابو خالد) حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی کے صاحبزادے(بھتیجے) تھے۔یہ عامِ فیل (جس سال میں ابرہہ بادشاہ نے خانۂ کعبہ کو منہدم کرنے کی نیتِ فاسدہ سے حملہ کیا تھا اور اللہ عزوجل نے ابابیل نامی پرندوں کے ذریعے اسے اُس کے پورے لشکر سمیت ہلاک کردیا تھا،اس) سے تیرہ سال قبل پیدا ہوئے۔

فتحِ مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔(اور رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ وبارک وسلم کی بارگاہِ اقدس سے یہ اعزاز ملا کہ آپ نے فرمایا: جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہوگا اسے امان ہے۔آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے ناساز گار حالات میں رات کے وقت حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کی)۔[سیر اعلام النبلاء ج:۴،ص:۲۳۳]

(یہ) جنگِ بدر میں مشرکینِ (مکہ) کے ساتھ تھے۔ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ ۵۴ھ میں مدینۂ طیبہ میں واصل بحق ہوئے۔ بہت مخیّر اور سخی انسان تھے۔زمانۂ جاہلیت میں سو غلام آزاد کئے اور سو اونٹ کا بوجھ صدقہ کیا۔مسلمان ہونے کے بعد حج کیا تو سو اونٹ ہمراہ تھے۔(میدانِ) عرفہ میں وقوف کے وقت (ان کے پاس) سو غلام تھے، جن کے گلوں میں چاندی کی تختیوں پر لکھا تھا''هٰؤُلَآءِ عُتَقَآءُ اللهِ''(یہ سب رضائے الٰہی کے لیے آزاد) ہیں اور ایک ہزار بکریوں کی حج کے موقع پر قربانی (پیش) کی۔اپنا مکان ایک بار حضرت (امیرِ) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ ساٹھ ہزار میں بیچا اور کل کا کل (راہِ خدا میں) صدقہ کر دیا۔[نزہۃ القاری، کتاب الزکوۃ، ج:۴،ص:۱۸۶]

(زمانۂ کفر میں بھی یہ بڑے فیاض اور دریا دل تھے۔شعبِ ابو طالب میں محصوری کے زمانے میں انھوں نے بنی ہاشم کی خوب مدد کی، چناں چہ روایتوں میں آیا ہے کہ اس زمانے میں جب ملکِ شام سے ان کی تجارت کا قافلہ آتا تو آپ گیہوں سے لدے ہوئے اونٹ اس گھاٹی کے قریب لا کر ہنکا دیتے تھے، اس طرح سے اونٹ گھاٹی میں داخل ہوجاتے اور بنو ہاشم اور محصور مسلمان انھیں لے لیتے)۔[سیرتِ حلبیہ، ج:۱،ص:۴۷۵۔ تہذیب الکمال، ج:۳،ص:۷۸]

۹۶

حضرت مِسوَر بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب ''کلاب'' پر جا کر نسبِ نبوی سے مل جاتا ہے۔ ان کا نسب یہ ہے: مسور بن مخرمہ بن نوفل بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ یہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھانجے تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور (حضرت) عمرو بن عوف، (حضرت) مغیرہ بن شعبہ اور (حضرت) محمد بن مسلمہ (رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) سے احادیثِ (کریمہ) سنی ہیں۔

(یہ) ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ نبیّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمرِ مبارک آٹھ سال تھی۔ ۶۴ھ میں جب یزید پلید کے حکم سے (یزیدی امیر) حصین بن نمیر نے مکۂ معظّمہ کا محاصرہ کر رکھا تھا، تو ٹھیک اسی دن جس دن یزید پلید کے مرنے کی خبر مکۂ معظّمہ پہنچی، یہ حطیمِ (کعبہ) میں نماز پڑھ رہے تھے کہ منجنیق (پتھر وغیرہ پھینکنے کا آلہ) کا پتھر آ کر لگا اور شہید ہو گئے۔ ان کی نمازِ جنازہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پڑھائی۔ [نزہۃ القاری، کتاب المناسک، ج:۴، ص:۳۸۸]

۹۷

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

کے بھانجے، ان کی بہن فاختہ یا زینب کے صاحب زادے ہیں۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں وفات پائی ہے۔

(مقام) ''وَدّان'' میں رہائش پذیر تھے ۔ فارِس (ایران) کے دارالسلطنت (راجدھانی) ''اصطخر '' کی فتح میں شریک تھے۔اس فتح کے موقع پر کسی نے اڑادیا کہ دجال نکل آیا(ہے)۔اس پر حضرت صعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے سنا ہے کہ دجال اس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک لوگ اسے بھول نہیں جائیں گے۔

یہ قریش کے حلیف تھے اومحلم بن جثامہ کے بھائی تھے۔[نزہۃ القاری، باب جزاء الصید، ج: ۴،ص: ۴۵۲]

۹۸

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جب مدینۂ طیبہ تشریف لائے ،تو (حضرت) انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی والدۂ (محترمہ) حضرت امِّ سُلَیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے انھیں لاکر (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) بارگاہِ اقدس میں خدمت کے لیے پیش کیا۔ دس سال تک انھوں نے خدمتِ (اقدس کے ذریعے سعادت اندوزی) کی۔

ان کی کنیت ''ابوحمزہ'' ہے۔حمزہ ایک قسم کا ساگ ہوتا ہے۔حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یہ (ساگ) بہت پسند تھا۔اسے چن چن کر لاتے تھے۔اس پر حضورِ

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کی کنیت ابوحمزہ (یعنی حمزہ نامی سبزی سے محبت کرنے والا) رکھی۔ حضورِ (انور) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کے حق میں یوں دعا فرمائی:

❁ اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَاَطِلْ عُمُرَهٗ وَاغْفِرْ ذَنْبَهٗ.

اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو کثیر کر، اس کی عمر کو دراز کر اور اس کے گناہ کو بخش دے!

❁ (حضرت جعد (ابو عثمان) سے (حضرت امام) مسلم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی روایت میں یوں ہے: (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:)

❁ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے میرے لیے تین دعائیں کی۔ میں نے ان میں سے دو (کی مقبولیت)) کو دنیا میں دیکھا اور تیسری (دعا) کی (مقبولیت کی) آخرت میں امید کرتا ہوں۔ یہ تیسری وہی دعائے مغفرت ہے۔

❁ آپ کی اولاد میں خوب برکت ہوئی۔ بروایتِ مختلفہ (کئی روایتوں کے اعتبار سے) ان کی تعداد ۱۲۳/ ۱۲۵/ ۱۲۹ ہے ۔ان میں سے کوئی پوتا یا نواسا نہیں تھا۔سب ان کے بیٹے یا بیٹیاں تھیں۔ یہ تو وہ ہیں جو فوت ہو گئے تھے، وہ بھی ۷۵ھ تک۔ جس سال حجاج (بن یوسف) (عراق کے) بصرہ (شہر) کا والی بن کر آیا تھا، (اس سال ان کی اولاد میں) جو زندہ تھے ان کے بارے میں خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

میری اولاد اور اولاد کی اولاد ۱۰۰ سے زیادہ ہیں۔

❁ یہ اولاد میں برکت تھی۔ عمر میں برکت یہ تھی کہ سو سال سے زائد عمر پائی۔ خود فرمایا

کرتے: میں (اپنی) زندگی سے اکتا (گھبرا) گیا ہوں۔، ہجرتِ (نبوی علیٰ صاحبہا السلام والتحیۃ) کے وقت ان کی عمر (محض) ۱۰/سال تھی۔ ۹۳ ھ میں وصال فرمایا۔ یہاں (اس مقام پر امام) بخاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی روایت میں ہے کہ (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:)

میں انصار میں سے سب سے زیادہ مال دار ہوں۔

❁ مگر مسندِ امام احمد (بن حنبل) میں یہ ہے کہ وہ سوائے اپنی (چاندی کی) انگوٹھی کے (مزید کسی طرح کے) سونے اور چاندی کے مالک نہیں تھے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الصوم ،ج:۵،ص:۱۱۷]

﴿۹۹﴾

حضرت عقبہ بن حارث قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت عقبہ بن حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قرشی صحابی ہیں۔ (سن ۸ ھ میں) فتحِ مکہ کے موقع پر (دولتِ) ایمان سے مشرف ہوئے اور (آپ) مکۂ (مکرمہ) ہی میں رہتے تھے۔ [نزہۃ القاری، کتاب البیوع ج:۵،ص:۱۵۷]

❁ (آپ سے کئی احادیثِ کریمہ مروی ہیں، چناں چہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ایک مرتبہ میں نے عصر کی نماز حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ پڑھی، سلام پھیرنے کے بعد آپ تیزی کے ساتھ اٹھے اور کسی زوجۂ محترمہ کے حجرے میں تشریف لے گئے، تھوڑی دیر کے بعد باہر آئے تو دیکھا کہ لوگوں کے چہروں پر تعجب کے آثار ہیں۔

فرمایا: مجھے نماز میں یہ بات یاد آ گئی تھی کہ ہمارے پاس چاندی کا ایک ٹکڑا پڑا رہ گیا ہے۔ میں نے یہ گوارا نہ کیا کہ شام تک یا رات تک وہ ہمارے پاس ہی رہے۔ اس لیے اسے تقسیم کرنے کا حکم دے کر آیا ہوں)۔[مسندِ امام احمد بن حنبل، حدیث نمبر: ۱۵۵۶۷]

۱۰۰

حضرت عداء بن خالد بن ہوذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۞ (حضرت) عداء بن خالد بن ہوذہ (بن خالد بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ) رضی اللہ تعالی عنہ، صحابی ہیں۔ (یہ غزوۂ حنین میں مشرکین کے ساتھ تھے، وہ خود بیان کرتے ہیں کہ (بدقسمتی سے) ہم حنین کے دن حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم سے لڑے؛ لیکن خدا نے نہ ہماری مدد کی اور نہ ہمیں فتح مند کیا)۔[اسد الغابہ: ۳،ص:۳۸۹]

۞ (یہ غزوۂ حنین کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ، رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ و بارک وسلم کی بارگاہِ اقدس میں آ کر مشرف باسلام ہو گئے)[الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ج:۴،ص:۲۲۷]

۞ ان سے بہت کم حدیثیں مروی ہیں۔ یہ دیہات کے باشندے تھے۔ ان سے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے کوئی غلام یا باندی خریدا تھا۔[نزہۃ القاری، کتاب البیوع ج:۵،ص:۱۷۲]

۞ (حضرت عداء بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کافی لمبی عمر پائی۔ ۱۰۰/ سے زیادہ عمر میں وفات پائی۔ ۱۰۱ھ تک یہ زندہ رہے)۔[الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ج:۴،ص:۲۲۷]

۱۰۱

حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۞ حضرت حبان بن منقذ انصاری مازنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، صحابی بن صحابی

ہیں (یعنی خود بھی صحابی تھے اور آپ کے والد کو بھی شرفِ صحابیت حاصل ہے)۔ سب سے پہلے جس غزوے میں شریک ہوئے وہ ''احد'' تھا۔ اس کے بعد تمام مشاہد (غزوات) میں حاضر رہے۔ ۱۳۰ رسال کی طویل (لمبی) عمر پائی۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں واصل بحق ہوئے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی ہمراہی میں جہاد کرتے ہوئے کسی قلعے سے پتھر ان کے سر پر آ کر لگا جس سے (سر کا اندرونی حصہ کافی متاثر ہو گیا، جس کے سبب) زبان میں لکنت پیدا ہو گئی اور سمجھ میں بھی کچھ فتور پیدا ہو گیا، اگرچہ تمیز وشعور باقی رہا (اور آپ چیزوں کے درمیان فرق وامتیاز کر لیتے تھے)۔

ان کو تجارت کا بہت شوق تھا حتی کہ آخر (عمر) میں آنکھیں بھی سفید ہو گئی تھیں، اس وقت بھی لوگ (منافقین) عموماً انھیں دھوکا دے دیتے (تھے؛ کیوں کہ صحابۂ کرام سے دھوکہ متصور ہی نہیں)، بالآخر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم (سے شکایت کی، آپ نے فرمایا: خریدتے وقت دو بار ''لا خِلابة'' (کوئی دھوکہ نہ ہو) کہہ دیا کرو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کے ارشادات کے بموجب وہ (سامان خریدتے وقت) یہ کہہ دیا کرتے لا خلابة۔

(اس کہنے کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ بھائی میں تجارتی کاروبار میں سادہ بندہ ہوں، مجھ سے زیادہ قیمت مت وصول کر لینا۔ مجھے اختیار حاصل ہے، کسی کو دکھاؤں گا، اگر تم نے قیمت زیادہ لگائی ہوگی، تو مجھے خیارِ شرط حاصل ہوگا اور میں مال واپس کر دوں گا؛ لیکن) جب لا خلابة کہتے تو تلفظ صحیح نہ ہوتا (اس کی جگہ) لا حذابة نکلتا تھا۔ خا معجمہ کی جگہ حاحطی اور

لام کی جگہ ذال (نکلتا تھا)۔[نزہۃ القاری، کتاب البیوع ج:۵،ص:۱۹۷]

۱۰۲

حضرت نعیم بن عبد اللہ نحام رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

❁ حضرت نعیم بن عبد اللہ (بن اسید بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریشی عدوی صحابی ہیں۔ان کا لقاب ''نحام'' ہے۔یہ قدیم الاسلام بزرگوں میں ہیں۔(انھوں نے اس وقت حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی غلامی قبول کی تھی جس وقت صرف نو یا دس خوش نصیبوں نے دعوتِ حق پر لبیک کہا تھا)

❁ (جب انھوں نے) مدینۂ طیبہ ہجرت کرنا چاہا تو ان کے قبیلے والوں نے ہجرت نہیں کرنے دی؛ کیوں کہ یہ بہت مخیر اور شریف انسان تھے۔اپنی قوم پر بے دریغ خرچ کرتے تھے۔انھوں نے کہا کہ آپ مکے ہی میں رہیں۔جس دین پر چاہیں رہیں۔فتحِ مکہ سے کچھ پہلے(۶ھ میں) ہجرت کر کے مدینۂ (طیبہ حضور جانِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی) خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے انھیں گلے سے لگا لیا اور انھیں بوسا(بھی) دیا۔

❁ (مدینۂ منورہ آنے کے بعد رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان سے فرمایا: تمھارے حق میں تمھارا قبیلہ میرے قبیلے سے بہتر ثابت ہوا۔انھوں نے عرض کی: حضور! کیسے؟ فرمایا: ایسے کہ میرے قبیلے نے تو مجھے جانے پر مجبور کر دیا؛ مگر تمھارے قبیلے نے تمھیں روکے رکھا۔انھوں نے کہا: حضور! ایسا نہیں ہے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے قبیلے نے آپ کو ہجرت پر آمادہ کیا، جب کہ میرے قبیلے نے مجھے روک کر مجھے

ہجرت کے شرف سے محروم رکھا تھا)۔[الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ج:٦،ص:۴۸]

"نحّام" کے معنیٰ بہت کھانسنے والے کے ہیں۔ ان کا یہ لقب اس لیے پڑا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

میں جنت میں داخل ہوا تو اس میں نعیم کا "نحمة" یعنی کھانسی سنی۔

یہ ۱۵ھ کے تاریخی معرکے "یرموک" میں شہید ہوئے اور ایک قول یہ ہے کہ "جنگ اجنادین" میں شہید ہوئے جو (کہ) سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ مبارک میں رومیوں سے ہوئی تھی۔[نزہۃ القاری، کتاب البیوع ج:۵،ص۲۲۹]

۱۰۳

حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عامر بن ساعدہ اور کنیت ابویحییٰ یا ابو محمد ہے۔ یہ انصاری مدنی صحابی ہیں۔ یہ صغارِ صحابہ میں (سے) ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے وقت یہ سات آٹھ سال کے تھے۔(اس لحاظ سے ان کا سن پیدائش ۲ یا ۳ھ بنتا ہے)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ حضرت زید بن ثابت اور (حضرت) محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کی ہے۔ حضرت (امیر) معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں واصل بحق ہوئے۔[نزہۃ القاری، کتاب البیوع ج:۵،ص:۲۴۰]

۱۰۴

حضرت سلمانِ فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کا قصہ بہت طویل، دلچسپ اور عبرت آموز ہے ۔ یہ اصفہان کی ایک بستی ''جی'' کے باشندے تھے ۔ان کا باپ وہاں کا زمیں دار تھا۔اس نے ان کا نام ''ماہ'' یا ''بہبوذ'' رکھا تھا۔(صحیح) بخاری میں ہے کہ اصل میں (ایرانی شہر) رَامُھُرمُزْ کے باشندے تھے۔اسلام لانے کے بعدان کا نام سلمان رکھا گیا۔سلمان الخیر،سلمان بن اسلام اَلقاب ہیں ۔کنیت ابوعبداللہ۔(صحیح) بخاری ہی میں ہے خودانھوں نے فرمایا :

(میں) دس سے زائد آقاؤں کے قبضے میں رہاہوں۔

اس کی تفصیل میں روایتیں مختلف اور بہت طویل ہیں ۔انھوں نے دین حق کی تلاش میں گھر چھوڑا اور متعدد راہبوں (عیسائی سادھوؤں) کی خدمت میں رہے۔ اخیر میں ''عمودیہ'' کے ایک راہب کے پاس رہے، جوغیرمحرف صحیح دینِ عیسوی پر تھا۔وہ جب مرنے لگاتواس نے ان کے دریافت کرنے پر یہ وصیت کی کہ:

آج روے زمین پرمیرے علم میں کوئی شخص ایسانہیں (ہے) جوہمارے طریقے پرہو۔ہاں!ایک ''نبی'' کا زمانہ قریب آ گیاہے۔وہ عرب میں دوسنگستانوں کے درمیان کھجوروں والی سرزمین میں مبعوث ہوگا۔اس (نبی) کی واضح علامتیں یہ ہیں : صدقہ نہیں کھائے گا۔ہدیہ کھائے گا۔اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت ہے۔اگرتم سے ہوسکےتوان کی خدمت میں چلے جاؤ۔

یہ وصیت کر کے وہ راہب مر گیا۔کچھ دنوں کے بعد (عرب کے مشہورقبیلے) ''بنو

کلب'' کے کچھ تاجر آئے۔ان کے ساتھ وہ عرب کی طرف چلے۔ان غداروں نے ''وادی القریٰ'' میں لا کر انھیں ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔کچھ دنوں کے بعد اس یہودی کا ایک بھتیجہ آیا، جو مدینۂ طیبہ کے (یہودی قبیلے) بنی قریظہ کا (ایک) فرد تھا۔اس یہودی نے (انھیں) اُس کے ہاتھ فروخت کر دیا۔اِس طرح (سے) یہ مدینۂ طیبہ پہنچے۔مدینۂ طیبہ آتے ہی اس راہب کی بتائی ہوئی علامتوں سے پہچان لیا کہ یہی ''شہر'' ان کا قبلۂ مقصود ہے۔

❁ جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ہجرت کر کے ''قُبا'' تشریف لائے تو اس یہودی کے ایک بھتیجے نے آکر کہا:

بنی قیلہ کو اللہ ہلاک کر دے! یہ سب ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو آج ہی مکہ سے آیا ہے۔ان کا گمان ہے کہ یہ نبی ہے۔

❁ حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہیں کھجوروں کے درخت پر کچھ کام کر رہے تھے۔یہ سن کر فورِ شوق میں ان کا یہ حال ہوا کہ انھیں درخت پر رہنا مشکل ہو گیا۔(تیزی سے) اتر کر نیچے آئے اور اس یہودی سے پوچھا:

تم کیا کہہ رہے تھے؟ (پھر سے بتاؤ)

اس پر ان کا آقا اتنا غصہ ہوا کہ انھیں ایک سخت گھونسہ مارا اور کہا:

تمھیں ان باتوں سے کیا غرض؟ تم چلو اپنا کام کرو!

انھوں نے کہا:

❁ کوئی بات نہیں۔میں صرف یہ چاہتا تھا (کہ) اس نے جو کہا ہے، اسے اچھی

طرح سن لوں۔

۞ ان کے پاس کچھ کھانے کی چیز تھی۔ اسے لے کر شام کو (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم (مقامِ) قبا میں تشریف فرما تھے۔ اور عرض کی :

(حضور!) یہ صدقہ ہے۔

۞ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا اور حاضرین کو کھلا دیا۔

انھوں نے جی میں کہا : پہلی نشانی سہی نکلی۔

۞ پھر جب حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) مدینۂ (منورہ) آ گئے تو پھر وہ کچھ لے کر حاضرِ (خدمت) ہوئے اور عرض کی:

(حضور!) یہ ہدیہ ہے۔

۞ اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے خود بھی کھایا اور حاضرین کو بھی کھلایا۔

انھوں نے اپنے جی میں نے کہا کہ دو نشانیاں ہوئیں۔ (حضرت) سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں:

۞ اس کے بعد میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کے پیچھے آیا۔ حضور سمجھ گئے اور پشتِ مبارک سے چادر سرکا دی، میں نے مہرِ نبوت کو دیکھا۔ دیکھتے ہی جھک کر اُسے بوسہ دینے لگا اور فرطِ مسرت میں رونے لگا۔

اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

سامنے آؤ! (میں) فوراً سامنے حاضر ہو کر کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے دریافت فرمایا:

تم کون ہو؟

۞ میں نے اپنی سرگزشت بیان کی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اس پر بہت مسرور ہوئے (اور میں بھی خوش ہوا) کہ (حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ آپ کے) صحابۂ کرام نے (بھی) میری داستان سنی۔

۞ ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ اس وقت ایک انصاری خاتون کے غلام تھے۔ جب (انھوں نے) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی مدینۂ طیبہ تشریف آوری کی خبر سنی، تو اپنی مالکہ سے کہا:

۞ ایک دن مجھے بخش دو (چھٹی دے دو) اس نے بخش دیا۔ اس دن وہ جنگل سے لکڑیاں لائے اور اسے بیچ کر کھانا تیار کیا اور یہی کھانا لے کر (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی بارگاہِ اقدس میں) حاضر ہوئے۔ اس کے بعد پھر ایک دن مانگا اور لکڑیاں بیچ کر کھانا تیار کیا، دوبارہ اسے لے کر حاضرِ خدمت ہوئے۔

۞ حضرت سلمان (فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چوں کہ غلام تھے۔ اس لیے (غزوۂ) بدر و (غزوۂ) احد میں شریک نہ ہو سکے۔ ایک دن ان سے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

۞ اے سلمان! اپنے آقا سے مکاتبت کر لو! یعنی یہ طے کر لو کہ تم مجھ سے اتنا مال لے

لواس کے بعد آزاد کردو۔ ان کے آقا نے تین سو یا پانچ سو کھجور کے درخت بٹھانے اور چالیس اَوقِیہ (فقہائے کرام کی نزدیک ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) سونے پر معاملہ طے کیا کہ جب یہ کھجور کے درخت پھل دینے لگیں تو تم آزاد ہو۔

۞ (کہتے ہیں کہ) میں نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کر دیا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا۔

اپنے (دینی) بھائی سلمان کی مدد کرو!

۞ اس پر کسی نے تیس، کسی نے بیس، کسی نے پندرہ اور کسی نے دس پودے دیے یہاں تک کہ تین سو یا پانچ سو ہو گئے۔ انھوں نے (بارگاہِ اقدس میں) آ کر کے گوش گزار کیا (بتایا)۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے سب پودے بٹھا دیے۔ صرف ایک پودا حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بٹھایا۔ اس ایک کے علاوہ سب پودے (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے دستِ مبارک کی برکت سے) بہت جلد پھل دینے لگے۔

۞ پھر کہیں سے مالِ غنیمت آیا۔ اس میں سے مرغی کے انڈے کے برابر سونا حضرت سلمان کو دیا کہ جاؤ! نقد بھی ادا کر دو!

انھوں نے عرض کی:

(یا رسول اللہ!) اتنے سے کیا ہوگا؟

۞ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اسے (اپنی) زبانِ مبارک پر پھیرا اور (ارشاد) فرمایا:

لے جاؤ! پورا ہو جائے گا۔

۞ اسے لے جا کر وزن کیا تو چالیس اوقیے بھر پورا ہوا۔ چالیس اوقیے کا وزن تقریباً ساڑھے چار کلو گرام (بنتا ہے۔ سبحان اللہ! یہ آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا عظیم معجزہ تھا کہ مرغی کے چھوٹے سے انڈے کے برابر سونے کو چوم کر، اسے ساڑھے چار کلو گرام کے برابر کر دیا)۔

۞ (غلامی سے) آزادی کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان میں اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالی عنہ میں مواخات قائم فرما دی (دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا)۔ بدر واحد کے معرکوں کے وقت (چوں کہ) یہ غلام تھے، اس لیے ان میں شریک نہ ہو سکے، (جیسا کہ مذکور ہوا؛ لیکن) پہلا وہ غزوہ جس میں یہ شریک ہوئے ''خندق'' (غزوۂ احزاب) ہے۔ اس کے بعد کے تمام مشاہد میں ہم رکابِ سعادت رہے۔

۞ جب قریش نے قبائلِ عرب کا ٹڈی دل لشکر لے کر، مدینۂ طیبہ پر حملے کا ارادہ کیا اور اندرونی طور پر مدینے کے یہود ''بنی قریظہ'' سے بھی ساز باز کر لی تھی، جس کے نتیجے میں غزوۂ خندق ہوا، تو (حضرت) سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی کے مشورے پر خندق کھودی گئی، جو (کہ) بظاہر مدینۂ طیبہ کی حفاظت کا سبب بنی۔

خندق کی کھدائی کے وقت انصار (صحابہ) نے کہا:

سلمان ہم میں سے ہے۔

اور مہاجرین (صحابہ) نے کہا:

(سلمان) ہم میں سے ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے سنا تو فرمایا:

سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلِ بَیْتٍ۔

سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔ (سبحان اللہ)

۞ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے بعد عرصے تک مدینۂ طیبہ ہی میں رہے۔ حضرت صدیقِ اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اخیر یا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شروع عہدِ خلافت میں عراق میں بود وباش (سکونت) اختیار کرلی تھی۔

۞ عہدِ فاروقی میں جب ایران پر عام لشکر کشی شروع کی گئی تو مجاہدین کی ایک فوج کے ساتھ یہ بھی ایک شہر کے محاصرے میں شریک ہوئے۔ مجاہدین سے فرمایا:

۞ ابھی ٹھہرو! پہلے میں جاکر انھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کیا کرتے تھے۔

یہ تشریف لے گئے۔ حمد وثنا کے بعد اہلِ شہر سے فرمایا:

۞ میں بھی تمھارا ہم قوم ہوں۔ اللہ (عزوجل) نے مجھے اسلام کی ہدایت دی (ہے) تم لوگ اہلِ عرب کی فرماں برداری دیکھ رہے ہو۔ اگر تم لوگ مسلمان ہوجاؤ تو تم کو وہ سارے حقوق حاصل ہوں گے جو ہمیں حاصل ہیں اور اگر اسلام منظور نہیں (ہے) تو جزیہ دو اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو پھر لڑائی ہے۔

۞ تین دن تک انھیں اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ چوتھے دن حملے کی اجازت دی

اور وہ شہر فتح ہو گیا۔ (آپ) جلولا کے معرکے میں بھی شریک رہے۔ یہیں مشک کی ایک تھیلی ملی تھی، جسے محفوظ رکھا اور وفات کے وقت کام میں لائے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو مدائن (شہر) کا والی بنایا تھا اور عرصے تک اس عہدے پر رہے۔

(آپ کے) مزاج میں بہت سادگی تھی اور یہ سادگی ان ایام میں بھی باقی رہی۔ لباس میں ایک اونچا پاے جامہ اور عبا یعنی کمبل رہتا تھا۔ ایرانی جب انھیں اس حالت میں دیکھتے تو کہتے: گرگ آمد، گرگ آمد۔ بھیڑیا آیا بھیڑیا آیا۔

ایک مرتبہ ایک چست اور بہت چھوٹا کرتا زیبِ تن فرمایا اور ملازمین (نوکروں) کے گدھے پر سوار ہو کر نکلے۔ بچوں نے دیکھا تو پیچھا کیا اور شور مچانے لگے۔ لوگوں نے جب بچوں کی یہ حرکت (شرارت) دیکھی تو انھیں ڈانٹا اور کہا: تمھیں معلوم نہیں کہ یہ اس شہر کے حاکم ہیں۔؟

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں بیمار پڑے اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیادت کے لیے آئے، تو یہ رونے لگے حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا:

کیا بات ہے کیوں روتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم تم سے راضی رہتے ہوئے دنیا سے (تشریف لے) گئے، حوضِ کوثر پر ان سے ملو گے اور ساتھیوں سے بھی ملاقات ہوگی۔

(انھوں نے) فرمایا:

۞ خدا کی قسم ! میں موت سے نہیں گھبراتا اور نہ (ہی میرے دل میں) دنیا (میں رہنے) کی خواہش ہے۔ روتا اس لیے ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے (مجھ سے) عہد (پختہ وعدہ) لیا تھا کہ دنیاوی ساز وسامان ایک مسافر سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے اور اس وقت میرے ارد گرد سانپ اکٹھے ہیں، یعنی (دنیاوی) اسباب۔

حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں:

۞ اُن (دنیاوی ساز وسامان کہ جنھیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) سانپوں (سے تعبیر کیا تھا، ان) کی کل تعداد یہ تھی: ایک بڑا پیالہ، ایک لگن اور ایک تسلہ۔

حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا:

مجھے کوئی نصیحت کیجیے!

(ارشاد) فرمایا:

۞ جب کوئی کام کرنا چاہو، کوئی فیصلہ کرنا چاہو، کچھ تقسیم کرنا چاہو تو خدا (عزوجل) کو یاد رکھو!

۞ اس بیماری کی حالت میں (وہاں موجود) اور بھی لوگوں نے نصیحت کی خواہش (ظاہر) کی تو (ارشاد) فرمایا:

۞ اگر تم سے ہو سکے تو حج یا عمرہ یا جہاد یا قرآنِ (کریم) کی تلاوت کرتے ہوئے جان دو! فسق وفجور اور خیانت کی حالت میں نہ مرو!

۞ جب زیست (زندگی) کی امید منقطع (ختم) ہوگئی تو اپنی اہلیہ (زوجۂ محترمہ) سے وہ مشک کی تھیلی منگائی جو جلولا میں ملی تھی۔ (انھوں نے لا کر دیا تو) اسے اپنے ہاتھ سے

پانی میں گھولا اور اپنے ہر چہار طرف چھڑکوا دیا اور سب کو باہر کر دیا۔

لوگ کچھ دیر کے بعد اندر آئے تو جان جان آفریں کے سپرد کر چکے تھے۔ مدائن میں ۳۵ھ میں واصل بحق ہوئے۔ ۲۵۰ یا ۳۵۰ سال کی عمر پائی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت (سیدنا) عیسیٰ علیہ السلام یا ان کے کسی حواری (یہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب ہے) کا زمانہ پایا؛ مگر یہ صحیح نہیں (ہے)؛ کیوں کہ ان کے ابتدائی حالات اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ (انھوں نے) ۳۵ سال اسلام کا زمانہ پایا اور دس سال عہدِ نبوت کا۔ [نزہۃ القاری، کتاب البیوع ج:۵، ص:۲۶۲]

۱۰۵

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابوعمرو) عامر بن فہیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔ یہ پہلے (حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اخیافی (ماں شریک) بھائی اور قبیلہ ''ازد'' کے ممبر حضرت) طفیل بن عبد اللہ کے غلام تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں (بھی) خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

(یہ) سابقینِ اولین میں سے ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ابھی تک دارِ ارقم میں خفیہ مجلسِ ارشاد و تبلیغ قائم نہیں فرمائی تھی، اس وقت یہ مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ ہجرت کے مقدس سفر میں انھیں ہم راہی (حضور رحمتِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ رہنے) کا شرف حاصل ہوا۔ ہجرت کے تین مسافروں میں ایک تھے ([۱] حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم [۲] سیدنا

صدیقِ اکبر[۳] حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔(انھوں نے)"بیر معونہ" کے حادثۂ فاجعہ(دردناک حادثے) میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔[نزہۃ القاری، کتاب الاجارات ج:۵،ص:۲۹۲]

۱۰۶

حضرت اَشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت اشعث بن قیس کندی یمنی رضی اللہ عنہ، ۱۰ھ میں کندہ کے وفد کے ساتھ (آقائے دوعالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ یہ چالیس سوار تھے۔

❁ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلمکے وصال کے بعد(جب فتنۂ ارتداد نے سر اٹھایا اور عرب کے مختلف قبیلے اسلام سے پھرنے لگے تو اُن بدبختوں سے متاثر ہو کر) یہ بھی مرتد ہوگئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مرتدین (مرتد ہونے والوں) کی شورش(ہنگامے/شوروغل) کو ختم کرنے کے لیے جو لشکر روانہ فرمائے تھے ان میں سے ایک نے ان کو گرفتار کیا اور مدینۂ طیبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ انھوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا:

مجھے اپنی لڑائیوں کے لیے زندہ رکھیے اور اپنی بہن سے میرا نکاح کردیجے!

❁ حضرتِ صدیقِ اکبر(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے (ان کی) دونوں باتیں منظور فرمالیں اور یہ پھر مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی بہن(حضرت)"اُم فروہ"(رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا ان کے ساتھ نکاح کردیا، جس کا قصہ بہت طویل ہے۔[نزہۃ القاری، کتاب المساقاۃ ج:۵،ص:۳۴۵]

۱۰۷

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

(حضرت) عبداللہ بن ہشام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عہدِ نبوت (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا زمانۂ مسعود) پایا۔ ان کا باپ ہشام فتحِ مکہ سے پہلے کافر (حالتِ کفر میں) مرا۔ ان کی والدۂ (محترمہ) حضرت زینب بنت حمید (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) صحابیہ ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر ان کی والدہ انھیں لے کر (آقائے دوعالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی تھیں۔

(حضرت امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد بن اسحٰق بن محمد بن یحییٰ ابن مندہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے کہا:

انھوں نے چھ سال عہدِ نبوت پایا۔

(حضرت) امام احمد (بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اپنی مسند میں ابن لہیعۃ سے روایت کیا (ہے) کہ یہ عہدِ رسالت میں بالغ ہو گئے تھے؛ مگر ابن لہیعۃ ضعیف ہے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ اقلِ سنِ بلوغ میں بالغ ہو گئے تھے، یعنی بارہ سال کی عمر میں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الشرکۃ ج:۵، ص:۴۳۹]

۱۰۸

حضرت عبداللہ بن یزید انصاری عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عبداللہ بن یزید انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام) عدی ابن ثابت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے نانا ہیں۔ عبداللہ بن یزید انصاری کے بارے میں (امام)

ابوداؤد (سلیمان بن اشعث (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے (اپنی سنن میں) کہا ہے کہ انھوں نے نبیؐ (اکرم) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی زیارت کی ہے۔

۞ (حضرت امام) ابو حاتم (رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے کہا کہ انہوں نے نبیؐ (کونین) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے روایت بھی کیا ہے اور (یہ) حضورِ جانِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کے زمانے میں کمسن تھے۔

۞ لیکن (حضرت) مصعب بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ انھیں صحبتِ (مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) نصیب نہیں ہوئی۔ [نزہۃ القاری، کتاب المظالم ج:۵،ص:۴۱۷]

﴿۱۰۹﴾

حضرت عتبہ بن ابولہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۞ حضرت عتبہ بن ابولہب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسلام کے سب سے بڑے دشمن ''ابو لہب'' کے بیٹے تھے، یہ) فتحِ مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔ یہ اور ان کے بھائی معتب دونوں مکہ ہی میں رہے۔ ہجرت نہیں کی۔

۞ (البتہ بعض غزوات میں شرکت کرنے کے لیے یہ مدینۂ منورہ آجایا کرتے تھے ، چناں چہ غزوۂ حنین میں حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ، اس فدویت اور جانثاری کے ساتھ شریک ہوئے کہ جب اسلامی فوج میں اضطراب پیدا ہوا اور بہت سے مسلمانوں کے پاؤں عارضی طور سے اکھڑ گئے، اس وقت بھی ان کے پیروں میں لغزش نہ آئی۔ غزوۂ حنین کے بعد غزوۂ طائف میں بھی شرکت کی سعادت حاصل کی

تھی)۔[اسد الغابہ،ج:۳،ص:۳۶۶]

ان کے بھائی عتیبہ کو اسلام نصیب نہ ہوا وہ کافر (ہی رہا اور اسی حالت میں) مرا۔ حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار بیٹے تھے۔عباس، ابوخراش، ہشام اور یزید۔

[نزہۃ القاری، کتاب المکاتب ج:۵،ص:۴۷۲]

﴿۱۱۰﴾

حضرت عمرو بن حُرَیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صغارِ صحابہ میں (سے) ہیں۔حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے وقت بارہ سال کے تھے۔ان کے سر پر حضورِ (انور) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے (اپنا) دستِ مبارک پھیرا اور ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔

(آپ نے) کوفہ کی سکونت (رہائش) اختیار کرلی تھی، وہاں کے والی (حاکم) بھی بنائے گئے (تھے)۔۸۵ھ میں واصل بحق ہوئے۔یہ اُن صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) میں سے ہیں جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم (ابوحنیفہ نعمان بن ثابت) رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے ہیں۔[نزہۃ القاری، کتاب الشہادات ج:۶،ص:۵]

﴿۱۱۱﴾

حضرتِ صفوان بن معطّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلۂ بنو سلیم کے فرد تھے۔ خلافِ قیاس اِس (قبیلے) کی طرف انتساب (نسبت کرنے) میں سلمی کہا جاتا ہے۔ان

کے آباواجداد میں ذکوان نام کے ایک شخص تھے، جن کی طرف نسبت کر کے ان کو ذکوانی (بھی) کہا گیا۔

❁ یہ اِس خدمت پر مامور (مقرّر) تھے کہ لشکر کی روانگی کے بعد منزل کا جائزہ لے لیا کریں؛ تاکہ کسی کی کوئی چیز رہ گئی ہو تو اسے اس کے مالک تک پہنچادیں۔ سب سے پہلا غزوہ جس میں یہ شریک ہوئے "مُرَیْسِیْع" ہی تھا۔ اس کے بعد (غزوہٗ) خندق وغیرہ تمام مشاہد (غزوات) میں شریک ہوئے۔

❁ بہت بہادر اور مخیر (سخی) صحابی تھے۔ شاعر بھی تھے۔ ارمینیہ کی جنگ میں ان کا پیر ٹوٹ گیا، مگر پھر بھی لڑتے رہے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ یہ جنگ ۱۹ھ میں ہوئی۔

[نزہۃ القاری، کتاب الشہادات، ج:۶، ص: ۴۴]

۱۱۲

حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ (اِن کا نام عاص اور کنیت ابو جندل ہے۔ ان کا نسب نامہ یہ ہے: ابو جندل عاص بن سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبد وُد بن نصر قرشی عامری)۔ یہ (حضرت) سہیل بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے فرزند تھے، جو (کہ صلحِ حدیبیہ کے موقع پر کفارِ) قریش کے نمائندے تھے اور جنھوں نے صلح کرائی (تھی)

❁ یہ (حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس وقت) مشرف باسلام ہو چکے تھے (جب ان کا گھرانہ سخت ترین دشمنِ اسلام تھا) اس لیے ان کے باپ نے ان کو قید کر کے پاؤں میں بیڑی ڈال دی تھی۔ موقع پا کر کسی طرح (مقامِ) حدیبیہ (میں، حضورِ اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت تک صلح نامہ مکمل نہیں ہوا تھا۔

(ان کے باپ) سہیل (بن عمرو) نے انھیں دیکھا تو ان کا گریبان پکڑ کر گھسیٹنا شروع کردیا اور وہ مسلمانوں سے فریاد کرنے لگے، بالآخر ان کو واپس کردیا گیا۔

(امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کی) اِصابہ میں ہے کہ یہ سابقینِ اولین میں سے ہیں۔ غزوۂ بدر میں مشرکین کے ساتھ آئے تھے؛ مگر لشکرِ اسلام میں چلے آئے اور قید ہوگئے۔ قریش انھیں مکہ (مکرمہ) لے گئے اور جتنی ہو سکتی تھی اذیتیں (تکلیفیں) دیں۔ فتحِ مکہ کے موقع پر ان کے والد نے گھر کا دروازہ بند کرلیا اور انھی کو بھیج کر (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے) اپنے لیے امان طلب کی، پھر مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت ابوجندل جنگِ یمامہ میں بھی شریک ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر اڑتیس سال تھی۔ [نزہۃ القاری، ج:۶، ص:۷۹]

(۱۸ھ میں، حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں، طاعون کی وبا میں انتقال فرمایا)۔ [اسد الغابہ، ج:۵، ص:۱۵۵]

۱۱۴

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابویزید) سہیل بن عمرو (بن عبد شمس بن عمرو بن عبدوُد بن نصر بن مالک قرشی عامری) رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جو مکۂ (مکرمہ) کے رؤسا (قریش کے سرداروں) میں (سے شمار کیے جاتے) تھے۔ بہت فصیح وبلیغ شعلہ نوا خطیب تھے۔ (حالتِ

کفر میں) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے خلاف لوگوں کو ابھارتے رہتے تھے۔ ان کی بھی ہلاکت کی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے قنوتِ (نازلہ) میں دعا کی تھی۔

(یہ) جنگ بدر میں گرفتار ہو گئے تھے، حضرت عمر (فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کی:

(یا رسول اللہ!) اجازت دیں کہ اس کے اگلے دانت نکال دوں؛ تاکہ (یہ) پھر ہمارے خلاف لوگوں کو بھڑکا نہ سکے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

رہنے دو! ایک دن یہ تم کو خوش کرے گا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے بعد مکے میں کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور شورش (فتنہ وفساد) پھیلنے کا اندیشہ تھا، تو انھوں نے مکے میں خطبہ دیا اور وہی کلمات کہے جو مدینے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال پر، بعض صحابۂ کرام کی بے قراری کو دیکھ کر اپنے) تاریخی خطبے میں ارشاد فرمائے تھے:

(تم میں سے) جو (شخص) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کی پرستش کرتا تھا تو سن لے! وہ دنیا سے تشریف لے گئے اور جو اللہ (عزوجل) کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے! اللہ حی لا یموت ہے۔ (وہ زندہ ہے، اسے کبھی بھی موت نہیں آئے گی اور لوگوں کو اختلاف اور فساد سے روکا، جس میں وہ کامیاب ہوئے۔ اس طرح وہ غیب کی

خبر سچی ہوئی جو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے دی تھی۔

(یہ) اخیر عمر میں (ملکِ) شام جہاد کے لیے گئے اور وہیں "طاعون عمواس" میں واصل بحق ہو گئے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الصلح ج:۶،ص:۷۹]

۱۱۴

حضرت بُدَیل بن وَرقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت بدیل بن ورقاء (بن عمرو بن ربیعہ بن عبد العزی خزاعی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ "بنو خزاعہ" کے سردار اور دہاۃِ عرب میں سے تھے۔ (ان کا قبیلہ بنو خزاعہ صلحِ حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کا حلیف ہو گیا تھا) یہ اس وقت (صلحِ حدیبیہ) تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے؛ مگر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ سچی ہمدردی رکھتے تھے۔ (اس لیے مسلمان ہونے سے پہلے بھی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں آتے جاتے رہتے تھے)

(انھوں نے) فتحِ مکہ کے موقع پر "مر الظہران" (کے مقام) میں حاضرِ (خدمت) ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ (اس وقت ان کی عمر ۹۷ سال تھی؛ مگر داڑھی کے سبھی بال کالے تھے) اس کے بعد حنین، طائف اور تبوک سبھی غزوات میں شریک ہوئے۔ (عمر کافی ہو چکی تھی، اس لیے) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہی میں انتقال کر گئے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الشروط ج:۶،ص:۹۷]

۱۱۵

حضرت عروہ بن مسعود بن معتب ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

(حضرت ابو مسعود) عروہ بن مسعود بن معتب ثقفی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صلح حدیبیہ

کے وقت کفر کی حالت میں تھے۔ بعد میں (۸ھ میں جب حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہو رہے تھے تو حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے مدینۂ منورہ پہنچنے سے پہلے) مشرف باسلام ہوئے اور (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے)

۞ (پھر انھوں نے اپنے قبیلے میں جا کر انھیں اسلام کی دعوت دینے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا: وہ لوگ ضدی اور متعصب ہیں، تم سے لڑیں گے۔ انھوں نے عرض کی: حضور! وہ ہمیں بہت مانتے اور میری بڑی قدر کرتے ہیں۔ اِن کے اصرار پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اجازت دے دی۔ انھوں نے) اپنی قوم میں جا کر انھیں اسلام کی دعوت دی جس پر ان کی قوم نے (سخت برہمی کا اظہار کیا اور تیر مار کر) ان کو شہید کر دیا۔ [ابن ہشام، ج:۲، :۳۳۵]

۞ اس کی اطلاع جب بارگاہِ رسالت (مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) میں پہنچی تو فرمایا کہ یہ صاحبِ یاسین کے مثل ہیں، یعنی جن کا واقعہ سورۂ یٰس میں مذکور ہے۔

[نزہۃ القاری، کتاب الشروط ج:۶،ص :۹۹]

۱۱۶

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۞ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''بنوخزرج'' کے سردار تھے اور عقبہ کی (دوسری) بیعت کرنے والوں اور بارہ نقبا (نقیبوں) میں یہ بھی تھے۔ (ان کی کنیت ابو

ثابت اور ابو قیس تھی۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: سعد بن عبادہ بن ولیم بن حارثہ بن حزام بن خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر)۔

❁ ان کی ماں کا نام عمرہ بنت مسعود یا سعد بن قیس بن عمرو تھا۔ یہ بھی انصاریہ خزرجیہ ہیں۔ یہ مشرف باسلام بھی ہوئی ہیں اور (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی صحبت و) بیعت سے مشرف بھی ہوئی ہیں۔

❁ ۵ھ میں ان (حضرت سعد کی والدہ) کا وصال ہوا تھا۔ اس وقت حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ''غزوۂ دومۃ الجندل'' میں تھے اور حضرت سعد (بن عبادہ) بھی وہیں تھے۔ واپسی پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ [نزہۃ القاری، کتاب الوصایا ج:٦ ص:١٤٠]

❁ (حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۵ھ میں وفات پائی)۔ [اسد الغابہ، ج:١، ص:٨٩٦]

۱۱۷

حضرت اصیرم بن ثابت اشہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ (ان کا نام عمرو، لقب اصیرم اور والد کا نام ثابت ہے۔ قبیلۂ اوس کے فرد ہیں) یہ عجب خوش بخت انسان تھے کہ ایک سجدہ بھی نہیں کیا اور جنت میں داخل ہو گئے۔ اجرِ کثیر ان کا یہ ہے کہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

❁ حضرت برا (بن عازب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (غزوۂ احد کے موقع پر) ایک شخص لوہے سے ڈھکے ہوئے نبیﷺ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی

خدمتِ (اقدس) میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

یارسول اللہ! لڑوں یا اسلام قبول کروں؟

(آپ نے ارشاد) فرمایا:

(دونوں کام کرو، پہلے) اسلام قبول کرو پھر لڑو!

انھوں نے اسلام قبول کیا، پھر لڑے اور شہید کر دیے گئے۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر زیادہ پایا۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجہاد ج:۶، ص:۱۷۱]

۞ (ان کے اسلام لانے کا واقعہ چوں کہ بالکل عجیب تھا، اس لیے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بڑے اہتمام کے ساتھ اسے یاد رکھا اور دوسروں تک پہنچایا۔ چناں چہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے شاگردوں سے پوچھتے تھے کہ ایسے شخص کا نام بتاؤ جس نے ایک وقت کی بھی نماز نہ پڑھی ہو؛ لیکن سیدھا جنت میں داخل ہوا ہو؟ جب وہ لوگ جواب دینے سے قاصر رہتے تو آپ خود ہی فرماتے: وہ اصیرم عبد الاشہل ہیں)۔ [اسد الغابہ، در تذکرۂ اصیرم عمرو بن ثابت]

۱۱۸

حضرت ابان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۞ حضرت ابان بن سعید (بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی قرشی اموی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صحابیِ رسول، کاتبِ وحی اور صنادیدِ قریش میں سے تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے سلسلۂ نسب سے مل جاتا ہے)۔

(انھوں) نے (ہی حالتِ کفر میں) غزوۂ اُحد میں (حضرت) ابن قوقل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کوشہید کیا تھا۔ابن قوقل انصاری بزرگ تھے۔ان کا نام ''نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن اصرم'' تھا۔

حضرت ابان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صلحِ) حدیبیہ اور (غزوۂ) خیبر کے درمیان اسلام سے مشرف ہوئے تھے۔بہت مشہور مجاہد صحابی ہیں۔شام کی فتوحات میں انھوں نے بہت نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں۔یرموک یا اجنادین یا مرج الصفر میں شہید ہوئے ۔[نزہۃ القاری، کتاب الجہاد ج:۶،ص:۱۷۹]

۱۱۹

حضرت اُمِّ سَلِیط رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت) ام سلیط (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نام ام قیس بنت عبید بن زیاد بن ثعلبہ تھا۔(یہ قبیلۂ) بنی مازن کی چشم و چراغ تھیں۔(یہ انتہائی بہادر خاتون اور اسلام پر جان دینے کا جذبۂ صادق رکھنے والی صحابیہ تھیں)۔ان کی شادی ابوسلیط بن حارث بن عمر بن قیس سے ہوئی تھی۔یہ بنی عدی بن نجار کے فرد تھے۔ان کو دو اولادیں ہوئیں۔سلیط اور فاطمہ۔یہ خیبر اور حنین میں بھی شریک ہوئی تھیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجہاد ج:۶،ص:۱۹۹]

(صحیح بخاری شریف کے اندر ان کی عظمت وشان کے حوالے سے درج ذیل قصہ مذکور ہے۔حضرت ثعلبہ بن ابو مالک علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینۂ منورہ کی عورتوں میں کچھ چادریں تقسیم فرمائیں، ایک عمدہ قسم کی چادر بچ

گئی۔ کسی نے کہا: اے امیر المومنین! یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی اُس شہ زادی کو دے دیں جو آپ کے نکاح میں ہیں، یعنی حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یہ سن کر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ام سلیط اس کی زیادہ حق دار ہیں ۔ وہ غزوۂ احد کے موقع پر ہمارے لیے مشکیں بھر کر لاتی تھیں)۔[الصحیح للامام البخاری، کتاب الجہاد، باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو، رقم الحدیث:۲۸۸۱]

۱۲۰

حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت اقرع بن حابس (بن عبقان بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فتحِ مکہ کے موقع پر ''مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب'' میں (سے) تھے۔ (یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے جن کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈالنے اور عداوت نکالنے کے لیے، مال خرچ کیا تھا، ان میں یہ بھی تھے)۔

فتحِ مکہ اور طائف وحنین کے معرکوں میں (کفر کی حالت میں) ہم رکابِ سعادت رہے ۔ یہ عرب کے رؤسا (سرداروں) میں شمار ہوتے تھے۔ (فتحِ مکہ کے بعد) بنی تمیم کے وفد کے ساتھ (مدینۂ منورہ) خدمتِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم میں حاضر ہوئے۔ یہ اس وقت پہنچے تھے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم قیلولہ (دوپہر میں آرام) فرمارہے تھے۔

اقرع بن حابس نے باہر ہی سے آواز دی: یا محمد!

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا تو انھوں

نے کہا:

۞ میں کسی کی تعریف کروں تو اس کے لیے زینت ہے اور میں کسی کی برائی کروں تو اس کے لیے عیب ہے۔

۞ اس کے جواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے (ارشاد) فرمایا:

یہ شان (تو) صرف اللہ کی ہے۔

۞ (یہ) بعد میں مخلص (سچے دل سے) مسلمان ہو گئے۔ (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے زمانۂ مسعود میں جہاد میں شرکت کرنے کا موقع نہ مل سکا تو اس کی تلافی کے لیے) عہدِ خلافت کی معرکہ آرائیوں میں پیش پیش رہے۔ یمامہ، عراق، یرموک کے معرکے میں شریک رہے۔ (جنگِ) یرموک ہی میں اپنے دس صاحب زادوں کے ساتھ شہید ہوئے۔

۞ ایک روایت کے بموجب (مطابق) بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں میں خراسان کے ایک معرکے میں (مقامِ) جوزجان میں شہید ہوئے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجہاد ج:۶، ص:۳۶۵]

۱۲۱

حضرت اُمِّ اَیمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

۞ (حضرت) ام اَیمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نام ''بُرکۃ'' (بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک) تھا؛ مگر ان کے نام پر ان کی کنیت غالب رہی۔ یہ حضورِ اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی کنیز تھیں، جنھیں حضورِ (انور) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے آزاد کر دیا تھا۔ آزاد ہونے کے بعد (بھی) انھوں نے یہ مقدس گھر نہیں چھوڑا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیز تھیں۔

(ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ اولاً حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے والدِ بزرگوار حضرت سیدنا عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باندی تھیں، ان کے انتقال پر حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کی خادمہ بنیں، ان کے وصال کے بعد حضور رحمتِ عالَم جانِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی کنیز بننے کا شرف ملا)

انھوں نے حبشہ بھی ہجرت کی اور مدینۂ طیبہ بھی۔ (اعلانِ نبوت کے بالکل) ابتدائی دور ہی میں (اپنے شوہر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے فوراً بعد) مسلمان ہوئیں۔ انھوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی پرورش بھی کی تھی؛ اس لیے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم ان کو فرمایا کرتے تھے:

یہ میری ماں کے (وصال کے) بعد میری ماں (کے درجے میں) ہیں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم ملاقات کے لیے ان کے گھر جایا کرتے تھے، نیز حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی جایا کرتے تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے وصال کے بعد کچھ دن زندہ رہیں۔

انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں عبید بن عمرو بن ہلال سے شادی کی تھی، جو اصل میں مدینۂ طیبہ کا باشندہ تھا؛ مگر مکۂ (مکرّمہ) آکر بود و باش اختیار کر لی تھی۔ شادی کے کچھ دنوں بعد حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے ساتھ مدینۂ طیبہ چلی گئیں۔ یہیں (ان کے بیٹے حضرت) ایمن پیدا ہوئے۔ پھر عبید مر گیا، تو حضرت ام ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

مکۂ معظّمہ لوٹ آئیں اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضورِ (اقدس) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ایما (مشورے) پر نکاح کرلیا۔

۞ ۳ یا ۷ ر ہجری (میں) بعدِ بعثت، حضرت اسامہ (بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پیدا ہوئے۔ اس طرح حضرت اسامہ (حضرت) ایمن کے اخیافی بھائی ہوئے۔ ایمن کو بجائے باپ کے ان کی والدہ ام ایمن کی طرف اس وجہ سے منسوب کیا جاتا ہے کہ یہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی دایہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مشہور بھی ہیں اور عبید (بن عمرو بن ہلال) سے شرف میں بہت زیادہ ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب المناقب ،جلد: ۷، ص: ۱۴۰]

۱۲۲

حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۞ حضرت لبید بن ربیعہ (بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر عامری) رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانۂ جاہلیت کے مشہور ترین شاعروں میں سے تھے۔ فصاحت وبلاغت کے علاوہ سخی وعاقل بھی تھے۔ ان کی کنیت ابو عقیل ہے۔ (یہ) مُخَضْرَمی ہیں (یعنی ان لوگوں میں سے ہیں) جنھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانہ پایا۔

۞ (یہ) سنۃ الوفود میں (وفد بنو کلاب میں ۱۳ افراد کے ساتھ حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔ قبولِ اسلام کے بعد پھر شعر نہیں کہا۔ کوفہ میں سکونت اختیار کرلی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت (کے زمانے) میں وفات پائی۔ ۱۴۰ یا ۱۵۷ ر سال کی (طویل) عمر پائی۔

[نزہۃ القاری، باب ایام الجاہلیّۃ، ج: ۷، ص: ۱۸۸]

۱۲۳

حضرت سُراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ کا نام مالک ہے یا جُعثُم، دونوں اقوال ہیں۔ مشہور یہی ہے کہ یہ مالک کے بیٹے ہیں؛ لیکن یہاں بخاری میں (حضرت) عبد الرحمن بن مالک کے بارے میں جو یہ فرمایا:

وَهُوَ ابْنُ أَخِي سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ۔

(یہ، سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے ہیں)

یہ اس پر دلیل ہے کہ (یہ حضرت) سراقہ جعثم کے لڑکے نہیں (تھے)، جیسا کہ ابوذر (کی روایت) کے علاوہ بقیہ روایتوں میں مالک کے حذف کے ساتھ "وهو ابن اخی سراقة بن جعثم" (ہے)۔ اور عبد الرحمن، سراقہ بن جعثم کے بھیجتے تھے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ سراقہ اور مالک بھائی تھے اور جعثم کے لڑکے۔ علامہ (بدر الدین) عینی (علیہ الرحمہ) نے اسی کو معتمد (قابلِ اعتماد) فرمایا، اگرچہ مشہور یہی ہے کہ (یہ) مالک کے لڑکے ہیں۔

غزوۂ طائف کے بعد جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم "جعرانہ" میں مقیم تھے، (یہ) اس وقت مشرف باسلام ہوئے (چوں کہ حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت آخر میں اسلام لائے، اس لیے انھیں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم سے استفادہ کا موقع بہت کم ملا؛ لیکن قبول اسلام کے بعد زیادہ تر مدینۂ منورہ ہی میں رہے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی حیاتِ ظاہری کے آخری

ایام کی برکتوں سے خوب خوب مستنیر ہونے کی کوشش کرتے رہے)اور (خلیفۂ سوم) حضرت عثمان (غنی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت تک باحیات رہے۔ ۲۴ھ میں واصل بحق ہوئے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الہجرۃ، ج:۷، ص:۲۳۹]

۞ (ان سے ۱۹/حدیثیں مروی ہیں، ان سے حضرت جابر، حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت مجاہد اور حضرت محمد بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے روایت کی ہے)۔ [تہذیب الکمال، ص:۱۶۱]

۱۲۴

حضرت سواد بن قارب دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

۞ حضرت سواد بن قارب دَوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کو شرفِ صحبت حاصل ہے۔ چناں چہ جرح و تعدیل کے عظیم عالم و محدث حضرت امام محمد بن ادریس بن منذر بن داؤد) ابوحاتم (رازی علیہ الرحمہ) نے کہا (کہ) یہ (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے) صحابی تھے۔

۞ (یہ) زمانۂ جاہلیت میں کاہن (تکہ بازی اور اٹکل بازی سے مستقبل کے بارے میں پیش گوئی کرنے کا پیشہ کرنے والے) بھی تھے اور شاعر بھی۔ پھر مسلمان ہو گئے۔ ایک دفعہ حضرت عمر (فاروقِ اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بلایا اور کہا:

اپنی کہانت کو آپ نے کیا کیا؟

۞ (چوں کہ دینِ اسلام نے کہانت کو سخت ناجائز و حرام قرار دیا ہے اور حضرت

سوادرضی اللہ تعالیٰ عنہ صدقِ دل سے مسلمان ہو کر اس پیشے کو ترک فرما چکے تھے، اس لیے) اس (سوال) پر ان کو غصہ آ گیا، اور کہا:

آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ مجھ کو ایسی بات پر عار دلاتے ہیں جس سے میں نے توبہ کر لی ہے اور امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل معاف فرمادے گا؟۔

(حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی ناراضگی پر فرمایا:)

ہم اور تم (دونوں) جاہلیت میں تھے اور ہمارا کفر (تمھاری) کہانت سے بدتر تھا (لہذا آپ کو میرے سوال پر ناراض نہیں ہونا چاہیے تھا)۔ [نزہۃ القاری، باب مبعثِ النبی، ج:۷، ص: ۲۰۴۔ اسد الغابہ، ج: ۲، ص: ۳۷۵]

۱۲۵

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابو وہمہ) وحشی (بن حرب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشی نژاد (اور قبیلۂ) ''بنی نوفل'' کے غلام تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ طعیمہ بن عدی کے غلام تھے اور ایک قول یہ ہے کہ مطعم بن عدی کے غلام تھے (یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ جبیر بن مطعم کے غلام تھے)۔ فتحِ مکہ کے روز جن لوگوں کے بارے میں (آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی جانب سے) یہ اعلان ہو گیا تھا کہ انھیں جہاں پاؤ قتل کرو! انھی میں یہ بھی تھے۔ (کیوں کہ انھوں نے غزوۂ احد میں انتہائی بے دردی کے ساتھ شیرِ خدا حضرت سیدنا امیر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا)

فتحِ مکہ کے بعد یہ بھاگ کر طائف چلے گئے۔ جب طائف کا وفد (رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو یہ بھی حاضر

ہوئے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان سے پوچھا:

تو نے (ہی میرے چچا حضرت) حمزہ کو قتل کیا تھا؟

انھوں نے اقرار کیا، پھر (حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان سے) فرمایا:

حمزہ کے قتل کی کیفیت بیان کرو!

انھوں نے (پوری کیفیت) بیان کی۔

پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) نے فرمایا:

- تم میری نظر سے ہٹ جاؤ اور میرے سامنے کبھی نہ آنا۔ (کیوں کہ تمھیں دیکھ کر مجھے چچا محترم کی یاد آئے گی، جو کہ بے اطمینانی کا باعث ہوگی)

- جب (نبوت کی جھوٹے مدعی) مسیلمہ کذاب کے استیصال (خاتمے) کے لیے (حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے اسلامی) لشکر روانہ ہونے لگا تو یہ بھی شریک ہو گئے اور (انھوں نے تلافیِ مافات کے لیے) از خود طے کر لیا تھا کہ مسیلمہ کذاب کو (جان سے) ماروں گا۔ چناں چہ اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق یہ مسیلمہ کذاب کو مارنے کے لیے گھات (موقع کی تلاش) میں رہے۔

- جب (اسلامی لشکر سے) شکست کھا کر مسیلمہ کذاب ایک باغ میں بھاگا اور مسلمان (اس کا) تعاقب (پیچھا) کرتے ہوئے باغ میں گھس گئے تو یہ (حضرت وحشی) بھی ساتھ ساتھ گئے۔ مسیلمہ کذاب ایک جگہ کھڑا ہو کر اپنے آدمیوں کو لڑنے کی ہدایتیں دے رہا تھا۔ (حضرت) وحشی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تاک کر وہی نیزہ جس سے (غزوۂ احد میں) حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا، (پوری طاقت سے) مسیلمہ کذاب پر

پھینکا، جو اس کے سینے کے بیچ میں لگا اور پار ہو کر دونوں شانوں کے درمیان نکل گیا اور وہ گر پڑا۔ یہ دیکھ کر (اس کی) ایک لونڈی چیخی کہ مسیلمہ کو ایک حبشی غلام نے مار ڈالا۔

۞ یہ خود کہا کرتے تھے کہ حالتِ کفر میں سب سے بہتر انسان کو مارا اور حالتِ اسلام میں سب سے برتر انسان کو قتل کیا۔ خلفاے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے عہدِ مبارک میں جو جنگیں ہوئیں ان میں ان کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ (البتہ) اتنا معلوم ہوتا ہے کہ رومیوں سے سب سے عظیم اور فیصلہ کن جو معرکہ ہوا تھا جسے ''جنگِ یرموک'' کہتے ہیں اس میں یہ شریک تھے۔ اخیر عمر میں حمص میں آ کر خانہ نشین ہو گئے تھے۔

۞ عام اربابِ سیر (سیرت نگار) لکھتے ہیں کہ اخیر عمر میں شراب بہت پینے لگے تھے اور شراب ہی میں ان کی موت واقع ہوئی۔ حتیٰ کہ زیرِ بحث حدیث نمبر (۲۱۰۳) میں یہ بھی ہے کہ جب جعفر بن عمر بن امیہ اور عبید اللہ بن عدی نے ایک شخص سے پوچھا کہ وحشی کہاں رہتے ہیں تو اس نے یہ کہا کہ ان کے پاس جانا، اگر وہ نشے میں ہوں تو واپس چلے آنا اور اگر نشے میں نہ ہوں تو ان سے بات کرنا۔

۞ لیکن مجھے اس (شراب پینے والی) روایت میں کلام (شبہ) ہے۔ غالباً دشمنانِ صحابہ (بدبخت رافضیوں) نے صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کی عظمت کو داغ دار کرنے کے لیے اسے گھڑا ہے۔ (اس شبہ کی وجہ یہ ہے کہ) اس عہدِ مبارک میں جب کہ صحابۂ کرام (علیٰ سیدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام) کا دورِ عروج تھا، یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص مسلسل (لگاتار) شراب پیتا رہے۔ (کیوں کہ اس وقت) انتہائی سختی سے حدود (شرعی سزائیں) جاری کی جاتی تھیں، اس میں کسی کی رعایت نہیں کی جاتی تھی۔

پھر یہ کیسے ممکن ہے؟ وہ بھی حمص جیسے شہر میں کہ ایک شخص مسلسل شراب پیے اور اس سے مواخذہ نہ ہو۔ کتبِ سیر اور تواریخ میں صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے ناموس (عزت) کو داغ دار کرنے کے لیے بے شمار روایتیں دشمنانِ صحابہ (رافضیوں) نے گھڑ کر پھیلا دی ہیں۔ انھیں میں یہ روایت بھی ہے۔

جعفر بن عمرو بن امیہ اور عبید اللہ بن عدی کی ملاقات حضرت وحشی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اس وقت ہوئی تھی جب یہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں سائفہ کی جنگ سے واپس ہو رہے تھے۔ [نزہۃ القاری، کتاب المغازی، ج:۷، ص:۳۰۱]

۱۲۶

حضرت ثُمامہ بن اُثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابوامامہ) ثمامہ بن اُثال (بن نعمان بن سلمہ بن عتبہ بن ثعلبہ حنفی یمامی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یمامہ کے باشندے ''بنو حنیفہ'' کے رؤسا (سرداروں) میں سے تھے۔ اسلام لانے کے بعد فضلائے صحابہ (اہلِ علم صحابہ) میں ان کا شمار ہونے لگا۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی روایت (حدیث نمبر:۲۱۸۶) میں تفصیل سے مذکور ہے، چناں چہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

زمانۂ قید میں ان کے سامنے جتنا کھانا رکھا جاتا، کھا جاتے اور ان کا پیٹ نہیں بھرتا (تھا؛ لیکن)) مسلمان ہونے کے بعد جب کھانا پیش کیا گیا تو بہت تھوڑا کھایا۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوا۔ (تو حضور) نبیؐ (اکرم) صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم نے (ارشاد) فرمایا:

کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں۔

جب ان سے کہا گیا:

❁ تم ''صابی'' ہو گئے؟ (یعنی اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں داخل ہو گئے)

تو انھوں نے جواب دیا:

نہیں؛ بلکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔

❁ یہ ان کی فراستِ ایمانی کی آواز تھی۔ انھوں نے یہ بتایا کہ بت پرستی کوئی دین نہیں ہے، جس کا چھوڑنا دین سے نکلنا ہو۔ جب میں بت پرست تھا (تو) میرا کوئی دین نہیں تھا۔ اسلام قبول کیا (ہے) تو اب دین دار ہوا (ہوں)۔

❁ یہ (اسلام لانے کے بعد) جب مکۂ معظّمہ پہنچے تو بطنِ مکہ سے تلبیہ (پڑھنا) شروع کر دیا۔ یہ پہلے شخص ہیں جو مکۂ (مکرمہ) میں "لبيك لبيك" کہتے ہوئے داخل ہوئے۔ (کفارِ) قریش نے ان کو پکڑ لیا اور کہا:

❁ تو نے ہمارے خلاف بڑی جرأت کی ہے اور انھیں قتل کرنا چاہا، تو کسی نے کہا انھیں چھوڑ دو! یہ یمامہ کے باشندے ہیں، وہاں کے غلے کے تم محتاج ہو۔ (اگر تم نے انھیں قتل کر دیا تو یمامہ کے غلوں سے محروم ہو جاؤ گے)

❁ (یہ) عمرہ کر کے جب (اپنے وطن) یمامہ پہنچے تو انھوں نے اپنی قوم میں اعلان کر دیا کہ مکۂ (مکرمہ) کوئی شخص غلہ نہ لے جائے۔ مکہ والوں نے (پریشان ہو کر) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی خدمتِ (اقدس) میں لکھا:

۞ آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔اور (آپ کے صحابی) ثمامہ (بن اثال) نے یہ کہا (ہے)۔

۞ تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم نے ثمامہ کو لکھا کہ مکۂ (مکرمہ) غلہ جانے (دو، اس) کو مت روکو۔

واقعۂ اسلام :

۞ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبیؐ (اکرم) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ وبارک وسلم نے کچھ سوار نجد کی جانب بھیجے تھے۔ یہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو پکڑ لائے، جن کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا۔لوگوں نے ان کو مسجدِ (نبوی) کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا۔نبیؐ (کریم) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا:

تیرے پاس کیا ہے؟ اے ثمامہ!

انھوں نے عرض کی:

۞ میرے پاس خیر ہے، اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم)۔اگر آپ (مجھے) قتل کریں گے تو خون کے مجرم کو قتل کریں گے اور اگر آپ احسان کریں گے تو احسان ماننے والے پر احسان کریں گے۔اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو فرمائیے! کتنا چاہیئے؟

۞ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے ان کو یونہی چھوڑ دیا۔پھر دوسرے دن ان سے پوچھا:

کیا ہے تیرے پاس؟ اے ثمامہ!

۞ انھوں نے عرض کی: میرے پاس وہی ہے جو میں نے آپ سے (کل) عرض کیا تھا۔ اگر آپ احسان کریں گے تو احسان ماننے والے پر احسان کریں گے۔

۞ پھر حضورِ (انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم) نے ان کو یونہی چھوڑ دیا یہاں تک کہ جب تیسرا دن آیا تو پھر پوچھا:

کیا ہے تیرے پاس؟ اے ثمامہ!

انھوں نے عرض کی:

وہی ہے جو میں نے آپ سے عرض کیا تھا۔

۞ اب (حضور رحمتِ عالم، جانِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے ارشاد) فرمایا:

ثمامہ کو کھول (کر آزاد کر) دو!

۞ (آزادی کے بعد) وہ مسجد سے قریب ایک کھجور کے باغ میں گئے اور غسل کیا، پھر مسجد میں (آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی بارگاہِ اقدس میں) آئے اور کہا:

۞ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک (حضرت) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (پھر کہا) اے محمد! بخدا زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے مبغوض (ناپسند) نہیں تھا اور اب (حال یہ ہے کہ) آپ کا چہرۂ (انور) سب (لوگوں کے) چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا (ہے)۔ بخدا!

کوئی دین آپ (کے لائے ہوئے اس) دین سے زیادہ مجھے ناپسند نہیں تھا اور اب آپ کا دین سب دین سے زیادہ پسند ہو گیا (ہے)۔ بخدا! آپ کے شہر (مدینہ) سے زیادہ کوئی شہر مجھے مبغوض نہیں تھا اور اب آپ کا شہر سارے شہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا (ہے)۔ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑ لیا اور میں عمرے کے ارادے سے (مکۂ مکرمہ) جا رہا تھا ۔میرے بارے میں (اب آپ) کیا فرماتے ہیں؟

۞ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کو بشارت دی اور انھیں حکم دیا کہ عمرہ کرلیں اور جب وہ مکہ آئے تو ایک کہنے والے نے ان سے کہا تم ''صابی'' ہو گئے؟

۞ انھوں نے کہا: نہیں، میں (حضرت) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ مسلمان ہوا ہوں۔ بخدا! (اب) تمھارے پاس (میرے وطن) یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ (بھی) نہیں آئے گا، یہاں تک کہ (ہمارے آقا حضور) نبیؐ (اکرم) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اجازت دیں۔[نزہۃ القاری، کتاب المغازی، ج:۷،ص:۳۷۹]

۱۲۷

حضرتِ ثابت بن قیس بن شماش رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

۞ حضرت (ابو محمد) ثابت بن قیس بن شماش (بن زہیر بن مالک بن امرأالقیس بن مالک اغر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ''قبیلۂ خزرج'' کے فرد تھے۔ بہت عمدہ مقرر تھے۔ اسی لیے ان کا لقب خطیبِ انصار؛ بلکہ خطیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ہے۔

۞ (یہ ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔غزوۂ) احد اور اس کے بعد کے تمام

مشاہد (غزوات) میں شریک ہوئے (اور خوب دادِ شجاعت دی)۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔

ان کی بیوی کا نام (حضرت) جمیلہ بنت اُبی بن سلول تھا (جو کہ) رأس المنافقین (منافقوں کے سردار) عبداللہ بن اُبی بن سلول کی بہن تھیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الطلاق، ج:۸،ص:۱۱۵]

۱۲۸

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت فاطمہ بنت قیس (بن خالد اکبر بن وہب بن ثعلبہ بن وائلہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا قریشی (صحابیہ) خاتون تھیں۔ (ان کی والدہ کا نام امیمہ بنت ربیعہ تھا۔ یہ) حضرت ضحاک بن قیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بڑی بہن تھیں۔ ان سے دس سال بڑی تھیں۔ سابقینِ اولین (اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کرنے والی اور مدینۂ منورہ کی جانب) ہجرت کرنے والی (خوش نصیب) خواتین میں تھیں۔

صاحبِ جمال وعقل اور شریف خاتون تھیں۔ ان کی شادی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا کے لڑکے ابوعمرو بن حفص سے ہوئی تھی۔ [نزہۃ القاری، کتاب الطلاق ،ج:۸،ص: ۱۴۴]

۱۲۹

حضرت ابوعمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ، (صحابیِ رسول) حضرت ابوطلحہ انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے صاحب

زادے تھے۔ اِن (کے والد ابوطلحہ) کا نام زید بن سہل تھا۔ ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ یہ (مشہور صحابیِ رسول) حضرت انس (بن مالک) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اَخیافی (ماں شریک بھائی) تھے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے زمانے ہی میں انتقال کر گئے تھے۔

❁ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم ان سے خوش طبعی کی باتیں کرتے تھے۔ انھوں نے ایک چھوٹی چڑیا (بلبل) پال رکھی تھی، جسے ''نُغَیْر'' کہتے تھے۔ اس کے بارے میں (دل لگی فرماتے ہوئے) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم ان سے پوچھتے (تھے):

❁ **یَا اَبَا عُمَیْر! مَا فَعَلَ النُّغَیْر؟**

اے ابو عمیر! نُغَیر کیا ہوئی؟ [نزہۃ القاری، کتاب الادب، ج:۸، ص:۳۳۶]

۱۳۰

حضرت جارود بن معلّٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت (ابومنذر) جارود بن معلّٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے وصالِ اقدس سے کچھ روز قبل حلقہ بگوش اسلام ہوئے) یہ قبیلہ ابو القیس کے سردار تھے۔ پہلے نصرانی (عیسائی) تھے۔ ۱۰ھ میں عبد القیس کے وفد کے ساتھ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور مختصر سوال و جواب کے بعد دامنِ اسلام سے وابستہ ہو گئے)۔

❁ (ان کے اسلام لانے سے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کو بڑی

مسرت ہوئی اور آپ نے ان کی عزت افزائی فرمائی۔ مسلمان ہونے کے بعد وطن واپس ہونے کے لیے انھوں نے عرض کی: یارسول اللہ! وطنِ مالوف جانے کے لیے کوئی سواری عطا فرمادیں! اتفاق سے اس وقت سواری کا اہتمام نہ ہوسکا۔ انھوں نے کہا: حضور! راستے میں ہمیں سواریاں ملیں گے، کیا ہم انھیں لے لیں؟ آپ نے فرمایا: انھیں اپنے حق میں دوزخ کی آگ سمجھو! بہر حال اسلام کے زیور سے آراستہ ہوکر اپنے قبیلے واپس تشریف لائے) ۔[سیرتِ ابن ہشام، ج:۲،ص:۳۶۶]

ان کا نام (بشر تھا اور) جارود (لقب ہے۔ یہ لقب) اس لیے پڑا کہ ایک بار زمانۂ جاہلیت میں انھوں نے قبیلۂ بکر بن وائل اور ان کے ہمراہیوں کو لوٹا اور ان کے کپڑے اتار کر (انھیں) ننگا کردیا (تھا)۔[نزہۃ القاری ،کتاب الاحکام ، ج:۹،ص:۲۵۰]

(فتنۂ ارتداد میں ان کے قبیلے سے کئی لوگ۔ معاذ اللہ۔ مرتد ہوگئے تھے؛ مگر ان کے پائے استقلال میں ذرہ برابر جنبش نہیں آئی۔ اُس پر آشوب زمانے میں اپنے اسلام کا اعلان کرکے لوگوں کو دینِ برحق پر قائم رہنے کی دعوت دیتے تھے)۔[سیرت ابن ہشام، ج:۲،ص:۳۶۶]

۱۳۱

حضرت حویطِب بن عبد العزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابو محمد) حویطب بن عبد العزی (بن ابو قیس بن عبدود بن نصر بن مالک قرشی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فتحِ مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر قریب ساٹھ سال تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے (غزوۂ) حنین کے

غنائم (اموالِ غنیمت) میں سے ان کو سو اونٹ عطا فرمایا تھا۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن چند حضرات نے دفن فرمایا تھا، ان میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ (یہ مکۂ مکرمہ کے مال داروں میں شمار ہوتے تھے) مدینۂ طیبہ میں (بھی) ان (کے عالی شان مکانات تھے۔ ان میں ان) کا (ایک) گھر (بڑا خوب صورت) تھا، جسے (انھوں نے) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں چالیس ہزار میں بیچا تھا۔ ایک سو بیس سال کی عمر پائی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے اخیر زمانۂ خلافت میں واصل بحق ہوئے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الاحکام، ج:۹، ص:۲۶۰]

۱۳۲

حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے عظیم الشان صحابی ہیں۔ ان) کے والد کا نام وقدان بن عبد شمس بن عبدود ہے۔ ان کو سعدی اس لیے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے قبیلۂ بنو سعد میں دودھ پیا تھا۔ ۵۷ھ میں مدینۂ طیبہ میں وصال فرمایا۔ [نزہۃ القاری، کتاب الاحکام، ج:۹، ص:۲۶۰]

(ان سے کئی روایتیں منقول ہیں، چناں چہ حضرت امام نسائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّعْدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ مَا قُوْتِلَ الْعَدُوُّ۔

ترجمہ: جب تک جہاد جاری رہے گا تب تک ہجرت بھی جاری رہے گی)۔

[سنن الامام النسائی، باب ذکر الختلاف فی انقطاع الھجرۃ، رقم الحدیث:۴۱۷۷]

۱۳۴

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابوعبد اللہ) نعمان بن بشیر (بن سعد بن ثعلبہ بن خلاس بن زید بن مالک مدنی خزرجی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ (خود) بھی صحابی ہیں اوران کے والد و والدہ بھی (رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی صحبتِ بافیض سے منوّر ومشرف ہیں)۔ہجرت کے بعد انصار میں سب سے پہلے جو بچہ پیدا ہوا یہی نعمان بن بشیر ہیں۔(ان کی پیدائش ہجرت کے چودہویں مہینے میں، ماہِ ربیع الآخر سن ۲ ھ میں ہوئی۔ان کی ولادت کے تقریباً چھ مہینوں کے بعد حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے)

جب (شہر) کوفہ حضرت (امام) مسلم (بن عقیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) حضرت (سیدنا) امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کے لیے گئے تو یہ کوفہ کے گورنر تھے۔ یہ بظاہر لوگوں کو بیعت سے منع کرتے تھے؛ لیکن اندر (خفیہ طور پر انھیں بیعت کی) ترغیب دیتے تھے۔اورتباہ کاروانِ اہل بیت (میدانِ کربلا میں تباہ ہو جانے والے اہلِ بیتِ اطہار کے قافلے) کو یزید پلید نے انھی کی سپردگی میں مدینۂ (منورہ) واپس کیا تھا۔

یہ حضرت عبد اللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی طرف سے ''حمص'' کے والی (حاکم) تھے۔جب ''اہلِ حمص'' (حمص کے باشندوں) نے بغاوت کردی۔تو یہ حمص سے نکل کر دمشق یا کہیں اور جارہے تھے، (تبھی مروانی امیر) خالد بن عدی کلاعی نے دمشق اور حمص کے مابین ''یوم واسط'' کے معرکے میں انھیں گھیر کر ۶۵ یا ۶۶ ھ میں شہید کردیا۔

(شہادت کے وقت عمرِ مبارک ۵۴ سال تھی)۔

❁ نعمان نام کے تیس سے زائد صحابہ (کرام) ہیں مگر نعمان بن بشیر صرف یہی ہیں۔ ان کی ماں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بہن تھیں۔ان سے ایک سو چودہ حدیثیں مروی ہیں۔[نزہۃ القاری، کتاب الایمان، ج:۱،ص:۳۳۵]

۱۳۴

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی احمسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرت (ابو عمر) جریر بن عبداللہ (بن جابر بن مالک بن نضر بن ثعلبہ) بجلی احمسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "بنو کہلان" سے تھے۔ یہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصالِ (اقدس) سے قبل والے رمضان یعنی ۱۰ھ میں، خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور (نماز کی پابندی، زکات کی ادائے گی اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر) بیعت کی۔ اس بیعت کو اتنا نبھایا کہ ایامِ فتنہ (فتنوں کے زمانے میں/ مشاجراتِ صحابہ) میں الگ تھلگ رہے۔

❁ ایک بار ان کا غلام ایک گھوڑا تین سو میں خرید کر لایا۔گھوڑا بہت عمدہ تھا۔دیکھ کر (اس کے) مالک کے پاس تشریف لائے (اور) فرمایا:

❁ یہ گھوڑا تین سو سے زیادہ کا ہے۔ (چناں چہ) اسے (پانچ سو مزید دیا،یعنی ٹوٹل) آٹھ سو دیا اور فرمایا:

❁ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت کی ہے۔

(یہ) نہایت حسین وجمیل تھے، اس لیے (لوگ) ان کو اس امت کا ''یوسف'' کہتے تھے۔ (آخر عمر میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ) کوفہ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ پھر ''قرقسیا'' (کے گوشۂ عافیت میں) رہنے لگے تھے۔ وہیں ۵۱ھ میں وصال فرمایا۔ ان سے سو حدیثیں مروی ہیں۔ آٹھ بخاری اور مسلم دونوں نے، تنہا (امام) بخاری (علیہ الرحمہ) نے ایک اور (تنہا امام) مسلم (علیہ الرحمہ) نے چھ لی ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الایمان، ج:۱، ص:۳۴۶]

۱۳۵

حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کنیت کے ساتھ (زیادہ) مشہور ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ان کا نام ''حارث بن عوف'' ہے۔ (یہ) بنو کنانہ سے ہیں۔ راجح یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے۔ انھوں نے خود فرمایا:

میں غزوۂ حنین میں شریک ہوا، (اس وقت میں) نیا نیا مسلمان تھا۔

جنگِ یرموک میں (بھی) شریک رہے۔ آخر عمر میں مکۂ معظّمہ کی سکونت اختیار کرلی تھی؛ (مگر) سال بھر (بھی) رہ نہ پائے تھے کہ وصال ہوگیا۔ وہیں مہاجرین کے قبرستان میں آسودۂ (خاک) ہیں۔ ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے۔ ۶۸ھ میں ۷۱ سال کی عمر پاکر واصل بحق ہوئے۔

ان سے ۲۴ احادیثِ (نبویہ) مروی ہیں۔ ایک حدیث متفق علیہ ہے۔ صحابۂ (کرام) میں ابوواقد دو اور ہیں۔ ایک (حضرت) ابوواقد مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم (ہیں اور) دوسرے ابو واقد نمیری (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)۔ [نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱، ص:۳۶۱]

۱۳۶

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

❁ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے صاحب زادے (اور) بہت مشہور و معروف صحابی ہیں۔ (آپ) اوّل ملوکِ اسلام (پہلے اسلامی بادشاہ) ہیں۔ ان کی ولادت ہجرت سے آٹھ سال پہلے ہوئی۔ یہ بھی اُن چند صحابہ میں سے ہیں جن کے والدین کو بھی دولتِ اسلام نصیب ہوئی۔ مشہور یہ ہے کہ یہ فتحِ مکہ کے دن ایمان لائے؛ لیکن انھوں نے خود یہ بتایا (ہے) کہ میں عمرۃ القضاء (۷ھ) سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر (اپنی) ماں کے ڈر سے ظاہر نہ کر سکا۔

❁ (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے) غنائمِ حنین (غزوۂ حنین کے مالِ غنیمت) سے ان کو بھی سو اونٹ اور چالیس اوقیے چاندی مرحمت فرمایا تھا۔ یہ اسلام لانے کے بعد مقرّبِ بارگاہِ (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم) ہو گئے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے کاتبین (خطوط وغیرہ لکھنے والوں) میں یہ بھی ہیں؛ بلکہ بہت سے حضرات اس کے بھی قائل ہیں کہ یہ کاتبِ وحی بھی تھے۔

❁ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے ان کے لیے دعائیں دی ہیں۔ (مثلاً ان کے لیے فرمایا:)

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا وَّمَھْدِیًّا وَاھْدِ بِہٖ۔

❁ اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ بنا اور اسکے ذریعے سے (لوگوں کو) ہدایت دے۔

اور ارشاد فرمایا:

❁ اَللّٰهُمَّ عَلِّمِ الْمُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔

(اے اللہ! معاویہ کو قرآنِ مقدس کا علم دے، اسے علمِ حساب سے نواز! اور اسے عذابِ دوزخ سے بچا!)

❁ ایک بار (انھوں نے) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وضو کرایا تو (ارشاد) فرمایا:

❁ اے معاویہ! اگر تم اس چیز (یعنی حکومت) کو پاؤ تو اللہ عزوجل سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں:

❁ (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے) اس (قولِ مبارک کی وجہ) سے مجھے یقین (ہو گیا) تھا کہ مجھے (ایک نہ ایک دن ضرور) حکومت ملے گی۔

❁ انھیں ۱۹ھ میں حضرت (عمر) فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بھائی (حضرت) یزید بن سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے وصال کے بعد (ملکِ) شام کا والی (حاکم رگورنر) بنایا۔ اس وقت سے لیکر (حضرت امام) حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصالحت کے وقت تک (پورے) بیس سال شام کے والی رہے، پھر بیس سال پورے مملکتِ اسلامیہ (بلاشریک وسہیم پوری اسلامی ریاست) کے بادشاہ رہے۔

(انھوں نے) ۱۵/رجب ۶۰ھ میں وصال فرمایا۔اخیر عمر میں لقوہ ہو گیا تھا۔یہی پیامِ اجل (موت کا پیغام) ثابت ہوا۔ان کے پاس تبرکاتِ نبوی میں کُرتا، چادر، تہبند اور ناخنِ مبارک کے کچھ تراشے اور موے مبارک تھے۔وصیت کر گئے تھے کہ مجھے انہی متبرک (بابرکت) کپڑوں میں کفن دینا اور ناخنِ اقدس کے تراشے اور موے مبارک میری آنکھ، ناک، منھ اور سجدہ کے اعضا میں رکھ دینا اور مجھے ارحم الراحمین (اللہ عزوجل) کے سپرد کر دینا۔وصیت کے مطابق کیا گیا۔وصال کے وقت عمر ۶۸ سال کی تھی۔

ان سے ایک سو تر سٹھ احادیث مروی ہیں۔(امام) بخاری اور (امام) مسلم (علیہما الرحمۃ) نے چار اور صرف (امام) بخاری نے آٹھ اور صرف (امام) مسلم نے پانچ روایت کی ہیں۔ان سے اَجلۂ صحابہ مثلاً حضرت (عبداللہ) ابن عباس، حضرتِ (عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حدیث لی ہیں۔ان کے عہد (زمانۂ حکومت) میں جب اندرونی طور پر اطمینان ہو گیا تو پھر فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔سجستان، سوڈان وغیرہ کے کثیر بلاد (شہر) اور قوہستان وغیرہ فتح ہوئے۔اور قسطنطیہ (استانبول، ترکی کی راجدھانی) پر پہلا حملہ انھی کی عہد میں ہوا۔

حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اختلافات کی وجہ سے کچھ لوگ ان پر طعن کرتے ہیں؛ لیکن کسی صحابی پر طعن کرنا جائز نہیں (ہے)، قرآن مجید میں نصِ صریح ہے کہ اللہ عزوجل تمام صحابۂ کرام سے راضی ہے۔(اس نے) ان سب سے جنت کا وعدہ فرما لیا ہے۔ان سب پر کلمۂ تقویٰ لازم فرما دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ

بِإِحْسَانٍ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔[سورۂ توبہ، آیت نمبر ۱۰۰]

ترجمہ: سب میں اگلے پہلے مہاجرا ور انصاراور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی، اور اُن کے لیے ایسے باغ تیار کرر کھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اور (دوسرے مقام پر ارشاد) فرمایا:

۞ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْآ اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۔[سورۂ فتح، آیت نمبر:۲۶]

ترجمہ: اور (اللہ نے) اُن پر کلمۂ تقویٰ لازم فرمادیا اور یہ اُس کے مستحق اور اہل تھے۔

مزید فرمایا:

وَكُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى ۔[سورۂ حدید، آیت نمبر:۱۰]

ترجمہ: تمام صحابۂ کرام سے خواہ فتحِ مکہ سے پہلے کے ہوں یا بعد کے، سب سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔

۞ یہ قرآنِ مجید کی نصوصِ قطعیہ ہیں (جو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہیں)۔ اور جن واقعات (کی بنا پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر طعن کیا جاتا ہے، وہ سب خبرِ واحد اور (ان میں سے) اکثر ضعاف ومجروح ہیں (یعنی وہ سند کے لحاظ سے کمزور ہیں اور محدثین نے ان پر جرح کی ہے) ظاہر ہے کہ قرآنِ مجید کے مقابلے میں اخبارِ آحاد وہ بھی کتبِ تواریخ وہ بھی ضعاف، کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لیے ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ قرآنِ مجید کے ارشادات پر ایمان رکھیں اور تواریخ کی لغو ومہمل رِوایات کو سنیں بھی نہیں۔[نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱، ص:۳۶۷]

۱۳۷

حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

حضرت محمود بن ربیع (بن سراقہ بن عمرو بن زید بن عبدۃ بن عامرۃ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغارِ صحابہ میں سے ہیں۔ (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کے وصالِ اقدس کے وقت یہ پانچ سال کے تھے۔ اسی سن (عمر) میں ان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کے منہ پر کلی فرمائی۔ سبحان اللہ۔

یہ مدنی خزرجی انصاری ہیں۔ (مشہور صحابی) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد ہیں۔ دمشق میں قیام پذیر تھے۔ وہیں ۹۹ھ میں ترانوے سال کی عمر پا کر وصال فرمایا۔ [نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱، ص: ۳۷۳]

۱۳۸

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابو یحییٰ) عبداللہ بن انیس (بن اسعدی بن حرام بن خبیب بن مالک بن غنم بن کعب بن تیم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہنی انصار کے حلیف تھے۔ (بیعتِ) عقبۂ ثانیہ (میں شرکت کی، پھر مکہ جا کر وہیں مقیم ہو گئے، بعد میں ہجرت کر کے مدینۂ منورہ آئے) بدر اور اُحد کے بعد تمام مشاہد (غزوات) میں شرکت کی۔ (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے) ایک بار تنہا ان کو ایک مہم پر روانہ فرمایا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ سلطنت میں ۵۴ھ میں شام ہی میں

وفات پائی۔ ان سے ۲۵ رحدیثیں مروی ہیں۔ جن میں (امام) مسلم نے صرف ایک ذکر کی۔ سننِ اربعہ میں ان کی احادیث (مروی) ہیں۔ (صحیح) بخاری میں صرف مذکورہ بالا ایک (روایت) تعلیقاً مذکور ہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱، ص:۵۷۳]

۱۳۹

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

❁ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت (سیدنا) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحب زادی اور حواریِ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی زوجہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدۂ ماجدہ ہیں۔

❁ ہجرت سے ستائیں سال پہلے ان کی ولادت ہوئی۔ اور مکۂ (مکرمہ) ہی میں سترہ نفوسِ قدسیہ کے بعد مشرف بایمان ہوئیں۔ شبِ ہجرت (ہجرت نبوی کی رات) توشہ دان باندھنے کو کچھ نہ ملا تو اپنی کمر کا پٹو کا پھاڑ کر ایک حصہ سے توشہ دان باندھ دیا۔ اس پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے "ذات النطاقین" کا خطاب عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا:

اللہ عزوجل تجھے اس کے عوض جنت میں دو نطاق عطا فرمائے گا۔

❁ (انھوں نے) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے بعد ہجرت (کرنے کی سعادت حاصل) کی۔ اس وقت حمل سے تھیں۔ قبا پہنچیں تو حضرت عبداللہ (بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پیدا ہوئے۔

(یہ) بہت شجاع، حاضر جواب، جری اور صبر واستقامت کی پہاڑ تھیں۔ جب حضرت عبداللہ (بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے تمام ساتھی انھیں چھوڑ کر (اموی ظالم حاکم) حجاج (بن یوسف) سے مل گئے اور حجاج نے حضرت عبداللہ کے سامنے (مندرجہ ذیل) تین باتیں پیش کیں:

(۱) یا تو کہیں چلے جاؤ!

(۲) یا پھر ہتھیار ڈال دو! تمھیں پا بجولاں (پیروں میں زنجیریں ڈال کر، بادشاہ) عبدالملک (بن مروان) کے پاس لے چلیں۔

(۳) یا لڑنے کے لیے تیار رہو!

(تو) حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی ماں (حضرت اسما بنت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مشورہ کیا۔ حضرت اسما نے اخیر وقت تک لڑنے کا مشورہ دیا۔ پھر کفن لیا دھونی دے کر، خوشبو لگا کر حضرت عبداللہ کو پہنایا اور مقابلے کے لیے بھیجا۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) شہید ہو گئے اور (ظالم) حجاج (بن یوسف) نے ان کی نعشِ مبارک کو سولی پر چڑھایا، تو اپنے لختِ جگر کے نعشِ مبارک پر تشریف لائیں اور فرمایا:

ابھی وقت نہیں آیا کہ یہ شہ سوار سواری سے اترے۔

اتنے دردناک منظر کو دیکھ کر بھی آنکھ سے آنسو تک نہیں نکلا۔ حجاج نے ان کو بلوایا (انھوں نے آنے سے) انکار کر دیا۔ حجاج نے (بدتمیزی کرتے ہوئے) کہا:

سیدھی طرح سے آجا۔ ورنہ بال پکڑ کر گھسٹوا کر منگاؤں گا۔

یہ سن کر اس شیرِ دل خاتون نے کہا:

❁ بخدا! میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی، جب تک کہ وہ بال پکڑوا کر (مجھے) نہ گھسٹوائے۔

حجاج خود (ان کے پاس) آیا اور کہا:

تو نے دیکھا میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ کیا کیا؟

حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کہا:

❁ میں نے دیکھا۔ تو نے اس کی دنیا برباد کی (لیکن) اس نے تیری آخرت خراب کر دی۔ میں نے سنا ہے (کہ) تو انھیں طعن (گالی) کے طور پر "ابن ذات النطاقین" کہتا ہے۔ میں ذات النطاقین ہوں۔ ایک میرا وہ نطاق ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اور صدیقِ اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا کھانا لے جاتی تھی اور ایک وہ ہے جو ہر عورت کے لیے ہوتا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے سنا ہے کہ (قبیلۂ) "ثقیف" میں ایک کذّاب (جھوٹا) ہوگا اور (ایک) سفاک (خون ریز ہوگا)۔ کذّاب تو ہم نے دیکھا اور سفاک تیرے سوا اور کوئی نہیں۔

❁ (اموی بادشاہ) عبدالملک بن مروان کے حکم سے جب حضرت عبداللہ (بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا لاشۂ مبارک سولی سے اتارا گیا اور اسے دفن فرمالیا، تو مکہ ہی میں اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد ۷۳ھ میں، ماہِ جمادی الآخرہ (میں انھوں نے) وصال فرمایا۔ سو سال کی عمر پائی؛ مگر نہ ایک دانت گرا تھا اور نہ دماغی توازن میں فرق آیا تھا اور نہ (ہی) بینائی زائل ہوئی تھی۔ ان سے ۵۶/احادیثِ (کریمہ) مروی ہیں۔ چودہ متفق علیہ، چار

اِفراد بخاری اور چار افراد مسلم سے ہیں۔[نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱،ص:۳۸۰]

۱۴۰

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت (ابو ایاس سنان) سلمہ بن اکوع (عبد اللہ بن عبد اللہ بن تشیر بن حزیمہ بن مالک) رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بہت مخیر، بہا در، ماہر، تیرانداز اور فاضل (صحابی) تھے۔ بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے اور انھوں نے تین بار بیعت کی۔ شروع میں، درمیان میں اور اخیر میں۔

یہی وہ بزرگ ہیں جس سے بھیڑیے نے کلام کیا (تھا)، ہوا یہ کہ انھوں نے ایک بھیڑیے کو دیکھا کہ وہ ایک ہرن پکڑے ہوئے ہے۔ بھیڑیے کا پیچھا کیا اور اس سے ہرن چھین لیا۔ اس پر بھیڑیے نے کہا:

تجھے خرابی ہو! میرا اور تیرا کیا حال ہے، اللہ نے مجھے رزق دیا اور تو نے اسے چھین لیا حالاں کہ وہ تیرا مال نہیں۔

یہ سن کر انھوں نے کہا:

اے اللہ کے بندو! یہ کتنی عجیب بات ہے کہ (مجھ سے) بھیڑیا کلام کر رہا ہے۔

اس پر بھیڑیے نے کہا:

اس سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کھجوروں (والے شہر) میں اللہ کے رسول (تشریف لائے) ہیں، جو تم کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور تم بتوں کی عبادت پر مصر (بضد) ہو۔

یہ سن کر سلمہ (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

مشکاۃ (المصابیح) میں بھی ایک بھیڑیے کے کلام کرنے کا واقعہ ہے جس میں یہ ہے کہ ایک یہودی چرواہے کی ساتھ یہ واقعہ پیش آیا اور بھیڑیے نے (اس سے) یہ کہا (کہ) اس سے زیادہ حیرت انگیز (بات) یہ ہے کہ ایک صاحب (پیغمبر) ان دنوں سنگستانوں کے درمیان نخلستان میں (جلوہ گر) ہیں جو تم کو ان تمام باتوں کی خبر دیتے ہیں جو گذر چکیں اور ان تمام باتوں کی بھی جو تمھارے بعد ہوں گی۔

اس یہودی نے (حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی) خدمتِ اقدس میں آکر (سارا واقعہ) بتا دیا اور مسلمان ہو گیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا:

یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ انسان جب اپنے گھر واپس ہوگا تو اس سے اس کے جوتے بات کریں گے اور اس کا کوڑا (اسے) بتائے گا کہ تمھارے گھر سے جانے کے بعد گھر والوں نے کیا کیا۔

حضرت سلمہ نے مدینہ طیبہ میں ۷۴ھ میں اسی سال کی عمر پا کر وصال فرمایا۔ ان سے ۷۷/حدیثیں مروی ہیں۔ سولہ متفق علیہ، پانچ افرادِ بخاری اور نو افرادِ مسلم سے ہیں۔

[نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱، ص۳۹۸/۳۹۹]

۱۴۱

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام وہب بن عبد اللہ (بن مسلم بن جنادہ بن

حبیب) سوائی ہے۔ یہ (شہر) کوفہ کے باشندے (رہنے والے اور) صغارِ صحابہ میں سے ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے وقت ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے۔

حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت خاص اور معتمد (علیہ) تھے۔ حضرت (مولا) علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کے ساتھ تمام جنگوں میں (شریک) رہے۔ (حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) ان کو کوفہ کے بیت المال کا امین (متولی) بنایا تھا۔ ۲۷ یا ۷۴ھ میں (کوفہ میں) وصال فرمایا۔

ان سے پینتالیس احادیثِ (کریمہ) مروی ہیں۔ دو (امام) بخاری اور (امام) مسلم دونوں نے (روایت کیں، جب کہ) دو صرف امام بخاری نے اور تین صرف امام مسلم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) نے روایت کی ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱، ص ۴۰۲]

۱۴۲

حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابو الطفیل عامر (بن واثلہ بن عبد اللہ بن عمرو اللیثی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صغارِ صحابہ میں سے ہیں۔ ان) کی خصوصیت یہ ہے کہ صحابۂ کرام میں سب کے بعد ۱۱۰ھ میں وصال ہوا۔ انھوں نے اپنی اخیر عمر میں ایک بار (تحدیثِ نعمت کے طور پر) فرمایا (تھا) کہ آج روئے زمین پر حدیث بیان کرنے والوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم (کے رخِ زیبا) کو دیکھا ہو۔

۳ھ میں غزوۂ احد کے سال پیدا ہوئے۔ یہ ان چھ صحابۂ (کرام) میں ہیں جن کی

زیارت سے حضرت امام اعظم (ابوحنیفہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے۔ حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص محبین (محبت وعقیدت رکھنے والوں) میں سے تھے۔ ان کے ساتھ تمام معرکوں میں (شامل) رہے؛ لیکن (مولا علی اور دیگر صحابہ پر) حضرت صدیق اکبر اور (حضرت) فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت کے قائل تھے۔

(یہ) بہت ذہین، فطین، بلیغ، ثقہ اور شاعر بھی تھے۔ پہلے کوفہ میں رہتے تھے، پھر مکۂ معظّمہ جا بسے اور وہیں ایک سو سات سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان سے نو حدیثیں مروی ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱، ص:۴۳۶]

۱۴۳

حضرت اُمِّ سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت ام سلیم (بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام) رضی اللہ تعالیٰ عنہا (رسولِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) مشہور صحابیہ (ہیں۔ یہ) حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی والدۂ (محترمہ) ہیں۔ (یہ سلمیٰ بنت خالد کی پوتی ہیں۔ اور سلمیٰ حضرت ہاشم کی زوجہ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دادا حضرت عبد المطلب کی والدہ ہیں)۔

ان کا نکاح زمانۂ جاہلیت میں مالک بن نضر سے ہوا تھا۔ (حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا) انصارِ کرام کے سابقینِ اولین (یعنی انصار میں سب سے پہلے اسلام لانے والوں) میں سے ہیں۔ مشرف باسلام ہونے کے بعد اپنے شوہر اور حضرت انس کے باپ (مالک بن نضر) کو بھی مسلمان ہونے کی تلقین کی۔ اس بدنصیب نے انکار کیا اور ان

پر خفا ہوا اور خفا ہو کر (ملکِ) شام (چلا) گیا اور وہیں مارڈالا گیا۔

❁ اس کی موت کے بعد حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے انھیں پیغامِ نکاح دیا۔ اس وقت تک حضرت ابوطلحہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت امِ سلیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے یہ شرط رکھی کہ تم اسلام قبول کرلو! حضرت ابوطلحہ نے اسلام قبول کرلیا۔ اور دونوں کا نکاح ہو گیا۔

❁ ان کی بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے (تھے، اور)) وہ طرح طرح (سے) خدمت (کرنے کا شرف حاصل کیا) کرتی تھیں۔

❁ ان کے نام میں اختلاف ہے کسی نے کہا "سہلہ" ہے، کسی نے "رملہ" کسی نے "رحیثہ" کسی نے "رُمَیْصَاء" کسی نے "غُمَیْصَاء" کہا ہے۔

❁ ان سے چودہ حدیثیں مروی ہیں۔ ایک متفق علیہ ہے، تین تنہا امام بخاری نے اور دو صرف امام مسلم نے لی ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱، ص:۴۳۹]

۱۴۴

حضرت اُمِّ عَطِیَّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

❁ حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شمار حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ ان کا نام نسیبہ بنت کعب یا نسیبہ بنت حارث ہے۔ صحابیات میں یہ اپنی گوناگوں خصوصیات میں منفرد ممتاز رہیں۔

❁ یہ بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں، مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھیں، زخمیوں کی مرہم

پٹی (کرتیں تھیں) اور علاج کی (بھی) ماہر تھیں۔ سات غزوات میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ شریک ہوئیں، جن میں (غزوۂ) خیبر بھی ہے۔ (غزوات میں یہ مجاہدین کے لیے کھانا تیار کرتیں، ان کے سامان کی حفاظت کرتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں)۔

۞ (ان کی شان یہ تھی کہ) حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے گھر جا کر قیلولہ فرمایا کرتے (تھے)۔ ان سے چالیس حدیثیں مروی ہیں۔ چھ یا سات متفق علیہ ہیں۔ ایک افرادِ بخاری سے اور ایک ہی افرادِ مسلم سے ہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج:۱،ص:۵۰۹]

۱۴۵

حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

۞ حضرت ام رومان (بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب) رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنی کنانہ (کے خاندان فراس) کی چشم وچراغ تھیں۔ ان کا نام "زینب" تھا یا وعد۔ یہ پہلے عبدالرحمن بن حارث ازدی کی زوجیت میں تھیں، اس کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نکاح کرلیا۔ انھی کے بطن سے ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت عبدالرحمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں۔

۞ جب مدینۂ منورہ پہنچ کر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابورافع (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو بھیجا کہ وہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے اہل وعیال کو لے آئیں، تو حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) نے بھی (حضرت) عبداللہ بن اریقط کو بھیجا کہ وہ ان کے اہل وعیال کو لے آئے، چناں چہ دونوں حضرات کے اہل وعیال حضرت طلحہ بن عبیداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ مدینۂ منورہ آئے۔

۞ (حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتنی خوب صورت تھیں کہ) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا:

جو حورِ عین کو دیکھنا چاہے وہ ام رومان کو دیکھے۔

۞ ان کی تاریخِ (وفات) وسنِ وصال کے بارے میں کثیر اختلافات ہیں۔ (امام) ابوعمود (علیہ الرحمہ) نے کہا کہ (ان کا وصال) ذوالحجہ سن ۴ھ یا سن ۵ھ (میں) خندق کے سال ہوا۔ امام (ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد) واقدی (علیہ الرحمہ) نے کہا کہ (ماہِ) ذوالحجہ ۶ھ میں ہوا؛ لیکن یہ صحیح نہیں ہے؛ اس لیے کہ حدیثِ زیرِ بحث سے ثابت (ہوتا ہے) کہ حضرت عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مدینۂ طیبہ آنے کے بعد تک یہ زندہ تھیں۔ اور حضرت عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صلحِ حدیبیہ کے بعد، قبلِ فتحِ (مکہ) مشرف باسلام ہو کر مدینۂ طیبہ آئے ہیں۔

۞ صلحِ حدیبیہ اولِ ذوقعدہ ۶ھ میں ہوئی تھی اور فتحِ مکہ رمضان المبارک ۸ھ میں۔ بلکہ یہاں تک تصریح ملتی ہے کہ (حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا) واقعۂ تخییر کے وقت تک باحیات تھیں۔ اس لیے کہ مسندِ امام احمد (بن حنبل) میں ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت (عائشہ) صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا تھا:

یہ معاملہ (اپنے) والدین ابوبکر اور ام رومان کے سامنے پیش کرو۔

❁ جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آیتِ تخییر سنائی تو ام المومنین نے عرض کی:

❁ میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے میں (اپنے والد) ابوبکر اور (ماں) ام رومان سے مشورہ نہیں کروں گی۔

❁ اور واقعۂ تخییر ۹ ھ میں ہوا تھا۔ امام بخاری نے (اپنی کتاب) تاریخِ (کبیر) میں تحریر فرمایا ہے کہ (حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے (وصال کے) بعد بھی (ایک) زمانے تک زندہ رہیں؛ اس لیے کہ امامِ مسروق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ان سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے:

حَدَّثَتْنِیْ اُمُّ رُوْمَانَ۔

ترجمہ: مجھ سے حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث بیان کی۔

❁ (شیخ الاسلام ابو اسحٰق حافظ) ابراہیم (بن اسحٰق بن ابراہیم بغدادی) حربی (علیہ الرحمہ) نے کہا کہ جب امام مسروق (علیہ الرحمہ) نے (حضرت) ام رومان (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے یہ حدیث سنی تو ان کی (مسروق کی) عمر پندرہ سال تھی۔

❁ اس کا مطلب ہوا کہ (حضرت ام رومان) حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے عہدِ (خلافت) تک زندہ رہیں۔ بہر حال اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ (یہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تک زندہ رہیں؛ اس لیے کہ امام مسروق (علیہ الرحمہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کے) وصالِ اقدس کے بعد مدینۂ (منورہ) آئے ہیں۔

(امام ابو بکر احمد بن علی) خطیب (بغدادی، علیہ الرحمہ) وغیرہ نے اس پر اعتراضات کیے ہیں؛ مگر علامہ ابن حجر (عسقلانی، علیہ الرحمہ) کی رائے یہی ہے۔(لہذا) جو (حضرت) امام بخاری (علیہ الرحمہ) نے (تاریخِ کبیر میں) فرمایا (کہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورِ انور علیہ الصلاۃ والسلام کے وصالِ اقدس کے بعد بھی ایک زمانے تک زندہ رہیں) وہی صحیح (و درست) ہے۔[نزہۃ القاری مواقیت الصلوٰۃ، ج:۳،ص:۹۰]

۱۴۶

حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابوشریح (بن عمرو بن صخر بن عبد العزی بن معاویہ) عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام میں اختلاف ہے۔محدثین کے نزدیک اصح (زیادہ صحیح) یہ ہے کہ ان کا نام خویلد ہے اور باپ کا نام عمرو ہے۔یہ بنی خزاعہ کے فرد تھے۔بنی عدی سے ان کا کوئی نسبی تعلق نہیں، نہ عدی قریش سے نہ عدی مضر سے؛ مگر امام بخاری (علیہ الرحمہ) نے ان کو ”العدوی“ لکھا ہے۔ہوسکتا ہے یہ بنی عدی کے حلیف رہے ہوں، اس لیے ان کو عدوی کہا جاتا ہو۔

فتحِ مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے اور فتحِ مکہ کے دن بنی خزاعہ کے علم بردار تھے۔یہ مدینۂ طیبہ کے عقلاء (انتہائی ذہین افراد) میں شمار کیے جاتے ہیں۔۶۸ھ میں واصل بحق ہوئے۔[نزہۃ القاری جزاء الصید، ج:۴،ص:۴۵۷/۴۵۸]

(ان سے بیس حدیثیں مروی ہیں، دو متفق علیہ ہیں، ایک میں امام بخاری اور ایک میں امام مسلم منفرد ہیں۔ حضرت ابو سعید مقبری اور حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر بعض حضرات نے ان سے روایتیں کی ہیں)۔ [تہذیب الکمال، ص: ۴۵۲]

۱۴۷

حضرت معن بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

- حضرت (ابو یزید) معن بن یزید بن اخنس بن حبیب (بن جرۃ بن زعب بن مالک) سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، بیٹے (حضرت معن بن یزید)، باپ (حضرت یزید بن اخنس) اور دادا (حضرت اخنس بن حبیب) تینوں صحابی ہیں۔
- ایک قول یہ ہے کہ تینوں بزرگ جنگِ بدر میں شریک ہوئے (لیکن یہ مشہور نہیں ہے)۔ حضرت معن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فتحِ دمشق میں بھی شریک تھے۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حامیوں میں تھے۔ جملہ لڑائیوں میں ان (ہی) کے ساتھ رہے ضحاک خارجی کے ساتھ مرج راہط میں جو خونی معرکہ ۵۴ھ میں پیش آیا تھا، اس میں شہید ہوئے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الزکوٰۃ، ج: ۴، ص: ۱۸۱]

تابعینِ عظام کے احوال وکوائف

۱

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت سعید بن مسیَّب (بن حزن بن ابووہب بن عمروبن عائذ بن عمران بن مخزوم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرشی ،مخزومی ، مدنی ہیں۔ان کی کنیت ابومحمد ہے۔۱۹ھ خلافت فاروقی کے اواخر میں پیدا ہوئے اور ۹۳ یا ۹۴ھ میں ۷۵ر سال کی عمر پا کر مدینے میں واصل بحق ہوئے۔

یہ اجلۂ تابعین کی صفِ اول میں ہیں، ان کو سید التابعین علی الاطلاق (بغیر کسی قید کے تمام تابعین کا سردار) کہا گیا ہے۔حضرت ابو ہریرہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی احادیث اور حضرت عمر (فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قضایا (فیصلوں) کے سب سے بڑے عالم تھے۔

حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابوسعید، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے حدیث سنیں۔ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سنی۔ان کے علاوہ کثیر صحابہ اور تابعین سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے امام ان سے قضایائے عمر (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ علیہ کے فیصلوں کی تفصیلات) دریافت کرتے۔

امام مکحول (علیہ الرحمہ) نے کہا:

میں نے علم حاصل کرنے کے لیے پوری زمین چھان ماری؛ مگر مجھے سعید بن

مسیب (علیہ الرحمہ) سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ملا۔

امام اوزاعی، امام احمد بن حنبل، (امام) علی بن مدینی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) سبھی ان کے افضل التابعین اور اعلم التابعین ہونے کے معترف ہیں۔ فقہ میں اتنے بلند رتبہ ہیں کہ ان کو "فقیہ الفقہاء" کہا جاتا ہے۔

یہ روایت میں اِرسال بہت کرتے تھے (یعنی اپنے شیخ کا نام لیے بغیر احادیثِ رسول روایت کرتے تھے، یہ چیز عند المحدثین مذموم ہے)؛ مگر (حدیث میں آپ کا پایہ اس قدر بلند ہے کہ حضرت) امام شافعی (علیہ الرحمہ) نے فرمایا:

ان کا ارسال حسن ہے۔

امام احمد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا:

(ان کی) سب (مرسَلات) صحاح (احادیثِ صحیحہ کا درجہ رکھتی) ہیں۔

(آپ) تارک الدنیا، زاہد اور قناعت پسند تھے۔ دنیا داروں سے دور رہتے۔ (اسی لیے) شاہانِ بنوامیہ کا وظیفہ کبھی قبول نہیں فرمایا۔ چار سو دینار کل پونجی تھی۔ اس سے روغنِ زیتون کی تجارت کر کے (زندگی) بسر کرتے۔

ان کی ایک صاحب زادی تھیں، جو حسن و جمال میں یکتا، بڑی سلیقہ شعار عالمہ فاضلہ تھیں۔ (اموی خلیفہ) عبد الملک بن مروان سفاک (ظالم) نے اپنے بیٹے ولید کے لیے پیغام بھیجا۔ حضرت سعید (علیہ الرحمہ) نے انکار کر دیا۔ اس پر اس ظالم نے بہانہ بنا کر (ان کی پشت پر) کوڑے لگوائے۔ (انھوں نے اپنی) ان صاحب زادی کا نکاح ایک تنگ دست شخص کثیر بن وداعہ سے دو درہم مہر پر کر دیا۔ پھر داماد کو پانچ ہزار درہم نقد دیا۔

جب عبد الملک (بن مروان) کے مرنے کے بعد والیِ مدینہ ہشام بن اسماعیل نے ولید کی بیعت کے لیے کہا، تو انکار کر دیا۔ اس ظالم نے ان کی پٹائی کی، گلیوں میں گھمایا اور پتھر برسائے۔ اسی حالت میں ایک عورت نے کہا:

اے سعید! آخر یہ رسوائی کیوں مول لے رہے ہو؟

(ارشاد) فرمایا:

دنیا اور آخرت کی رسوائی سے بچنے کے لیے۔

(آپ) حدیث کے معاملے میں بہت ہی باادب تھے۔ ایک بار بیمار تھے، کوئی حدیث سننے کے لیے حاضر ہوا تو علالت کے باوجود بیٹھ کر حدیث بیان فرمائی۔ اس نے کہا: آخر یہ مشقت کیوں برداشت کی؟ فرمایا:

مجھے یہ گوارا نہ ہوا کہ لیٹے لیٹے حدیث بیان کروں۔

ان سب خوبیوں کے باوجود بہت بڑے عابد شب زندہ دار تھے۔ پچاس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ ان کے غلام برد نے کہا: چالیس سال سے جب میں مسجد میں جاتا ہوں تو سعید کو مسجد میں ہی پاتا ہوں۔ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد تھے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج: ۲، ص: ۵۰]

۲

حضرت امام محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جلیل القدر) تابعی ہیں۔ حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادے ہیں۔ ان کی والدۂ محترمہ کا نام ''خولہ بنت جعفر'' ہے، جو مشہور ''حنفیہ'' کے ساتھ ہیں۔ یہ یمامہ کے مشہور قبیلہ ''بنو حنیف'' کی چشم و چراغ

تھیں۔ اس لیے ان کو حنفیہ کہا جاتا ہے۔ جنگ یمامہ کی قیدی مستورات (خواتین) میں سے تھیں، جو حضرت (مولا) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حصے میں آئیں۔ ایک قول یہ ہے کہ (آپ) حنفیہ سندیہ خاتون تھیں جو بنی حنیف کی باندی تھیں۔

حضرت محمد بن حنفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی کنیت ''ابوالقاسم'' ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اِن (کی پیدائش) کی بشارت بھی دی تھی اور اپنا نام اور کنیت بھی عطا فرمائی تھی۔

یہ علم وفضل کے ساتھ ساتھ بہت قوی اور طاقتور تھے۔ ایک بار حضرت (مولا) علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) نے ایک زِرہ دی، کہ یہ اتنی بڑی ہے، اس کی کڑیاں نکال کر ٹھیک کردو! انھوں نے ہاتھ سے پکڑ کر اتنا حصہ پھاڑ ڈالا۔ (اللہ اکبر)

ایک بار قیصرِ روم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اپنے یہاں کے بہت بڑے پہلوان کو مقابلے کے لیے بھیجا۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت محمد بن حنفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو (اس کے) مقابلے میں پیش کیا۔ انھوں نے اس رومی سے کہا: اگر تم چاہو تو بیٹھو! مَیں تم کو کھڑا کر دوں! یا تم مجھے بیٹھا دو! رومی بیٹھ گیا، انھوں نے اُسے کھڑا کر دیا؛ مگر وہ انھیں بیٹھا نہ سکا۔ پھر حضرت محمد بن حنفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیٹھ گئے اور اسے کھڑا کیا اور فرمایا: تو مجھے کھڑا کر دے! یا مَیں تجھے بیٹا دوں! وہ انھیں کھڑا نہ کرسکا؛ مگر انھوں نے اسے بیٹھا دیا۔

جنگِ صفین میں حضرتِ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا جھنڈا انھی کے ہاتھ میں تھا، اُسی معرکے (جنگ) میں مروان (بن حکم) اُن کے ہاتھ آ گیا تھا۔ اُسے پچھاڑ کر اس کے

سینے پر بیٹھے کہ ذبح کر دیں؛ مگر ان سے بڑی لجاجت (منت ⁄ سماجت) کے ساتھ قسم دی تو چھوڑ دیا۔ کاش کہ اس مکار کے فریب میں نہ آتے تو آج دنیاے اسلام کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ انھی کی اجازت سے مختار (بن عبید اللہ ثقفی) کذاب (جھوٹے) نے انتقام (امام) حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا پروپیگنڈا کر کے جمعیت اکٹھا کی تھی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں دو سال باقی تھے، کہ یہ پیدا ہوئے اور پہلی محرم ۸۱ یا ۸۴ھ میں وصال ہوا۔ حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، جو اس وقت مدینۂ طیبہ کے والی تھے۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے ۔[نزہۃ القاری، کتاب الوضوء، ج: ۲، ص: ۳۳⁄ ۳۴]

۳

حضرت امام محمد بن علی باقر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت (سیدنا) امام محمد بن علی باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت (سیدنا) امام زین العابدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے صاحب زادے، ان کے علم وفضل کے (سچے) وارث اور گروہِ تابعین کے سرخیل (سردار) ہیں۔ صفر ۵۷ھ کو منگل کے دن پیدا ہوئے، واقعۂ کربلا کے وقت ۴ یا ۵ ⁄ سال کے تھے۔

اِکمال میں ان کی پیدائش ۵۶ھ لکھی ہے۔ اور عمر ۶۳ سال۔ اس حساب سے ان کا سنِ وصال کم از کم ۱۱۹ھ ہوتا ہے۔ وصال کی تاریخ کے بارے میں دو قول ہیں۔ ربیع الاول میں وصال ہوا یا ۲۳ ⁄ صفر کو آپ کا وصال (مقام) حُمیمہ میں ہوا۔ وہاں سے جنازۂ مبارک

مدینۂ طیبہ لایا گیا اور اپنے والد (حضرت) امام زین العابدین (علی بن سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے پہلو میں دفن کیے گئے، جہاں حضرت (سیدنا) امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزارِ پاک ہے، یہیں حضرت عباس (بن عبد المطلب) رضی اللہ تعالی عنہ بھی مدفون ہیں۔

عثمانی سلاطین نے ان تمام حضرات کے مزاراتِ مبارکہ پر ایک قبہ (گنبد) تعمیر کرادیا تھا، جسے نجدی (سعودی وہابی) درندوں نے (انتہائی تذلیل کے ساتھ) ڈھا دیا (اور) مزارات کھود ڈالے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ان کی کنیت ان کے صاحب زادے حضرت امام جعفر صادق کے نام پر ''ابو جعفر'' ہے اور لقب ''باقر'' ہے؛ اس لیے کہ ان کا علم بہت وسیع تھا اور تبقر کے معنیٰ ''توسع'' کے ہیں۔ عام طور پر اس لقب کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ''بقر'' کے معنیٰ پھاڑنے کے ہیں اور جب تک کسی چیز پر مکمل قابو حاصل نہیں ہوتا ہے اسے کوئی نہیں پھاڑ سکتا، چوں کہ حضرت امام باقر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زبردست عالم؛ بلکہ اپنے وقت کے علماے ظاہر و باطن کے امام تھے۔ جملہ علوم ان کے قابو میں تھے؛ اس لیے ان کو ''باقر'' کہا جاتا ہے۔

دوسری مناسبت یہ ہے کہ پھاڑنے والا جس چیز کو پھاڑتا ہے اس کے اندر کے حقائق سے بھی واقف ہوتا ہے اور آپ علوم کے اسرار (رازوں) اور دقائق (باریکیوں) کے ماہر تھے، اس لیے ''باقر'' لقب پڑا۔

اپنے عہد (زمانے) کے باقی ماندہ صحابۂ کرام مثلاً حضرت (سیدنا) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اپنے والدِ ماجد (سیدنا) امام زین العابدین (رضی اللہ تعالیٰ

عنہ) وغیرہ سے احادیثِ (کریمہ) سنیں اور ان سے اجلۂ ائمہ محدثین نے روایت کی ہے۔ مثلاًان کے صاحب زادے (حضرت) امام جعفر صادق، (حضرت) امام اعمش، (حضرت) امام اوزاعی، (حضرت) امام ابن جریج، (حضرت) امام اعرج، (حضرت) امام عطاء، (حضرت) امام عمرو بن دینار اور (حضرت) امام زُہری وغیرہم۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

۞ رافضیوں کے اعتقاد کے مطابق ائمۂ عشریہ میں سے یہ پانچویں امام ہیں؛ مگر یہ خود رافضیوں سے بیزار تھے۔ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ شیخین (حضرت ابو بکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سارے صحابہ سے افضل ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ اہلِ بیت کا ہر فرد ان بزرگوں سے محبت رکھتا تھا۔

۞ (ایک مرتبہ) حضرت عروہ بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان سے دریافت کیا:

۞ (حضور!) چاندی سے تلوار کو مزین کرنے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

(آپ نے) ارشاد فرمایا:

۞ جائز ہے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار کو مزین کیا تھا۔

حضرت عروہ نے (مزید) پوچھا:

(کیا) آپ انھیں صدیق کہتے ہیں؟

یہ سن کر (آپ) اپنی جگہ سے کودے اور قبلہ کو منہ کیا اور فرمایا:

۞ ہاں (وہ) صدیق ہیں، ہاں (وہ) صدیق ہیں۔ جو انھیں صدیق نہ کہے، اللہ (عز

وجل) اس کی کوئی بات دنیا اور آخرت میں سچی نہ کرے۔

ایک دفعہ (حضرت) جعفر جعفی (علیہ الرحمہ) سے کہا:

۞ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عراق میں کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ لوگ ہمارے محب (محبت کرنے والے) ہیں۔ وہ (بدبخت) حضرت ابوبکر و حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو برا کہتے ہیں۔ (وہ لوگ) یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو اس کا حکم دیا ہے ۔تم انھیں میرا پیغام پہنچا دو (کہ) میں ان سے بیزار ہوں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر مجھ کو حکومت مل جائے تو میں انھیں قتل کر کے اللہ عز وجل کی قربت حاصل کروں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی شفاعت نہ ملے، اگر میں ان دونوں کے لیے دعاے استغفار ورحمت نہ کرتا ہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں کے مرتبے اور افضلیت سے غافل ہیں۔ ان سے جا کر کہہ دو! جو ابوبکر و عمر سے بیزار ہے، میں اس سے بیزار ہوں۔ [البدایہ والنہایہ، ج:۹،ص:۳۱۱]

۞ (آپ) علمِ تفسیر، حدیث اور فقہ سب میں یگانۂ عصر تھے۔ ان علوم میں آپ کے محیر العقول (عقلوں کو حیرت میں ڈال دینے والے) ارشادات بے شمار منقول ہیں۔ اِسی طرح (آپ کے) حکیمانہ مقولے بھی (بہت بڑی تعداد میں مروی ہیں)۔ مثلاً

(۱) سِلَاحُ اللِّئَامِ قُبْحُ الْكَلَامِ۔ ترجمہ: کمینوں کا ہتھیار بدکلامی ہے۔

(۲) لِكُلِّ شَيْءٍ آفَةٌ وَآفَةُ الْعِلْمِ النِّسْيَانُ۔ ترجمہ: ہر شے کی کچھ نہ کچھ آفت ہے اور علم کی آفت نسیان (بھول جانا) ہے۔

(۳) إِيَّاكَ وَالْكَسَلَ وَالضَّجَرَ۔ فَإِنَّهُمَا مِفْتَاحُ كُلِّ خَبِيْثَةٍ۔ إِنَّكَ إِذَا

كَسِلْتَ لَمْ تُؤَدِّ حَقًّا وَإِنْ ضَجِرْتَ لَمْ تَصْبِرْ عَلَى حَقٍّ ۔ ترجمہ: سستی اور بے قراری سے بچو! (کیوں کہ) یہ دونوں ہر برائی کی کنجی ہیں۔ جب تم سستی کروگے تو کوئی حق ادا نہ کر پاؤگے اور جب بے قرار ہوگے تو اپنی حق تلفی پر صبر نہ کر پاؤگے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الوضوء، ج:۲،ص:۳۰/۲۹]

۴

حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت ہشام بن عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینۂ طیبہ کے مشہور تابعین میں ہیں۔ ان سے بکثرت احادیثِ (کریمہ) مروی ہیں۔ اکابر اجلۂ تابعین میں ہیں۔ اہلِ مدینہ کے طبقۂ رابعہ سے ہیں۔ انھوں نے حدیث اپنے چچا (صحابیِ رسول) حضرت عبداللہ بن زبیر اور (حضرت عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سنی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت (عبداللہ) ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی زیارت (تو) کی (ہے)؛ مگر ان سے حدیث نہیں سنی۔ حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت انس بن مالک اور حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی زیارت سے (بھی) مشرف (ہوئے) ہیں۔

(یہ عباسی) شہنشاہ منصور کے عہد میں کوفہ تشریف لائے تو ان سے اہلِ کوفہ نے احادیث سنیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اصحاب میں سے ہیں۔ یہ اور خلیفۂ راشد (حضرت) عمر بن عبدالعزیز، (حضرت) امام زہری، (حضرت) قتادہ اور (حضرت) اعمش (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) عاشوراء (۱۰ محرم الحرام) ۶۰ھ کو ٹھیک اس دن پیدا ہوئے جس دن سید الشہداء حضرت امام حسین (علیٰ جدہ وعلیہ الاسلام) کربلا میں

شہید ہوئے۔

❁ اخیر عمر مبارک میں (عباسی خلیفہ) منصور کے پاس بغداد آگئے تھے۔ وہیں ۱۴۵ھ یا ۱۴۶ھ یا ۱۴۷ھ میں وصال ہوا۔ (اتفاق سے عباسیوں کے ایک جلیل القدر اور نامور غلام کا انتقال بھی اسی دن ہوا اور دونوں حضرات کے جنازے ایک ساتھ اٹھائے گئے؛ لیکن خلیفہ) منصور نے (حضرت ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل و کمال اور عظیم رتبے کے سبب) ان کی نماز جنازہ (غلام سے پہلے) پڑھائی۔

❁ مقبرۂ خیزران (جو کہ خلیفہ ہارون رشید کی ماں "خیزران" کی جانب منسوب ہے، اس) کے جانبِ غرب، بازار سے باہر، خندق کے پیچھے، باب قطرال کی جانب، بابِ حرب کے مقابر میں مزار ہے۔ مزار پر تختی لگی ہوئی ہے، جس پر کندہ ہے "هٰذَا قَبْرُ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ"۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ خیزران کے جانبِ شرق میں دفن ہیں اور جانبِ غرب میں جو مزار ہے وہ ہشام بن عروہ مروزی کا ہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الحیض، ج: ۲، ص: ۲۱۳]

۵

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

❁ (حضرت) عمر بن عبد العزیز بن مروان بن الحکم بن العاص بن امیہ، خلفاے راشدین میں سے ایک ہیں۔ (آپ) جلیل القدر تابعی، اپنے وقت کے امامِ عادل، زاہد، متورِّع (متقی) ہیں۔ ان کی والدہ "ام عاصم لیلیٰ بنت عاصم بن فاروق" ہیں (یعنی آپ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑپوتے ہیں)۔ (آپ) ۶۱ھ میں "حلوان" مصر کے ایک شہر میں اسی سال پیدا ہوئے، جس سال حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید

ہوئے۔یعنی ۶۱ھ میں۔اور ۲۰ یا ۲۵ تاریخ کو، رجب کے مہینے میں پنج شنبہ (جمعرات) یا جمعہ کو لگ بھگ چالیس سال کی عمر میں ان کا وصال ہوا۔

۞ ان کا لقب ''اشج'' بھی ہے، اشج کے معنی ہیں سر یا، چہرے کے زخم والا۔(اس لقب سے ملقّب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ) بچپن میں گھوڑے نے پیشانی پر مار دیا تھا، اس کا نشان رہ گیا (تھا، اسی وجہ سے آپ کو اشج کہا گیا)۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

۞ میری نسل میں ایک لڑکا ہوگا، جس کے چہرے پر زخم کا نشان ہوگا۔وہ خلیفہ ہوگا، زمین کو عدل سے ایسے بھر دے گا جیسا کہ ظلم سے بھری (ہوئی) ہوگی۔

۞ یہ، (اموی حکمراں) ولید بن عبد الملک کے زمانے میں سن ۸۶ھ سے ۹۳ھ تک، پورے سات سال مدینۂ طیبہ کے والی رہے۔اسی زمانے میں ولید بن عبد الملک کے حکم سے مسجد نبوی کی توسیع کی، ازواجِ مطہرات کے حجروں کو مسجد میں داخل کیا۔جب سے روضۂ اقدس بھی اندرونِ مسجد آ گیا۔

۞ (بنی امیہ کے ضدی اور ظالم حکمراں) سلیمان بن عبد الملک نے (اپنے گناہوں کی تلافی کے لیے) ان کو اپنا ولی عہد بنایا تھا، یہ (سلیمان) دس صفر ۹۹ھ کو مرا۔اس کے مرنے کے بعد آپ خلیفہ ہوئے، چوں کہ یہ بنی امیہ کی چیرہ دستیوں (زیادتیوں) پر سخت پابندی لگائے ہوئے تھے، اس لیے وہ ان کے دشمن ہو گئے تھے۔ان کے ایک غلام کو ایک ہزار دینار کی لالچ دے کر کھانے میں زہر ملوا دیا، جس کے اثر سے بیس دن بیمار رہ کر'' دَیرِ سمعان'' (نامی گاؤں) میں (ملکِ شام کے مشہور شہر) حلب کے قریب وصال

فرمایا۔ وہیں دفن ہوئے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ ان کی مدتِ خلافت وہی تھی جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی۔ حضرت صدیق اکبر کی مدتِ خلافت دو سال تین مہینے دس دن تھی۔ ۱۲ربیع الاول کو بیعت ہوئی اور خلافت کے تیسرے سال ۲۲رجمادی الآخرہ کو وصال فرمایا؛ لیکن یہ (قول) صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ ان (حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مدتِ خلافت دو سال پانچ مہینے دس یا پندرہ دن تھی۔ (دونوں حضرات کی مدتِ خلافت میں دو مہینوں کا فرق ہے)۔

ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے کچھ موے مبارک اور مقدس ناخن کے تراشے تھے، وصیت فرما گئے تھے کہ انھیں میرے کفن میں رکھ دیا جائے، چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے پیچھے اس وقت نماز پڑھی جب یہ مدینے کے حاکم تھے۔ (آپ نے) فرمایا:

میں نے کسی کو ان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے مشابہ نماز پڑھنے والا نہ دیکھا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

یہ امت کے پہلے مجدد ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

کثیر علما نے بھی یہی فرمایا ہے (کہ آپ امت کے پہلے مجدد ہیں)۔

(آپ) اتنے زبردست عالم تھے کہ مشہور تھا کہ اس وقت کے (جید) علما ان

کے تلامذہ (شاگرد) ہیں۔ انھوں نے حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث سنی ہے۔ ان کے عہد (زمانے) میں صحابۂ کرام کے وجود سے دنیا خالی ہوچکی تھی، جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

ایک صدی گزرنے پر آج کا کوئی جاندار زندہ نہ رہے گا۔

❁ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری میں صرف ایک حدیث مروی ہے۔ رُوات (راویوں) میں ایک اور صاحب "عمر بن عبد العزیز بن عمران" ہیں، جن کی حدیث (حضرت امام) نسائی (رحمۃ اللہ علیہ) نے لی ہے۔ [نزہۃ القاری، باب بدء الوحی، ج:۱،ص:۲۴۱]

۶

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

❁ (آپ کا نام "عبید اللہ" کنیت "ابو عبد اللہ" ہے۔ آپ مشہور صحابی حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عتبہ کے پوتے ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے : حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود بن غافل (بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم مخزومی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

❁ (آپ) جلیل القدر تابعی ہیں اور مدینے کے فقہائے سبعہ (مشہور سات فقیہوں) میں سے ہیں۔ (حضرت عبد اللہ) ابن عباس، (حضرت عبد اللہ) ابن عمر اور (حضرت)ابوہریرہ وغیرہم کثیر صحابۂ (کرام) سے حدیثیں سنیں اور ان سے کثیر تابعین نے (حدیثیں روایت کیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔

(فضل و کمال کے اعتبار سے آپ ممتاز ترین تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ چوں کہ آپ کا گھر علم و فضل کا گہوارہ تھا، اس وجہ سے آپ کو حدیث، فقہ، شاعری اور اس وقت کے تمام مروجہ علوم میں کمال حاصل ہوا تھا۔ آپ کی جلالتِ علمی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ علما نے آپ کو "ثقہ" اور "کثیر الحدیث" جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے)۔[طبقاتِ ابن سعد، ج:۵، :۱۸۵]

(آپ) خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ تھے۔ (آخری عمر میں) نابینا ہو گئے تھے۔ ۹۰ھ کے بعد وصال ہوا۔[نزہۃ القاری، باب بدء الوحی، ج:۱، ص:۲۱۹]

۷

حضرت عدی بن عدی بن عمیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت عدی بن عدی بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعی ہیں، یہ اپنے باپ اور چچا عرس بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ یہ دونوں حضرات (عدی بن عمیر اور عرس بن عمیر) صحابی ہیں، اور ان سے کثیر تابعین نے روایت کی ہے۔ امام بخاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا:

یہ اہل "جزیرہ" کے سردار ہیں۔

یہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی جانب سے جزیرہ (جزیرۂ عقور) اور (عراق کے مشہور شہر) موصل کے عامل تھے۔ ۱۲۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ صحیحین میں ان کی کوئی روایت نہیں (ہے) اور نہ (ہی) ترمذی میں ہے؛ البتہ (سنن) ابو داؤد، (سنن) نسائی اور (سنن) ابن ماجہ میں ہے۔[نزہۃ القاری، کتاب الایمان، ج:۱، ص:۲۴۲]

۸

حضرت سیدنا اَحنف بن قیس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعی ہیں ان کا اصل نام ''ضحاک'' یا ''صخرہ'' ہے اور کنیت ''ابو بحر'' ہے، (مگر) مشہور احنف کے ساتھ ہیں (گویا کہ احنف آپ کا عرفی نام ہے)۔ انھیں (حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا) زمانۂ اقدس ملا، اسی عہد میں مسلمان بھی ہوئے (پھر ان ہی کی ترغیب پر ان کا پورا قبیلہ دولتِ اسلام سے مالا مال ہوا)؛ لیکن (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) زیارت سے محروم رہے۔ (اس لیے آپ کو شرفِ صحابیت حاصل نہ ہوسکا)۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ''مروالروز'' انھوں نے فتح کیا۔ اس لشکر میں ان کے جھنڈے کے نیچے امام حسن بصری اور امام محمد بن سیرین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بھی تھے۔ حضرت عمر و علی و عباس وغیرہ اَجلۂ صحابہ (کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) سے انھوں نے حدیث سنی اور ان سے امام حسن بصری وغیرہ نے (حدیثیں سماعت کیں)۔ ۶۷ھ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دورِ خلافت میں شہرِ کوفہ میں ان کا وصال ہوا۔ [نزہۃ القاری، کتاب الایمان، ج:۱، ص:۲۸۷]

۹

حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

(آپ کا نام ''ابراہیم'' کنیت ''ابو اسماء'' ہے۔ نسب نامہ یہ ہے: ابراہیم بن یزید

بن شریک بن تیم الرباب تیمی)[تذکرۃ الحفاظ، ج:۱،ص: ۲۳]۔حضرت ابراہیم تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعین کے فقہاء وعباد(عبادت گزاروں) میں سے ہیں۔ بہت عمدہ واعظ تھے۔(بنو امیہ کے) مشہور ظالم (حکمراں) حجاج بن یوسف نے (حضرت) ابراہیم نخعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی گرفتاری کا حکم دیا۔سپاہی ہم نام ہونے کی وجہ سے غلطی سے انھیں پکڑ لے گئے اور جیل میں بند کر دیا۔

کچھ لوگوں نے کہا:

۞ آپ کو غلطی سے پکڑا گیا ہے، آپ اُسے ظاہر کر دیں (تاکہ حراست سے نجات ملے)۔

(آپ نے) فرمایا:

مجھے یہ پسند نہیں کہ اپنے کو بچالوں اور ایک بے گناہ سزا پائے۔

۞ اسی قید کی حالت میں ۹۲ ھ میں وصال فرمایا۔ان کی حیرت انگیز باتوں میں سے یہ ہے کہ ایک ایک مہینے تک کھانا نہیں کھاتے تھے ۔[نزہۃ القاری، کتاب الایمان ،ج:۱،ص:۳۰۸]

۞ (جس شب آپ کی وفات ہوئی، حجاج بن یوسف نے خواب میں دیکھا کہ شہر میں ایک جنتی شخص کا انتقال ہو گیا ہے۔اُس نے صبح کو معلوم کروایا کہ کس کا انتقال ہوا ہے ؟جب اسے بتایا گیا کہ قید خانے میں حضرت ابراہیم بن یزید تیمی کا وصال ہوا ہے تو اُس کم بخت ظالم نے کہا کہ خواب شیطانی وسوسہ معلوم ہوتا ہے اور پھر آپ کی لاش گھورے پر پھکوا دی۔ اناللہ وانا الیہ رٰجعون)۔[طبقات ابن سعد، ج:۶،ص:۱۹۹]

۱۰

حضرت ابن ابوملیکہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت ابن ابوملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورا نام ''عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابوملیکہ'' ہے۔(آپ کی کنیت ''ابوبکر'' ہے، آپ کو ''ابن عربی ملیکہ'' بھی کہا جاتا ہے)۔

[تہذیب التہذیب، ج:۵،ص:۳۰۶]۔

(آپ) تابعین کے علمائے مشاہیر میں سے ہیں۔(صحابیِ رسول) حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاضی اور مؤذن تھے۔عبادلۂ اربعہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ام سلمہ، حضرت اسما بنت صدیق، حضرت ابوہریرہ، حضرت عقبہ بن حارث اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے احادیث سنیں اور حضرت (مولا) علی اور (حضرت) سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا زمانہ پایا؛ مگران سے روایت نہیں کی۔

ان سے ایک مخلوق (بے شمار لوگوں) نے اخذِ احادیث (احادیثِ کریمہ روایت کرنے) کی سعادت حاصل کی۔ان کے تلامذہ میں مشہور محدث (حضرت امام ابو خالد عبد الملک) ابن جریج (بھی) ہیں ۔ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔[نزہۃ القاری، کتاب الایمان، ج :۱،ص:۳۰۸]

۱۱

حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرتِ عامر (بن شراحیل) رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امامِ) شعبی (کے نام) سے مشہور ہیں۔ان کی کنیت ''ابوعمرو'' ہے۔(آپ صحاحِ ستہ کے ثقہ راوی اور عظیم محدثین و اَجلۂ

تابعین میں سے (شمار کیے جاتے) ہیں۔ ان کے معتمد (قابلِ اعتماد) اور ثقہ (بھروسے مند) ہونے پر (علما و محدثین کا) اتفاق ہے۔

(آپ نے) سیکڑوں صحابۂ کرام کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ خود فرمایا: میں نے پانچ سو صحابۂ کرام سے ملاقات کی ہے۔

(آپ شہرِ) کوفہ کے قاضی تھے، خلافتِ (حضرتِ) عثمانِ (غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے چھٹے سال پیدا ہوئے اور پہلی صدی گزرنے کے بعد ۱۰۱ھ سے ۱۰۶ھ کے درمیان ۸۰ سے زائد عمر پا کر وصال فرمایا۔ (آپ کے) مزاج میں خوش طبعی تھی۔ [نزہۃ القاری، کتاب الایمان، ج: ۱، ص: ۳۳۵]

۱۲

حضرت ابو جمرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت ابو جمرہ (ضُبَعِی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نصر بن عمران (بن عصام) یا عاصم بن واسع ہے۔ حضرت (عبد اللہ) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خاص تلمیذ اور عظیم المرتبت تابعی ہیں۔ حضرت (عبد اللہ) ابن عباس و (حضرت عبد اللہ) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور کثیر صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) سے احادیثِ (کریمہ) سنی۔

یہ نیشاپور میں رہتے تھے پھر ''وہ'' سرخسی چلے گئے اور وہیں ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔ حضرت (ابو محمد عبد اللہ بن مسلم) ابن قتیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ (حضرت ابو جمرہ) بصرہ میں فوت ہوئے۔ اس کنیت یا جمرہ نام کے صحاحِ ستہ اور موطا میں کوئی راوی نہیں۔ ابو جمرہ کے جد (دادا) حضرت نوح بن مخلد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صحابیِ (رسول) تھے۔ جب یہ (رسولِ

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی) خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو (آپ نے) دریافت فرمایا:

کس قبیلے سے (تعلق رکھتے) ہو؟

(انھوں نے) عرض کی:

ضبیعہ ربیعہ سے:

(ارشاد) فرمایا:

- ربیعہ کی شاخوں میں سب سے اچھے عبد القیس ہیں، اور عبد القیس میں تمھارا قبیلہ (سب سے اچھا ہے)۔
- یہ حضرت (عبد اللہ) ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی خدمت میں اس وقت حاضر تھے جب (حضرت) ابن عباس حضرت (مولا) علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کی جانب سے بصرہ کے گورنر تھے۔ حضرت (عبد اللہ) ابن عباس ان کو تخت پر بٹھاتے تھے۔ یہ عوام اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مابین ترجمانی کا کام انجام دیتے تھے۔

[نزہۃ القاری، کتاب الایمان، ج:۱، ص:۳۳۹]

۱۳

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما (جلیل القدر) تابعی ہیں۔ یہ مشہور صحابی حضرت (نفیع) ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ ۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ سب سے پہلے مولود ہیں جو بصرہ کے مسلمانوں میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد اور حضرت (مولا) علی وغیرہما سے حدیث سنی۔ ۹۹ھ میں وفات پائی۔ [نزہۃ القاری، کتاب الایمان، ج:۱، ص:۳۶۲]

۱۴

حضرت ربیعہ بن عبدالرحمن مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

❁ حضرت ربیعہ بن عبدالرحمن مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ایک عظیم محدث اور جلیل القدر) تابعی ہیں۔ (آپ حضرت سیدنا انس بن مالک اور حضرت سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تلمیذ ہیں، اور) حضرت امام مالک (حضرت امام شعبہ، حضرت امام سفیان ثوری اور حضرت امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے استاذ ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱،ص:۳۷۷]

(آپ کا شمار مدینۂ منورہ کے عظیم فقہا میں ہوتا ہے۔ آپ کے شاگرد حضرت سیدنا امام مالک فرماتے ہیں:

❁ ذَهَبَتْ حَلَاوَةُ الْفِقْهِ مُنْذُ مَاتَ رَبِيْعَةُ ۔ [تہذیب التہذیب، ج:۲،ص:۱۵۳]

ترجمہ: جب سے میرے استاذ ربیعہ کا انتقال ہوا، فقہ کی چاشنی جاتی رہی)۔

۱۵

حضرت رِبعی بن حراش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت رِبعی بن حِراش (بن جحش بن عمرو عبسی کوفی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عظیم الشان) تابعی (اور محدثین کے نزدیک) ثقہ ہیں۔ (آپ) زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولے۔ ان کے دو بیٹے (ظالم اموی حاکم) حجاج (بن یوسف) کے باغی تھے۔ حجاج نے ان کے پاس آدمی بھیجا۔ حجاج کے فرستادے (قاصد) نے ان سے پوچھا:

تمھارے بیٹے کہاں ہیں؟

(انھوں نے) بتادیا (کہ) گھر میں ہیں۔

حجاج نے جب یہ سنا تو (دونوں کو) یہ کہہ کر معاف کردیا کہ:

تم دونوں کے باپ کے سچ بولنے کی وجہ سے معاف کردیا۔

۞ (آپ نے) یہ قسم کھائی کہ اس وقت تک نہ ہنسوں گا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ میرا ٹھکانہ جنت میں ہے یا دوزخ میں؟! (پھر) عمر بھر کبھی نہ ہنسے۔ (لیکن) موت کے بعد (غسل دینے والوں نے بتایا کہ آپ اپنے تخت پر) مسکرا رہے تھے (یہاں تک ہم غسل سے فارغ ہوگئے، اس لیے کہ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ چکے تھے)۔ [سیر اعلام النبلا، الطبقۃ الثانیۃ، ربعی بن حراش، ج: ۴، ص: ۳۶۱]

۞ (حضرت) ربعی کا حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف ایک حدیث کا سننا ثابت ہے۔ (اور حضرتِ فاروقِ اعظم، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابو مسعود بدری، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت ابو بکرہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور متعدد صحابۂ کرام سے بھی سماعتِ حدیث کا شرف حاصل ہے) [سیر اعلام النبلا، الطبقۃ الثانیۃ، ربعی بن حراش، ج: ۴، ص: ۳۶۰]

۞ (خلیفۂ راشد حضرت سیدنا) عمر بن عبد العزیز (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خلافت (کے زمانے) میں یا (پھر) سن ۱۰۴ھ میں (آپ نے) وفات پائی۔

[نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج: ۱، ص: ۳۹۳]

۱۶

حضرت نوف بکالی بن فضالہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

۞ حضرت نوف ابن فضالہ بکالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعی ہیں۔ ان کی کنیت ابو رشید

کا اتفاق ہے)[تذکرۃ الحفاظ، ج:۱،ص: ۴۳۔تہذیب الاسماء، ج:۱]

❁ اسی (۸۰) حج وعمرہ کیے؛ مگر کبھی دونوں اکٹھے نہیں کیے(؛ بلکہ دونوں کے لیے الگ الگ سفر کیا)۔ ۷۵ھ میں کوفے میں وصال فرمایا۔[نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج :۱ ،ص : ۴۳۴]

❁ (یومیہ معمولات کی پابندی میں ایسا شان دار اہتمام تھا کہ مرضِ وفات میں بھی تلاوتِ قرآنِ کریم میں فرق نہ آیا؛ چناں چہ اس وقت بھی جب جنبش کرنے کی طاقت باقی نہ تھی، اپنے بھانجے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا سہارا لے کر قرآنِ پاک پڑھا کرتے تھے۔ دمِ آخر اہلِ خانہ کو ہدایت کی کہ مجھے کلمۂ طیبہ کی تلقین کرنا؛ تاکہ میری زبان سے سب سے آخر میں "لا الہ الا اللہ" نکلے)۔[طبقاتِ ابن سعد، ج:۶،ص:۵۰]

۱۷

حضرت اسود بن یزید بن قیس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

❁ حضرت اسود بن یزید بن قیس (بن عبد اللہ بن مالک بن علقمہ) نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلۂ تابعین میں سے ہیں۔ یہ (حضرتِ) ابراہیم نخعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے ماموں ہیں۔(رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا) زمانۂ اقدس پایا؛ مگر (آپ کے رخِ زیبا کی) زیارت سے مشرف نہ ہوئے۔

❁ (آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فضل وکمال اور زہد وعبادت کے لحاظ سے عراقی شہر کوفہ کے ممتاز ترین علما میں تھے۔ امام حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ انھیں "امام، فقیہ، زاہد، عابد اور کوفہ کا عالم" لکھتے ہیں۔ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق وجلالتِ علمی پر سب

اللہ)، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے احادیث سنیں، حضرت عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تین بار قرآنِ (پاک) سنایا۔[نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱،ص:۴۳۸]

(بعض علما نے فرمایا ہے کہ آپ نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پورے تیس مرتبہ قرآنِ پاک کا دورہ کیا تھا)

(حضرت امام مجاہد اگرچہ غلام تھے،لیکن اقلیمِ علم کے تاجدار تھے۔علمی اعتبار سے وہ امامِ وقت تھے۔حضرت امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كَانَ فَقِيهًا عَالِمًا ثِقَةً كَثِيرَ الْحَدِيثِ۔

ترجمہ: امام مجاہد فقیہ، عالم اور ثقہ تھے، آپ نے احادیث کریمہ کثرت کے ساتھ روایت کی ہیں۔

امام حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ امام مجاہد تو علم کا ظرف تھے۔حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ انھیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کی جلالتِ علمی اور امامت پر سب کا اتفاق ہے)۔[تذکرۃ الحفاظ، ج:۱،ص:۸۰۔تہذیب الاسماء، ج:۱،ص:۸۳]

۱۸

حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرتِ امام مجاہد (بن جبیر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ائمۂ تابعین میں سے ہیں۔ان کی کنیت "ابو حجاج" ہے یہ (حضرت) عبد اللہ بن سائب مخزومی (یا قیس بن سائب مخزومی) کے غلام تھے۔تابعین کے طبقۂ ثانیہ میں ہیں۔اپنے وقت کے "تفسیر، قرأت، حدیث

اور فقہ'' میں امام تھے۔ مکۂ معظّمہ کے فقہا وقرّا میں ان کا شمار ہے۔ ۱۰۰ھ میں واصل بحق ہوئے (ایک قول یہ ہے کہ ۱۰۳ھ میں وصال ہوا)۔ وصال کے وقت عمرِ مبارک تراسی (۸۳) سال تھی۔ سجدہ کی حالت میں روح پرواز ہوئی۔

حضرت (عبداللہ) ابن عباس، حضرت (عبداللہ) ابن عمر، حضرت جابر (بن عبد

ہے (ایک قول کے مطابق آپ کی کنیت ''ابو عمرو'' ہے)۔ یہ عالم، فاضل، اہل دمشق کے مقتدا (پیشوا) اور قاضی (جج) تھے۔ ابن تین نے کہا کہ یہ حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (دورِ خلافت میں، آپ کے) دربان (نگہبان) تھے۔ یہ (عمدہ) واعظ (بھی) تھے۔

کہا جاتا تھا کہ اسرائیلی روایات بہت بیان کرتے تھے۔ مشہور یہ ہے کہ (حضرت) کعبِ احبار (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی زوجہ (بیوی) کے بیٹے تھے۔

ان کو بکالی اس لیے کہتے ہیں کہ حمیر کی ایک شاخ بنی بکال کے فرد تھے۔ [نزہۃ القاری، کتاب العلم، ج:۱، ص:۴۱۶]

۱۹

حضرت نعیم بن عبداللہ مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت نعیم بن عبداللہ مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعی ہیں۔ یہ اور ان کے والد دونوں مسجدِ نبوی میں خوشبو سلگاتے تھے، اس لیے ان کو اور ان کے والد کو بھی مُجمِر یا مُجمِّر کہا جاتا ہے، یعنی خوشبو سلگانے والے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ (انھوں نے) حضرت جابر وغیرہ سے بھی حدیث روایت کی ہیں۔ [نزہۃ

القاری، کتاب الوضو، ج :۱،ص :۴۴۵]

۲۰

حضرت حمران بن اَبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت حُمران بن ابان بن خالد بن عمرو (بن عقیل بن عامر بن جنْدلۃ بن جذِیمۃ بن کعب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رومیوں کے ساتھ (ملکِ) شام کے "عین التمر" کے مشہور معرکے (جنگ) میں شریک تھے۔(مسلمانوں کے سپہ سالار) حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حُمران کو گرفتار کیا۔ یہ اس وقت بچے تھے؛ مگر بہت ذہین تھے۔حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت عثمانِ (غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عثمان نے حُمران کو آزاد کر کے انھیں اپنا میر منشی اور دربان بنالیا۔(اِسی لیے ان کو مولی عثمان بھی کہا جاتا ہے، یعنی حضرت عثمان کے آزاد کردَہ غلام)۔

حجاج (بن یوسف) نے انھیں نیشا پور کا والی بنایا تھا، اسی سلسلے میں حجاج نے ان سے ایک لاکھ تاوان وصول کیا، پھر (اموی بادشاہ) عبدالملک (بن مروان) کی سفارش پر واپس کردیا۔

۷۵ھ میں (آپ کا) وصال ہوا۔ امام بخاری نے (حضرت) حُمران (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ضعفا میں ذکر کیا ہے، مگر پھر بھی بخاری میں ان کی روایت (کو) ذکر کیا (ہے)۔صرف امام بخاری ہی نہیں (؛ بلکہ) امام مسلم اور بقیہ اصحابِ ستہ (حضرت امام ترمذی، حضرت امام ابن ماجہ، حضرت امام نسائی اور حضرت امام ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) نے بھی ان کی روایت لی ہے۔

ابن سعد نے کہا کہ حُمران کثیر الروایت ہیں؛ مگر میں نے یہ نہیں دیکھا کہ لوگ ان کی حدیث کو حجت بناتے ہوں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج :۱،ص :۴۹۰]

۲۱

حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ''محمد'' ہے۔ مشہور ''ابن سیرین'' کے ساتھ ہیں۔ (آپ کی) کنیت ''ابو بکر'' ہے ۔ ان کے والد ''سیرین'' جنگِ عین التمر میں گرفتار ہوئے۔ ان کی قسمت نے یاوَری (مدد) کی، (کہ) ان کو (صحابیِ رسول) حضرت (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی نصیب ہوئی۔ حضرت انس نے بیس ہزار درہم میں مُکاتَب بنایا، یعنی اتنا ادا کر دو تم آزاد ہو۔ انھوں نے یہ رقم ادا کر کے آزادی حاصل کرلی۔

محمد بن سیرین کی والدہ کا نام ''صفیہ'' ہے۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آزاد کردہ باندی تھیں۔ یہ وہ خوش نصیب خاتون ہیں کہ جب ان کا سیرین سے نکاح ہونے والا ہوا تو تین ازواجِ مطہرات نے انھیں خوشبو لگائی اور ان کے لیے دعا کی۔ تیرہ اصحابِ بدر (غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابۂ کرام) جن میں حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں ان کے نکاح میں شریک ہوئے۔ حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دعا کی، بقیہ حضرات نے آمین کہا۔

محمد بن سیرین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت (کے زمانے) میں (سَن) ۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۱۰ھ میں حضرت امام حسن بصری

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے وصال کے سو (۱۰۰) دنوں کے بعد وصال فرمایا۔ یہ ان ائمۂ تابعین میں ہیں جن کی عظمت وجلالت متفق علیہ ہے۔ حدیث وفقہ کے امام ہیں۔تیس (۳۰) صحابۂ کرام کی زیارت کی اور حضرت (عبداللہ) ابن عمر، حضرت انس (بن مالک)، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دوسرے صحابۂ (کرام) اور کثیر تابعینِ (عظام) سے روایت کی ہے۔

۞ فنِّ تعبیر (خوابوں کی تعبیر) کے منفرد امام ہیں۔ زہد و ورع، تقویٰ وخشیتِ خداوندی، علم وفضل (ان میں) سب جمع تھا۔ (امام) اشعث (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا:

۞ جب ان سے حلال وحرام کے بارے میں کچھ پوچھا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا (یہاں تک) معلوم ہوتا (کہ) یہ پہلے والے نہیں (بلکہ کوئی اور) ہیں۔

(حضرت) مہدی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا:

۞ ہم ان کی مجلس میں ان کی سی خوب باتیں کرتے، وہ بھی (ہم سے خوب باتیں) کرتے؛ مگر جب موت کا ذکر آتا تو (ان کے) چہرے کا رنگ اُڑ جاتا، زرد پڑ جاتا، بالکل بدل جاتے۔

(حضرت) حلف بن ہشام (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا:

۞ اللہ عزوجل نے ان کو اچھی عادت، اچھا جسم اور خشوع عطا فرمایا تھا۔لوگ انھیں دیکھتے تو اللہ یاد آجاتا۔[نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج:۱،ص:۵۰۲]

﴿۲۲﴾

حضرت عَبِیدَہ بن عمرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

۞ حضرت عبیدہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''یا قیس بن عمرو سلمان مرادی کوفی''، جلیل

القدر تابعی ہیں۔ ان کو زمانۂ جاہلیت بھی ملا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال سے دو سال پہلے ایمان لائے؛ مگر زیارت نہ کر سکے۔

علم وفضل میں (حضرت) قاضی شریح (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے ہم پلہ تھے۔ جب قاضی شریح کو کوئی اِشکال پیش آتا تو ان کو لکھتے۔ ۷۲ یا ۷۳ھ میں وصال ہوا۔[نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج:۱، ص:۵۱۸]

۲۳

حضرت ابن شہاب زُہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت ابن شہاب زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''زہری'' سے زیادہ مشہور ہیں۔ ان کا نسب نامہ یہ ہے: محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن شہاب بن عبد اللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب۔ (ان کی) کنیت ''ابو بکر'' ہے۔ تیسرے دادا ''شہاب'' کی طرف منسوب کر کے ان کو ''ابن شہاب'' کہتے ہیں اور جدِّ اعلیٰ زہرہ کی طرف نسبت سے ''زہری'' (کہا جاتا ہے)۔

یہ، حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبیلے سے ہیں اور کلاب میں جا کر ان کا نسب شجرۂ نبوی سے متصل ہو جاتا ہے۔ (آپ) صغارِ تابعین میں سے ہیں۔ حضرت انس بن مالک اور حضرت ربیعہ بن عباد اور کثیر صحابۂ کرام سے حدیثیں سنی ہیں۔ (آپ) متفق علیہ امام، ثقہ، معتمد علیہ ہیں۔ ان سے کثیر تابعین نے احادیث سنیں۔

(آپ نے) رمضان المبارک ۱۲۴ھ میں ۷۲ رسال کی عمر پا کر وصال فرمایا،

وصیت کے مطابق موضع شعب میں لبِ سڑک مدفون ہوئے۔ اموی شہنشاہ عبد الملک بن مروان بہت عزت کرتا تھا، ایک دفعہ اس نے سات سو(۷۰۰) اشرفیاں نذر کیں؛ مگر اس (کے نذرانے) کی کوئی پرواہ نہ کی۔ احادیثِ (کریمہ) کی تدوین کا کام انھوں نے (ہی) شروع کیا (تھا)۔

۞ مطالعۂ (کُتُب) کے بہت شوقین تھے۔ جب مکان میں بیٹھتے تو کتابوں کا انبار لگ جاتا۔ انہماک میں دنیوی امور کی جانب توجہ نہ ہوتی۔ زوجۂ محترمہ یہ دیکھتے دیکھتے ایک دن کہہ اٹھیں:

۞ یہ کتابیں مجھ پر تین سَوکنوں سے زیادہ شاق ہیں۔ (یعنی جتنی تکلیف مجھے اِن کتابوں سے ہوتی ہے، شاید تین سوکنوں سے نہ ہوتی)۔ [نزہۃ القاری، باب بدء الوحی، ج :۱، ص :۲۰۸]

۲۴

حضرت ابو سلمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

۞ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اکلوتے صاحب زادے ہیں۔ ان کا اصل نام یا تو عبد اللہ ہے یا اسماعیل یا ابو سلمہ ہے۔ یہ اس پائے کے تابعی ہیں کہ ایک قول کی بنا پر مدینے کے فقہاے سبعہ میں یہ بھی ہیں۔ (اگرچہ اس قول سے اختلاف کیا گیا ہے؛ مگر فقہاے سبعہ میں ان کا نام لیا جانا ہی ان کے مقامِ فقاہت کو سمجھنے کے لیے کافی ہے)

۞ (فقہ میں ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ انہوں نے فقیہ الامت حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ کیا تھا۔ بعض اوقات فقہی مسائل میں استاد کو ان کی

راے پلٹا دیتے تھے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ابوسلمہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علمِ فقہ حاصل کیا کرتے تھے اور مسائل پر ان سے بحث ومناظرہ کرکے، بعض اوقات ان کو ان کی راے سے رجوع کرنے پر مجبور کردیا کرتے تھے)

۔[تذکرۃ الحفاظ، ج:۱،ص: ۵۴]

۞ (انھوں نے) کثیر صحابہ وتابعین سے حدیثیں سنیں اوران سے تابعین کی جماعتِ کثیر نے حدیثیں سنیں۔ مشہور محدث حضرت امام (عامر) شعبی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ان کے تلمیذ ہیں۔ ۹۴ ھ میں بہتر (۷۲) سال کے ہوکر مدینۂ طیبہ میں (اموی حکمراں) ولید بن عبدالملک کے ایامِ سلطنت میں وصال فرمایا۔[نزہۃ القاری، باب بدء الوحی، ج :۱،ص :۲۰۸]

〈۲۵〉

حضرت عبداللہ بن شداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

۞ (ابوالولید) حضرت عبداللہ بن شداد (بن ہاد لیثی مدنی ثم کوفی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کبارِ تابعین میں سے ہیں۔ آپ) عہدِ رسالت (علیٰ صاحبہ الصلاۃ والسلام) میں پیدا ہوئے ان کی والدہ "عمیس" (کی بیٹی سلمیٰ) تھیں، جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ حضرت اسما بنت عمیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی حقیقی بہن تھیں اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اخیافی (ماں شریک) بہن تھیں۔ ان دونوں کی ماں کا نام" ہند بنت عوف" ہے۔

۞ (حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور سید الشہدا حمزہ بن عبدالمطلب کے نکاح میں تھیں، جب غزوۂ احد میں ان کی شہادت کے بعد، حضرت شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے

نکاح کیا تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے)۔[سیر اعلام النبلاء، ج:۳، ص:۴۸۸]

❁ ام المومنین حضرت میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حارث کی صاحبزادی ہیں اور سلمیٰ، عمیس بن معد کی۔ اسی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن شداد نے حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی خالہ کہا۔[نزہۃ القاری، کتاب الغسل، ج:۲،ص:۲۶۳]

❁ (انھوں نے اپنے والد، حضرت معاذ بن جبل، حضرت مولا علی، حضرت عبد اللہ ابن مسعود، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، ام المومنین حضرت عائشہ، ام المومنین حضرت ام سلمہ اور بہت سے صحابہ وصحابیات۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہن اجمعین۔ سے روایت کیا ہے۔ اوران سے حضرت حکم بن عتیبہ، حضرت منصور بن معتمر، حضرت عبد اللہ بن شبرمہ، حضرت ابو اسحاق شیبانی، حضرت سعد بن ابراہیم، حضرت ذر ہمدانی حضرت معاویہ بن عمار دہنی اور متعدد حضرات نے روایت کیا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)۔[سیر اعلام النبلاء، ج:۳،ص:۴۸۸]

۲۶

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

❁ (ابو عبد اللہ) حضرت محمد بن منکدر (بن عبد اللہ بن ہدایہ بن عبد العزی بن عامر) تیمی (قرشی مدنی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علم وزہد میں جامع اور مشہور تابعی ہیں۔ یہ ام المومنین حضرت (سیدتنا) عائشہ (صدیقہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ماموں (حضرت) منکدر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے صاحب زادے ہیں۔

(آپ کے فضل وکمال کے بارے حضرت امام ذہبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ان کی ثقاہت اور علمی وعملی برتری پر سب کا اتفاق ہے اور علما ان کے نام کے ساتھ ''شیخ الاسلام'' اور ''امام'' جیسے گراں قدر القاب لکھتے ہیں)۔[تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج:۹،ص:۴۷۳]

ایک دفعہ (حضرت) منکدر ام المومنین (حضرت سیدتنا عائشہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور (اپنی) تنگ دستی کی شکایت کی۔ حضرت ام المومنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا:

پہلی فتوحات جو آئے گی وہ تمھاری ہے۔

اتفاق سے پہلی بار دس ہزار درہم آئے۔ (انھوں نے) یہ سب (حضرت) منکدر کو دے دیا۔ انھوں نے ایک لونڈی خریدی، جس سے محمد پیدا ہوئے۔ ان کا وصال ۱۲۱ھ میں ہوا۔[نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج:۲،ص:۲۹]

۲۷

حضرتِ طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت (عبد الرحمٰن) طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ذکوان ہے۔ باپ کا نام کیسان ہے۔ طاؤس لقب ہے؛ اس لیے کہ یہ قرآن مجید بہت عمدہ پڑھتے تھے۔ اصل خطاب ''طاؤس القراء'' ہے۔ ابنائے فارس سے (یعنی نسلاً عجمی) ہیں۔ ائمۂ تابعین اور اولیاے کاملین میں سے ہیں۔

حضرت مالک بن دینار (علیہ الرحمہ) نے فرمایا:

میں نے طاؤس (بن کیسان) جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔

۞ (یہ) علم اور عمل دونوں میں اپنے وقت کے سردار تھے۔ (ان کی جلالت، فضیلت، علم، تقویٰ اور حفظ پر تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے)۔ [تہذیب الاسماء، ج:۱، ص:۲۵۱]

۞ مکۂ (مکرمہ) میں وصال فرمایا۔ سن وصال ۱۰۵ھ ہے۔ سات ذوالحجہ کو اس وقت وصال ہوا، جبکہ یہ مکۂ معظّمہ حج کے لیے گئے (تھے)۔ (حج کی وجہ سے اِن کے جنازے میں اتنی بھیڑ (ہوگئی) تھی کہ جنازہ اٹھانا مشکل ہو گیا، یہاں تک کہ پولیس بلانی پڑی۔ (پھر بھی ازدحام کا عالَم یہ تھا کہ جنازہ اٹھانے والوں کے کپڑے پھٹ گئے) ہشام بن عبدالملک مشہور مروانی شہنشاہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

۞ ہشام بن عبدالملک ایک بار حج کے لیے گیا، تو لوگوں سے کہا کہ کسی صحابی کو بلاؤ! لوگوں نے بتایا کہ اب صحابی کوئی نہیں (رہا)۔ تو اس نے کہا کہ کسی تابعی کو بلاؤ! لوگ (حضرت) امام طاؤس (علیہ الرحمہ) کو بلالائے۔

۞ یہ جب ہشام کی مجلس میں پہنچے تو ہشام کے فرش کے کنارے جوتے اتارے اور امیر المومنین کہہ کے (اسے) سلام نہیں کیا اور نہ (ہی اُسے) اس کی کنیت سے پکارا۔ (یہاں تک کہ) ہشام کی بغیر اجازت اس کے پہلو میں بیٹھ گئے (اور) اس سے مخاطِب ہو کے پوچھا: اے ہشام! تو کیسا ہے؟

۞ اس پر ہشام کو سخت غصہ آیا، یہاں تک کہ انھیں قتل کرانے کا ارادہ کرلیا۔ اس پر کسی نے کہا:

۞ اے امیر المومنین! اللہ (عزوجل) اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کے حرم میں یہ ممکن نہیں (ہے)۔

۞ اب ہشام (بن عبد الملک) نے حضرت طاؤس (علیہ الرحمہ) سے پوچھا:

آخر تم نے ایسا کیوں کیا؟

(اس کے اس سوال پر) امام طاؤس (علیہ الرحمہ) نے پوچھا:

میں نے کیا کیا؟

(وہ) اس پر اور تلملا گیا اور بولا:

۞ تم نے میرے فرش کے حاشیے پر (اپنا) جوتا اتارا، (مجھے) امیر المومنین کہہ کے سلام نہیں کیا، کنیت کے ساتھ مجھے خطاب نہیں کیا، میری اجازت حاصل کیے بغیر میرے برابر بیٹھ گیا اور پھر یوں کہا: اے ہشام! تو کیسا ہے؟

حضرت طاؤس (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے جواب دیا:

۞ جوتے کی بات یہ ہے کہ میں روزانہ پانچ بار ربُّ العزت (اللہ) تبارک وتعالیٰ کے حضور (بارگاہ میں) جوتا اُتارتا ہوں۔ وہ نہ غضب فرماتا (ہے) نہ عتاب۔ اور امیر المومنین کے ساتھ سلام اس لیے نہیں کیا کہ ہر مسلمان تجھے امیر المومنین نہیں مانتا۔ تو کیا میں جھوٹ بولتا؟ اور کنیت کی بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں انبیاے کرام علیہم السلام کا نام لے کر ان تذکرہ کیا ہے؛ مگر اپنے دشمن ابولہب کا کنیت کے ساتھ (ذکر کیا ہے) اور برابر بیٹھنے کی بات یہ ہے کہ میں نے امیر المومنین حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے کہ اگر کسی جہنمی کو دیکھنا چاہو! تو اسے دیکھو! جو بیٹھا ہوا اور لوگ اس کے اِرد گرد (اس کی مرضی کے مطابق اس کی تعظیم کے لیے) کھڑے ہوں۔

یہ جوابات سن کر ہشام نے کہا کہ مجھے نصیحت کیجیے!

حضرت طاؤس (علیہ الرحمہ) نے فرمایا:

میں نے امیر المومنین حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ جہنم میں مٹکوں کے برابر سانپ اور کھجروں کے برابر بچھو ہیں۔ جو ہر اس حاکم کو ڈسیں گے جو رِعایا کے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔ یہ فرما کر اٹھے اور چلے گئے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج ۲ ص: ۲۸]

۲۸

حضرت عَمرَہ بنت عبد الرحمن بن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت عمرہ بنت عبد الرحمن بن سعد (بن زرارہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینۂ طیبہ کی باشندہ (رہنے والی) انصاریہ (تابعیہ) خاتون تھیں۔ یہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی احادیث کی سب سے زیادہ روایت کرنے والی ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجمعہ، ج: ۳، ص: ۳۴۳]

(ان کی پیدائش مدینۂ منورہ میں ۲۹ھ میں ہوئی، ان کے دادا حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی اور مشہور صحابی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ہیں۔ حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ سالمہ بنت حکیم بن ہاشم ہیں۔ ان کی اور ان کی بہنوں کی تربیت ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیرِ نگرانی ہوئی۔ اسی لیے انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سماعت کا شرف ملا اور علمِ فقہ حاصل کرنے کا موقع بھی۔ آپ کی سنِ وفات کے بارے میں علما کے مابین اختلاف ہے۔ بعض کے مطابق آپ کی وفات ۹۸ھ میں ہوئی، اس لحاظ سے عمرِ مبارک ۶۹ سال ہوئی، جب کہ بعض کے نزدیک ۱۰۶ھ سنِ وفات ہے۔ اس لحاظ سے وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً ۷۷ ر سال تھی)۔

۲۹

حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سلاطینِ عباسیہ (عباسی خلفا) کے جدِّ اعلیٰ ہیں۔ جس دن حضرت (مولا) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اسی دن یہ پیدا ہوئے۔ اسی لیے ان کا نام ''علی'' اور کنیت ''ابوالحسن'' رکھی گئی۔

یہ، ثقہ متدین عابد (روایتِ حدیث میں قابلِ اعتماد، دین دار اور عبادت گزار) تابعی تھے۔ روزانہ ہزار سجدہ کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب بھی سجاد ہے۔ شام و بلقا کے علاقے ''حمیمہ'' میں انتقال ہوا۔ سنِ وصال ۱۱۴ یا ۱۱۸ھ ہے۔ سلطنتِ عباسیہ کا بانی سفاح ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی انھی کا پوتا تھا۔ [نزہۃ القاری، ابواب الکسوف، ج: ۳، ص: ۴۴۰]

۳۰

حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

❁ حضرت (ابوسعید) یحییٰ بن سعید (بن قیس بن عمرو بن سہل بن ثعلبہ مدنی) انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جلیل القدر) تابعین میں سے ہیں۔ یہ (ابتدا میں) مدینے کے قاضی تھے (پھر خلافتِ عباسیہ کے قیام کے بعد، ابوجعفر منصور عباسی نے انھیں بلا کر ''قاضی القضاۃ'' کے جلیل القدر منصب پر فائز کیا)۔

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی اور ان سے کبارِ تابعین نے (حدیثیں سنیں)، جن میں سب سے اَقدم ابوجعفر منصور عراقی ہیں۔ (ایک قول یہ ہے کہ) ان کو ''ہاشمیہ'' کی قضا سپرد ہوئی (تھی)۔ ایک قول یہ ہے کہ بغداد کے بھی قاضی تھے۔ ۱۴۲ھ (یا ۱۴۳ھ) میں (ہاشمیہ میں) وصال فرمایا۔ [نزہۃ القاری، کتاب التہجد، ج:۳،ص:۵۰۱]

❁ (حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمی اعتبار سے اپنے دَور کی ممتاز ترین شخصیات میں سے ہیں۔ ان کی علمی جاہ وجلال سے کسی ایک امام کو بھی اختلاف نہیں۔ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اِن کی توثیق، جلالت اور امامت پر سب کا اجماع ہے)۔ [تہذیب التہذیب، ج:۱ص:۱۵۴]

۳۱

حضرت ابن ابوانس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

❁ ابوانس سے مراد (حضرت) مالک بن ابوعامر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ یہ

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ (صاحبِ مذہب مالکی) کے چچا تھے۔ ابن ابوانس سے مراد ان کے صاحب زادے (حضرت نافع) ابوسہیل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہیں۔ (ابوسہیل نافع علیہ الرحمہ کے دادا) ابوعامر (جب) مکہ معظّمہ آئے تو حضرت عمر بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی (حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حلیف بن گئے۔ اس لیے مولیٰ التیمیین کہلانے لگے۔

حضرت امام مالک (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہا کرتے تھے:

- ہم آلِ تیم کے موالی (آزاد کردہ غلام) نہیں (ہیں)؛ (بلکہ) ہم قبیلۂ اصبح کے عرب ہیں؛ مگر ہمارے دادا آل تیم کے حلیف بن گئے تھے، اس لیے ہم کو لوگ مولیٰ آلِ تیم کہنے لگے۔

- (حضرت) ابوسہیل نافع (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) عمر میں حضرت امام زہری (علیہ الرحمہ) سے کم ہیں، اسی وجہ سے امام زہری (علیہ الرحمہ) کے تلامذہ (شاگردوں) نے بھی ان کا زمانہ پایا۔ امام زہری (علیہ الرحمہ) سے پہلے وفات بھی پا گئے ہیں۔ ۱۰۰ یا ۱۱۲ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اور امام زہری (علیہ الرحمہ) کا وصال ۱۲۴ھ میں ہوا ہے۔

[نزہۃ القاری، کتاب الصوم، ج:۵، ص:۱۶]

۳۲

حضرت صلہ بن زفر عبسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

(حضرت) صلہ بن زفر عبسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی کنیت ابوبکر یا ابوالعلا ہے۔ (آپ) حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے عہد (زمانے) میں واصل بحق ہوئے۔ یہ

کبارِ تابعین میں سے ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الصوم، ج: ۵، ص: ۲۵]

۳۳

عبداللہ بن ذکوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

❁ حضرت (ابوالزناد) عبداللہ بن ذکوان قرشی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ابوعبدالرحمن مدنی ہیں۔(ابوعبدالرحمٰن کنیت، عبداللہ نام، والد کا نام ذکوان اور لقب ابوالزناد ہے۔ یہ اپنے لقب ''ابوالزناد'' ہی سے مشہور ہیں) ان کا وصال (ماہِ رمضان) ۱۳۰ھ میں ۶۶ رسال کی عمر میں ہوا۔

❁ (ان کے فضل و کمال کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت) امام ابن معین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا:

یہ ثقہ اور (قابلِ) حجت ہیں۔

❁ (ان کے حفظِ احادیث اور وفورِ علم کا اظہار کرتے ہوئے حضرت امام) سفیان (ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہا کرتے (تھے) کہ (ابوالزناد) امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الصوم، ج: ۵، ص: ۸۵]

۳۴

حضرت اسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

❁ حضرت اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تابعی مدنی) حضرت فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ

۞ حضرت اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تابعی مدنی) حضرت فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے غلام تھے۔ یہ اصل میں یمن کے باشندے تھے۔ ۱۱ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنی خلافت کے پہلے سال، امیرِ الحج بنا کر بھیجا تھا۔ تو مکۂ معظّمہ میں انھوں نے (حضرت) اسلم کو خریدا تھا۔ ۱۱۴؍سال کی عمر پا کر (۸۰ھ میں، اموی حاکم عبد الملک بن مروان کے زمانے میں، مدینۂ منورہ میں) واصل بحق ہوئے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الحرث والمزارعہ، ج:۵، ص:۳۳۹]

۳۵

حضرت سعید مقبری بن کیسان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

۞ (حضرت) سعید مقبری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد کا نام کیسان تھا اور کنیت ابوسعید (تھی)۔ یہ (کیسان) مدینۂ طیبہ میں بنی لیث بن ابوبکر کی ایک عورت کے غلام تھے، جس نے انھیں بعد میں مکاتَب بنا دیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انھیں قبریں کھودنے کے کام پر لگا دیا تھا، اس لیے لوگ انھیں ''مقبری'' کہنے لگے۔

۞ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقبری ان کے والد (کیسان) کا لقب ہے اور امام بخاری (علیہ الرحمہ) نے اپنے استاد (حضرت) اسماعیل بن اویس (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے جو نقل کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لقب ان کے لڑکے ''سعید'' کا ہے، ان کے باپ کا نہیں۔ (لیکن) دونوں میں منافات (ٹکراؤ) نہیں (ہے)۔ ہو سکتا ہے (کہ مقبری) دونوں کا لقب ہو۔ (یہ بھی) ہوسکتا ہے کہ اصل لقب باپ کا ہو، کیوں کہ وہ قبریں کھودا کرتے تھے اور پھر بیٹے کا بھی یہی لقب پڑ گیا ہو۔ [نزہۃ القاری، کتاب المظالم ج:۵، ص:۳۹۵]

۳۶

حضرت سعید بن مرجانہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

(حضرت) سعید بن مرجانہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت) سعید بن عبد اللہ بن عامر کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ حضرت امام زین العابدین (علی بن حسین بن علی بن ابو طالب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادمِ خاص تھے۔ (ان سے والہانہ محبت کرتے تھے، حتّٰی کہ) سب سے تعلقات منقطع (ختم) کرکے ان (ہی) کے ہو کر رہ گئے تھے۔ اس لیے صاحبِ علی بن حسین (یعنی حضرتِ امام زین العابدین کی صحبت میں رہنے والے) کے (نام کے) ساتھ مشہور ہوئے۔ [نزہۃ القاری، کتاب العتق ج:۵، ص:۴۴۹]

۳۷

حضرت ابنِ شبرمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت ابنِ شبرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ''عبداللہ'' ہے۔ یہ شبرمہ بن طفیل بن حسان ضبی کے بیٹے ہیں۔ یہ تابعی کوفہ اور منصورہ کے قاضی اور فقیہ تھے۔ (آپ) پاک دامن، عاقل، شاعر، خوش خلق اور حدیث میں ثقہ ہیں۔ (حضرت) امام بخاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،) صحیح (بخاری) میں ان کی بہت سی حدیثیں بطور شاہد لائے ہیں اور ''الادب المفرد'' میں بھی ان سے روایت کی ہے۔

(حضرت) امام مسلم، (حضرت) امام ابو داؤد اور (حضرت) امام ابن ماجہ (رضی

اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) نے (بھی) ان سے روایت کی ہے ۔ (انھوں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک حدیث روایت کی ہے ۔ ۱۴۴ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے ۔ [نزہۃ القاری، کتاب الشہادت ج:۶،ص :۶۰]

۳۸

حضرت ابن اَشْوَع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت ابن اشوع کا نام سعید بن عمرو بن اشوع ہمدانی ہے،۔ یہ (اموی حاکم) خالد (بن عبد اللہ) قسری (بَجَلی) کی امارت (حکومت) کے زمانے میں کوفہ کے قاضی تھے ۔ انھیں (امام ابو حاتم محمد) ابن حبان (بن احمد بن حبان علیہ الرحمہ) نے ثقات (قابلِ اعتماد راویوں) میں شمار کیا ہے ۔

اور (امام ابو زکریا) یحییٰ بن معین (علیہ الرحمہ) نے کہا:

یہ مشہور ہیں ۔ لوگ (محدثین وفقہاء) انھیں جانتے ہیں ۔ [نزہۃ القاری، کتاب الشہادت ج:۶ص :۶۴]

۳۹

حضرت ابو بردہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت ابو بردہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں، آپ مشہور صحابیِ رسول) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادے ہیں ۔ ان کا نام عامر یا حارث تھا ۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابو بردہ ہی ان کا نام ہے ۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجہاد ج :۶،ص :۲۵۱]

(آپ بالاتفاق حدیث وفقہ کے امام ہیں، سبھی علماومحدثین آپ کی جلالتِ علمی کے معترف ہیں۔آپ نے فنِّ حدیث میں اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری، باب مدینۃ العلم حضرت مولاعلی، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عبداللہ ابن سلام، حضرت عبداللہ ابن عمر ،حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص اور حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسی شخصیات سے استفادہ کیا)۔[تہذیب التہذیب، ج:۱۲،ص:۱۸]

(۱۰۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی)۔[طبقات ابن سعد، ج:۵،ص:۱۸۷]

۴۰

حضرت ابوالعباس شاعر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

(حضرت) ابوالعباس شاعر کا نام سائب بن فروخ تھا۔ یہ مکی تھے (حضرت سیدنا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانۂ امارت میں مکۂ مکرمہ میں رہتے تھے) اور نابینا تھے۔(یہ بنی جذیمہ بن عدی بن دَیل بن بکر کے مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام تھے، ان سے بہت کم احادیث مروی ہیں، انھوں نے حضرت عبداللہ ابن عمرو، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے اور ان سے حضرت عطا، حضرت عمرو بن دینار اور حضرت حبیب بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے روایت کیا ہے)۔

[تاریخ الادب العربی، ج:۱،ص:۵۳۵]

ان کے ساتھ امام بخاری (علیہ الرحمہ) نے جو یہ فرمایا کہ اپنی حدیث میں متہم نہیں، یہ اس بنا پر فرمایا کہ شاعر عموماً لا اُبالی (بے پرواہ اور) غیر ثقہ (غیر معتبر) ہوتے ہیں۔ان کے شاعر ہونے سے کسی کو شبہ ہوسکتا تھا کہ ان کی روایت مقبول نہیں۔اس کے

اِزالے کے لیے فرمایا: (لَا یُتَّھَمُ فِیْ حَدِیْثِہٖ۔ یہ اپنی حدیثوں میں متہم نہیں ہیں، ان کی حدیثیں مقبول ہیں) [نزہۃ القاری، کتاب الجہاد ج :۶،ص :۲۵۲]

۴۱

حضرت مالک بن اوس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

❁ حضرت مالک بن اوس حدثان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد (حضرت) اوس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بالاتفاق) صحابی ہیں (؛مگر) اِن (کے صاحب زادے حضرت مالک) کو بھی کچھ لوگوں نے صحابہ میں ذکر کیا ہے؛ (لیکن یہ صحیح نہیں؛ کیوں کہ امام) ابن ابو حاتم وغیرہ نے کہا:

❁ ان کے لیے صحبتِ (مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم ثابت نہیں (ہے)، اگرچہ عہدِ نبوت ان کو ملا ہے۔ (لہٰذا درست یہ ہے کہ یہ جلیل القدر تابعی ہیں)

❁ شاید یہ مدینۂ طیبہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم کے (وصالِ اقدس کے) بعد حاضر ہوئے، جیسے قیس بن ابو حازم۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجہاد ج :۶،ص :۳۱۳]

۴۲

حضرت عیینہ بن حصین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

❁ حضرت عیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر فزاری کا نام ''حذیفہ'' تھا۔ ایک بار ان کے سر میں زخم لگا، جس کی وجہ سے آنکھ متاثر ہو گئی اور ڈھیلے اُبھر آئے۔ اس لیے عیینہ نام پڑ گیا۔ یہ بھی ''مولفۃ القلوب'' میں سے تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو کر طُلَیحہ بن خُوَیلد کے ساتھ ہو گئے تھے۔ پھر اسلام قبول

کرلیا۔ان میں دیہاتیوں کی طرح کچھ الھڑپن (نادانی ربھولا پن) تھا (کبھی کبھی) بے تکی (بے مقصد) باتیں کردیا کرتے تھے۔

۞ اصابہ میں مذکور ہے کہ ان کے باپ حصین بن حذیفہ کو کرز بن عامر عقیلی نے نیزہ مار دیا تھا، زخم ناقابلِ برداشت ہو گیا تو اس نے اپنے دسوں بیٹوں کو جمع کر کے کہا :

۞ میں جس حال میں ہوں اس سے موت بہتر ہے۔تم میں سے کون میری بات مانے گا؟ دسوں نے کہا:

ہم سب آپ کی اطاعت کریں گے۔

اس نے سب سے بڑے لڑکے سے کہا :

۞ میری تلوار لے کر میرے سینے پر رکھ کر اس طرح بھونک دے کہ پیٹھ سے باہر نکل جائے۔اس نے کہا :

ابا! کیا کوئی بیٹا اپنے باپ کو قتل کرسکتا ہے؟

اس نے ہر ایک سے یہی کہا، سب نے انکار کردیا؛ مگر عیینہ نے کہا :

۞ اے ابا! آپ جو حکم دے رہے ہیں اس کی تعمیل میں نہ مجھے راحت ہے نہ اس کی خواہش ہے؛ مگر آپ جو حکم دیں گے اس کو بجالاوں گا۔ بتائیے کیا کروں؟

حصین نے کہا:

۞ تلوار پھینک دے !میں امتحان لے رہا تھا کہ تم میں کون میرا سب سے زیادہ اطاعت شعار ہے؟ جو میری زندگی میں میرا سب سے زیادہ فرماں بردار ہوگا وہ مرنے کے بعد بھی ہوگا۔جا! تو میری اولاد اور (میرے) قبیلے کا سردار ہے اور بنی بدر کو جمع کر کے سب

کو بتا دیا۔

❁ حصین کے مرنے کے بعد عیینہ پورے قبیلے کے سردار ہوئے اور باپ کے قصاص میں کرز کو قتل کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت تک باحیات رہے۔ [نزہۃ القاری، کتاب الجہاد ج:۶،ص:۳۶۵]

۴۳

حضرت عوف بن طفیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

❁ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدۂ ماجدہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے عبد اللہ بن حارث بن سنجرہ کی زوجیت میں تھیں۔ اس سے طفیل پیدا ہوئے تھے۔ عبد اللہ کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت ام رومان (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نکاح کر لیا تھا اس طرح یہ (طفیل) حضرت عائشہ (صدیقہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اخیافی (ماں شریک) بھائی ہوئے۔

❁ اس حدیثِ (پاک) کے راوی (حضرت) عوف، انھی طفیل (بن عبد اللہ) کے بیٹے یا پوتے ہیں۔

❁ (امام ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن جعفر) علی بن مدینی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے کہا:

❁ میرے نزدیک صواب یہ ہے: عوف بن حارث بن طفیل۔ (یعنی صحیح یہ ہے کہ حضرت عوف، حضرت طفیل کے پوتے ہیں)

❁ (امام مجد الدین ابو السعادات مبارک بن محمد ابن اثیر جزری علیہ الرحمہ کی) جامع

الاصول (فی احادیث الرسول) میں ہے کہ یہ عوف بن مالک بن طفیل ہیں۔[نزہۃ القاری، کتاب المناقب، جلد:۷،ص:۱۶]۔

(اس عبارت سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں)

۴۴

حضرتِ امامِ مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: (من تابعی التابعین)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد کا نام انس ہے۔نسب نامہ یہ ہے: مالک بن انس بن مالک بن ابو عامر اصبحی حمیری مدنی۔ ۹۵ھ میں (مدینۂ منورہ میں) پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں چوراسی سال کی عمر پا کر مدینۂ طیبہ ہی میں ۱۴ ربیع الاول کو چاشت کے وقت واصل بحق بھی ہوئے۔ جنت البقیع میں (حضرت) سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے جوارِ اقدس میں دفن ہوئے۔

(صاحبِ مشکاۃ کی) اِکمال (الاکمال فی اسماء الرجال) میں سن وصال ۱۹۹ھ، کاتب کی غلطی سے چھپ گیا ہے۔ (علامہ شمس الدین) ابن خلکان (بن یحییٰ علیہ الرحمہ) نے لکھا ہے کہ (یہ) تین سال ماں کے پیٹ میں رہے۔ علمِ حدیث (حضرت) ہشام بن عروہ، (حضرت) محمد بن منکدر، حضرت نافع مولیٰ حضرت (عبد اللہ) ابن عمر، (حضرت) امام زہری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور متعدد تابعین ومحدثین سے حاصل کیا۔

قراءت حضرت نافع (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے اخذ (حاصل) کی۔ اِن سے

وقت کے ائمۂ حدیث وفقہ کو شرفِ تلمذ (حاصل) ہے، مثلاً امام شافعی، امام اوزاعی، امام عبد اللہ بن مبارک، (امام) سفیان بن عیینہ، (امام) سفیان ثوری، (امام) ابن مہدی، (امام) ابن جریج، (امام) لیث بن سعد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) حتی کہ ان کے بہت سے اساتذہ نے بھی ان سے حدیث سنی، مثلاً خود امام زہری، حضرت یحیی بن سعید انصاری اور (حضرت) یحییٰ بن سعید قطان وغیرہم۔

❁ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ امامِ دارالہجرت (مدینۂ منورہ) اور ان چار ائمۂ مذاہب میں سے ہیں جن کا (فقہی) مذہب آج تک باقی ہے (اور) جن کے کروڑوں مقلد (فقہی مسائل میں تقلید کرنے والے) ہیں۔ حدیث اور فقہ دونوں میں بحرِ ذخار (موجیں مارتے سمندر کی طرح) تھے۔ امام شافعی (علیہ الرحمہ) نے فرمایا:

❁ جب حدیث آئے تو (امام) مالک ثریا (کی طرح روشن) ہیں۔ جو بھی علمِ حدیث حاصل کرنا چاہے وہ امام مالک کی عیال (محتاج) ہے۔

ایسے مسلَّم الثبوت ثقہ کہ امام بخاری (علیہ الرحمہ) نے فرمایا:

اَصَحُّ الْاَسَانِیْدِ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ہے۔

❁ (یعنی سب سے صحیح تر سند یہ ہے کہ حضرت امام مالک حضرت نافع سے اور وہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کریں)

❁ (آپ علیہ الرحمہ کو) فقہ میں وہ بلند رتبہ حاصل تھا کہ (تحدیثِ نعمت کے طور پر) خود فرمایا:

❁ میرے اساتذہ (کرام) میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے آ کر مجھ سے فتوی نہ

پوچھا ہو۔

۞ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث یاد کر لینا اور بات ہے اور اس سے استخراجِ مسائل (شرعی مسائل نکالنا) کارِ دیگر ہے۔ مدینۂ طیبہ میں اعلان ہو گیا تھا کہ سوائے (امام) مالک اور (حضرت) ابن ابوذیب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) کے کوئی فتوی نہ دے۔

۞ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی محبت (دل میں) ایسی رچی بسی تھی اور مدینۂ (منورہ) ایسا بھایا تھا کہ پوری زندگی مدینے میں گزار دی، کہیں نہ گئے کہ مدینے میں ہی وفات پاؤں اور یہیں دفن ہوں۔ صرف ایک بار حجِّ فرض کے لیے گئے۔ پھر مدۃ العمر (عمر بھر) حجِّ (نفل) کبھی نہیں کیا۔ کیا پتہ کب وقتِ موعود (موت کا وقت) آجائے۔

۞ (ایک بار) ہارون رشید (عباسی) بادشاہ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میرے ساتھ بغداد چلیں، مَیں سب کو آپ کی ''مؤطا'' (حدیث کی معروف کتاب، جسے حضرت امام علیہ الرحمہ نے تالیف کیا ہے) پر عمل کرنے پر مجبور کر دوں۔

(ارشاد) فرمایا:

۞ لوگوں کو بالجبر (زبردستی) میری مؤطا پر عمل کرانے کا تجھے کوئی حق نہیں (ہے)، اس لیے کہ صحابۂ کرام مختلف دیار و امصار (شہروں اور علاقوں) میں پھیل گئے۔ سب کے پاس علمِ (حدیث) ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا۔ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

رہ گئی ساتھ جانے کی بات، تو (اس بارے میں آپ نے) فرمایا:

میں مدینہ ٔ (پاک) نہیں چھوڑ سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا ہے:

اَلْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ لَّھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔ اَلْمَدِیْنَۃُ تَنْفِیْ خَبَثَھَا۔

ترجمہ: مدینہ لوگوں کے لیے بہتر ہے اگر لوگ جانتے، مدینہ اپنا میل باہر پھینک دیتا ہے۔

ریوڑ کی ریوڑ سواریاں موجود ہوتیں؛ مگر (آپ) کبھی مدینہ ٔ طیبہ میں سواری پر نہیں بیٹھے۔ (اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا:

مجھے یہ گوارا نہیں کہ جس شہر میں اللہ (عزوجل) کے رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) مدفون ہوں میں اسے اپنی سواری سے پامال کروں۔

(ادب واحترام کا عالَم یہ تھا کہ) جب احادیثِ رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) سنانی ہوتی تو تازہ وضو فرماتے، عمدہ سے عمدہ لباس پہنتے، خوشبو لگاتے، داڑھی میں کنگھا کرتے، وقار وہیبت کے ساتھ شہ نشیں میں مسند لگا کر بیٹھتے۔

پوچھنے پر فرماتے:

میں چاہتا ہوں کہ احادیث کی عظمت ظاہر کروں۔

ایک دفعہ حدیث بیان فرما رہے تھے کہ بچھو نے سترہ (۱۷) مرتبہ ڈنک مارا۔ شدتِ تکلیف سے چہرہ زرد (پیلا) پڑ گیا؛ مگر حدیث بیان کرنا ترک نہیں فرمایا۔ لوگوں کے چلے جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارک (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے دریافت کیا: تو (اصل) قصہ بیان کرتے ہوئے (ارشاد) فرمایا:

حدیث کی جلالتِ شان کی وجہ سے میں نے بند نہیں کیا۔

ایک مرتبہ ہارون رشید نے عرض کی:

میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے یہاں آجائیں؛ تا کہ میرے بچے آپ ہی سے حدیث سنیں۔

حضرت امام مالک (علیہ الرحمہ) نے فرمایا:

- تم کو اللہ (عزوجل) عزت سے رکھے۔ یہ علم تمھارے گھر سے نکلا ہے۔ اگر تم اس کی عزت کروگے، اس کی عزت باقی رہے گی اور اگر تم اسے ذلیل کروگے (تو یہ علم) ذلیل ہوجائے گا۔ علم کے پاس آیا جاتا ہے، علم کسی کے پاس نہیں جاتا۔

ہارون (رشید) نے کہا:

آپ نے سچ فرمایا۔

- اپنے بچوں "امین اور مامون" کو حکم دیا کہ مسجدِ (نبوی) میں جا کر سب کے ساتھ تم لوگ بھی حدیث سنو۔

- حضرت امام مالک (علیہ الرحمہ) کا کوئی (ذاتی) گھر نہیں تھا۔ اس لیے ہارون (رشید) نے مکان خریدنے کے لیے تین ہزار دینار نذر پیش کی۔ چوں کہ (حضرت امام حسن بن علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پڑپوتے، حضرت) محمد بن عبداللہ بن حسن نفسِ زکیہ کی امام مالک (علیہ الرحمہ) نے حمایت کی تھی، ابتداء میں جب حضرت نفسِ زکیہ نے اپنی خلافت کی بیعت لینی چاہی تو اہلِ مدینہ (مدینے والوں) نے عذر کیا کہ ہماری گردنوں میں ایک بیعت ہے، یعنی منصور کی، ہم آپ کی بیعت کیسے کریں؟

اس پر امام مالک (علیہ الرحمہ) نے یہ فتوی دیا:

تم لوگوں سے جبراً بیعت لی گئی ہے، اس لیے وہ درست نہیں۔

اس فتوی کے بعد لوگوں نے (حضرت) نفسِ زکیہ کی بیعت کی۔

اس پر (خلیفہ) منصور، امام مالک سے جلا ہوا تھا۔ اس کی ایماء (اشارے) پر امام مالک (علیہ الرحمہ) سے استفتا ہوا (سوال پوچھا گیا) کہ مکرَہ (جسے طلاق دینے پر مجبور کیا جائے، اس) کی طلاق واقع ہے یا نہیں؟ امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ مکرہ کی طلاق واقع نہیں، اس کے مطابق انھوں نے فتوی دیا۔

اس کے فتوی کی زَد (مار) ان ظالموں کی بیعت پر بھی پڑتی تھی۔ اس پر غضبناک ہو کر ابو جعفر (منصور) نے امام مالک کو بلوایا اور انھیں برہنہ کر کے (قمیص اتار کر) ستر کوڑے لگوائے اور ہاتھ کھینچ کر مونڈھے اتار دیئے اور بھی (کئی) مظالم (ظلم) کئے؛ مگر امام مالک (علیہ الرحمہ) اپنے موقف سے ذرہ برابر نہیں ہٹے۔ اس امتحان کے بعد حضرت امام مالک کی قدر و منزلت اوجِ ثریا پر پہنچ گئی۔

ایک حدیث (میں آیا) ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

بہت جلد ایسا ہوگا کہ لوگ اونٹوں کے جگر (پر پیر) مارتے ہوئے، علمِ (دین) حاصل (کرنے کے لیے تیزی کے ساتھ سفر) کریں گے، مگر عالمِ مدینہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں پائیں گے۔ [مشکاۃ المصابیح، ص: ۳۵]

(امام) سفیان بن عیینہ اور (امام) عبد الرزاق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) نے کہا کہ

اس سے مراد حضرت امام مالک (علیہ الرحمہ) ہیں۔اور (امام) ابن عیینہ (علیہ الرحمہ) ہی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ راشد ہیں۔

(حضرت) ابوعبداللہ نے کہا:

۞ میں نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم مسجدِ اقدس میں تشریف فرما ہیں، لوگ اِرد گرد جمع ہیں اور امام مالک (علیہ الرحمہ) کھڑے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے سامنے مشک ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم مٹھی میں اٹھا اٹھا کر امام مالک کو دیتے ہیں اور امام مالک اسے لوگوں میں تقسیم فرماتے ہیں۔

حضرت) مطرف نے کہا:

اس کی تعبیر علم اور اتباعِ سنت ہے۔

۞ حضرت امام مالک (علیہ الرحمہ) کا قول ہے کہ جب انسان میں اپنی ذات کے اندر بھلائی نہ ہو تو اس سے لوگوں کو کوئی بھلائی نہیں مل سکتی۔

اور (ارشاد) فرمایا:

۞ کثرتِ روایت علم نہیں۔علم اللہ عزوجل کا نور ہے جسے (وہ اپنے محبوبوں کے) دل میں رکھتا ہے۔

۞ صحاحِ ستہ کی تصنیف سے پہلے (حضرت) امام مالک (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی مؤطا، اصحّ کتب بعد کتاب اللہ (قرآنِ مقدس کے بعد دنیا کی تمام کتابوں میں سب سے صحیح

تر) مانی جاتی تھی۔ اب بھی بعض حضرات صحاحِ ستہ کی بعض کتابوں پر اسے ترجیح دیتے ہیں۔ (حضرت) امام مالک (علیہ الرحمہ) کے تلامذہ کی تعداد کا شمار نہیں (ہوسکتا)۔ محرِّرِ مذہبِ حنفی (حضرت) امام محمد اور (حضرت) امام شافعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما جیسی عظیم الشان ہستیاں) تک ان کے تلامذہ میں (شامل) ہیں۔ [نزہۃ القاری، کتاب الوضو، ج:۲، ص:۵۳]

طلبۂ کرام درس نظامی

جماعت فضیلت	محمد احمد رضا بن محمد منظور رضا شیخ
زاہد الرحمٰن بن ہارون رشید	محمد سنجر رضا بن اسلم عالم
غلام عسقلانی بن محمد عالم خان	عبد المطلب بن جمیل احمد
راشق حسین بن رضوان احمد	محمد حسن رضا بن تعلیم حسین
محمد عالم گیر بن کلام شیخ	محمد شمشیر بن نقیب عالم
سمیر بن نسیم شیخ	محمد رمضان عالم بن زین اللہ خان
محمد دلشاد عالم بن محمد فاروق	محمد مبارک بن امیر الدین
جماعت سابعہ	محمد دانش بن محمد ہارون
محمد خلیل اللہ بن محمد مصطفیٰ	محمد افضل خان بن نظام احمد خان
شفیق الاسلام بن امین علی	محمد آفتاب بن عبد الستار
محمد یاسر بن آصف	**جماعت خامسہ**
محمد عرف عطا الرضا	محمد قربان علی بن عبد السلام
جماعت سادسہ	محمد نور نواز بن اسحاق قادری
خالد بن عبد الطیف	محمد شمس تبریز بن شاہ محمد
محمد ارمان رضا بن محمد اسلم شیخ	جمال حسین بن عبد الباری
محمد اسرار الحق بن مفیق عالم	عظیم بن فضل الرحمٰن شیخ
عبد المصطفیٰ بن وجہ القمر خان	محمد امان بن پرویز پٹھان
محمد علاو الدین بن صلاح الدین سلمانی	محمد راشد بن احمد علی شیخ

محمد کمال بن محمد اسرائیل	محمود احمد خان بن نور محمد خان
غلام مصطفیٰ بن مجیب الحق انصاری	اشرف علی بن علی احمد
محمد شہباز بن محمد امتیاز	محمد امتیاز احمد بن اسرار خان
محمد منتظر عالم بن قسیم الحق	محمد حامد رضا بن علاوالدین
سہراب عالم بن فیض الرحمٰن	محمد ریحان رضا بن اظہار احمد
جماعت رابعہ	مکارم رضا مکرم بن محمد رضا مزمل
محمد عبد الستار بن شربت علی	عظمت علی بن غلام سرور
محمد صداقت حسین بن اشرف الحق	محمد جواد بن محمد حسین
محمد ارشاد بن محمد ممتاز انصاری	محمد پرویز عالم بن جمیل اختر
محمد اظہار بن عبد اللطیف نداف	محی الدین بن علی حسین
محمد رضا بن محب الحسن	محمد فجر علی بن محمد اظہر علی
اویس رضا بن نوشاد عالم	احمد رضا بن محب الحسن
محمد شاہد بن محمد یعقوب	احمد رضا بن رئیس
محمد سرور رضا بن محمد مسعود عالم	محمد شہنواز رضوی بن مستقیم انصاری
شیخ مشرف بن مظاہر الحق	سمیر احمد بن شریف عرف چھانگر
شیخ فاضل بن نیاز الدین	محمد اختر رضا بن غلام نبی
جماعت ثالثہ	محمد مشاہد رضا بن نصیر اللہ
محمد جنید بن تسلیم	جماعت ثانیہ
محمد آصف بن محمد سجاد	محمد فیضان بن عرفان القادری
محمد حسن رضا بن حشمت حسین	محمد شاکر شاہ بن محمد مختار شاہ

محمد چاند منصوری بن محمد مصطفیٰ	محمد عادل رضا بن محمد رفیق عالم
ارمان رضا بن قطب علی	ثناء المصطفیٰ بن صابر منصوری
عبد الصمد بن عظیم الدین	بدر الدین سعید الرحمٰن
محمد بلال بن محمد سعید	محمد فیروز شیخ بن محمد ذاکر حسین
ارشاد علی بن فاروق	محمد سلیم الدین بن مظہر الحق
محمد عرفان بن محمد حسن	شکیل بن محمد مبین
غلام مصطفیٰ بن ایاز احمد صدیقی	**جماعت اولیٰ**
شہباز علی بن شبیر علی	محمد لئیق احمد بن محمد اسلام حسین
محمد حسنین بن محمد مسلم	معراج الدین بن شمس الدین
ممتاز احمد شیخ بن نسیم احمد شیخ	شکیل بن احمد بن شبیر احمد
محمد آفاق احمد بن محمد فاروق	شمس تبریز بن ماہ عالم
محمد فیضان رضا بن اسلم	محمد ارکان بن اسماعیل شیخ
نور عالم بن عبد المبارک انصاری	محمد افضل رضا بن محمد نقی احمد
عامر رضا بن مجاہد عالم شیخ	محمد علی رضا بن لیاقت انصاری
محمد رضاء الحق بن شریف	محمد ابوبکر بن ساجد حسین
غلام مصطفیٰ بن غلام رسول بیگ	محمد عانر رضا بن محمد صغیر
عبد الرحمٰن خان بن ایاز خان	محمد فخر الدین بن شہاب الدین
محمد حسان رضا خان بن منصور احمد خان	محمد محسن بن ہارون
سعید انور بن زبیر عالم	محمد شاکر رضا بن محمد نسیم اختر
محمد شہزاد علی بن نور محمد شیخ	محمد انفاس بن انیس الرحمٰن

عبیدرضا بن محمد سعید ل	محمد کلیم اللہ بن مصطفیٰ
محمد سفیان رضا بن صلاح الدین	فاروق بن مجید عالم
سرفراز احمد بن انوار احمد	شعیب اختر بن رمضان علی
محمد راحت علی بن محمد مقصود عالم راعین	شمیم اختر بن جمال
محمد ارشاد بن محمد منصور	ریحان رضا بن ایاز احمد صدیقی
ملک اویس احمد بن ملک علی احمد	حیدر حسین خان بن ضیاء الحق
محمد حامد اشرف بن منظر حسن خان	محمد یوسف شیخ بن شاہین شیخ
جماعت اعدادیہ	محمد صابر صدیقی بن غلام مصطفیٰ
شیخ محمد تحسین رضا بن یونس عالم	سفیان بن ذکی اللہ شیخ
فاروق انصاری بن خواجہ حسین	محمد قمر رضا شیخ بن محمد رضا شیخ
محمد محفوظ بن بابو علی انصاری	شیخ ارشاد علی بن نوشاد علی
سلامت خان بن عمر خان	سید محمد نوران بن سید شاکر حسین سیفی
عبدالواحد بن علاوالدین	محمد صاحب علی بن محمد سعید الرحمٰن
عارف بن مجیب الرحمٰن	احباب رضا بن شیخ توحید عالم
محمد ارمان شیخ بن اورنگ زیب	محمد دانش بن رفیق
محمد شہباز بن محمد الطاف	محمد ناصر بن غلام نبی
محمد ریحان بن عرفان القادری	محمد رحمت حسین بن محمد یار الحق
محمد نعمت رضا بن مجیب الرحمٰن	محمد حسن رضا بن اسرائیل انصاری
ابوسعید بن تمصیر علی	محمد اکبر علی بن مشفق
عبدالرحیم بن ضبط الحق	محمد پرویز بن انوار

حافظ بشر بن اشتیاق احمد	محمد معاذ بن شمیم اختر
محمد نوریز راعین بن عبد السبحان	حذیفہ نوری بن محمد فیروز
نیاز احمد بن فرم الدین	شعیب بن نثار احمد خان
محمد دانش بن مکرم علی صدیقی	مشرف عالم بن انوار عالم
محمد الفاظ بن اسلام	محمد حسین بن مجیب اللہ انصاری
محمد فیروز بن محمد حسیب	نصیر احمد بن نذر الحسن انصاری
علاوالدین بن معراج خان	عبد الماجد بن عبد السلام
محمد مشتاق بن محمد عالم گیر	محمد کیف بن شاہین شیخ
محمد اقبال احمد بن ضیاء الرحمٰن	دلشاد رضا بن رستم شیخ
عبد اللطیف بن انعام اللہ	انصاف علی بن امتیاز علی شیخ
محمد تحسین بن محسن انصاری	

طلبۂ کرام شعبۂ حفظ

سلمانی فیضان الحسن بن صلاح الدین	شعیب اختر بن محمد حسن
قطب الدین بن عبد الحنان	عبد المنان بن محمد جلیل
محمد عمران بن منصور عالم	رحمت بن شفیق
منظور بن ذاکر حسین	اسد بن مزمل حسین
محمد حماد رضا بن محمد فیروز عالم	نور محمد بن محمد محمد موسیٰ خان
اشفاق عالم بن محمد مجیم	محمد معراج احمد بن فیاض احمد

محمد نوریز عالم بن نور عالم	محمد افران بن محمد خورشید عالم
عبید رضا بن جاوید احمد	شاداب عالم بن سیف الدین
سلامت حسین بن کلیم اللہ	محمد تابش بن محمد فخر دالدین
ذبیح اللہ شیخ بن شفیع اللہ شیخ	محمد علی بن تعلیم
محمد احسان الحق بن محمد صغیر	محمد توقیر بن محمد طارق
محمد عالم بن ابن عالم	محمد ریحان بن محمد مشتاق
محمد شاداب خان بن محمد فیروز خان	محمد اصغر علی بن محمد نورِ عین
محمد فرحان انصاری بن محمد مصلح الدین	ابو طالب صدیقی بن سبیل صدیقی
محمد ایان خان بن محمد راشد خان	محمد قمر رضا خان بن محمد مظفر خان
محمد حسن رضا بن محمد شاہد انصاری	سید عاقل بن سید نوشاد احمد
محمد ابو سعید بن شرافت علی	محمد نثار احمد چودھری بن حقیق اللہ
محمد عبد القدوس بن سکندر رملانی	محمد افسر خان بن اختر خان
شیخ مبشر بن محمد شہاب الدین	محمد زاہد میر بن محمد جاوید
محمد سہیل رضا بن اسحاق عالم	سفیان خان بن مشیر احمد
محمد منور اللہ بن محمد مسیح اللہ	گلفام بن واحد علی
محمد منیر بن محمد شکیل احمد	فرقان خان بن سلیمان خان
اکبر علی بن صغیر احمد	محمد کیف علی بن مبارک علی خان
محمد احمد رضا بن سرفراز انصاری	محسن رضا بن یونس احمد
محمد شیر خان بن علیم خان	محمد فردین بن اقبال
محمد وارث بن اکرم حسین	محمد حسان بن رشید احمد

حیدرعلی بن محمد جہانگیر	محمد صابر علی انوار الحسن صدیقی
اشتیاق احمد بن غلام رسول انصاری	محمد اسحاق بن دلاور حسین
محمد فہیم الدین بن محمد مظفر	سید عامر بن سید شکیل احمد
محمد عامر خان بن شہاب الدین خان	محمد امان رضا بن محمد افروز عالم
محمد سرتاج بن صابر علی	عبید اللہ بن شفیع اللہ
محمد احمد رضا بن پیارے انصاری	قمر عالم بن محمد موتی
غلام نبی بن محمد طاہر حسین	محمد سمیر بن محمد رفیق
محمد عارف بن انور علی	محمد صدرِ عالم بن عبد الجبار
محمد اشتیاق بن محمد انصار سلمانی	سرتاج خان بن مشتاق خان
محمد ارشاد بن چاند علی	عبد الکلام بن امتیاز احمد خان
محمد مختار قادری بن احمد حسن	غلام حسین بن غلام رسول
محمد شعبان بن محمد شبیر	محمد دلشاد شیخ بن دلارے
صدام حسین بن شفیع احمد	محمد ثاقب بن محمد غلام صابر
محمد اویس رضا بن اقبال خان	مسیح الدین بن شہاب الدین
محمد سمیر خان بن ذبیح اللہ	اشتیاق انصاری بن ایوب انصاری
محمد رضا بن غلام جیلانی قریشی	محمد عرفان علی بن کمال الدین
رفاقت حسین بن رفاعت اللہ خان	محمد رئیس بن جمیع اللہ شاہ
محمد شہادت حسین بن محمد شہابل	محمد معصوم بن محمد مختار عالم
محمد ارمان بن نثار احمد	سبحان رضا بن رفعت علی خان
محمد راحم بن شفیق احمد	عبد الکلام بن عبد الوھاب

محمد ندیم بن مرحوم قمر الدین	محمد ارباز بن محمد دلارے
محمد سمیر بن انوار الحسن	حسین بن عبد العلیم
عبد المجید رضا بن عبد الغفار	واحد انصاری بن انور انصاری
جلال الدین بن جاوید خان	محمد فیضان خان بن محمد شہروز خان
فریاد احمد بن وارث علی	محمد صابر بن محمد رئیس
محمد التمش بن ہاشم	محمد جاوید بن احمد علی
محمد معین الدین بن مبارک علی صدیقی	محمد انصار خان بن اقرار احمد
محمد سنجر شیخ بن نظرل شیخ	محمد قاسم بن محمد نظر الحسن
محمد رضوان علی بن جمشید علی	محمد تسلیم انصاری بن محسن انصاری
محمد کیف بن محمد احمد	مصطفیٰ رضا خان بن نوشاد علی خان
احمد کونین بن علیم خان	محمد اشرف بن محمد اشفاق
انصار الحق بن عبد الحق	احمد رضا مجاور بن غلام علی بن مجاور
بلال دانش بن محمد حسنین حسین انصاری	سید ثاقب علی بن سید راشد علی
محمد حسن بن عبد المجید	محمد حامد رضا بن محمد عالم خان (دینیات)
محمد فیصل شیخ بن نوشاد علی شیخ (دینیات)	مشاہد رضا بن نیاز احمد (دینیات)
محمد سلمان بن شہزاد (دینیات)	محمد وارث بن محمد اسلام (دینیات)
محمد فیضان اللہ بن امان اللہ (دینیات)	محمد ارمان بن شہزاد

نصاب برائے سبحانی سینٹر بالتجوید

زیر اہتمام:

دار العلوم محبوب سبحانی، کرلا ویسٹ ممبئی ۷۰

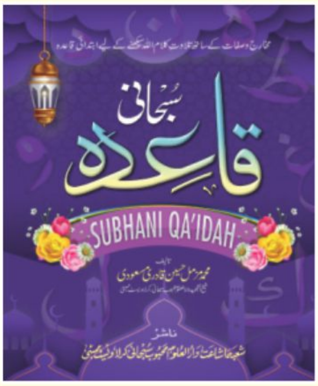

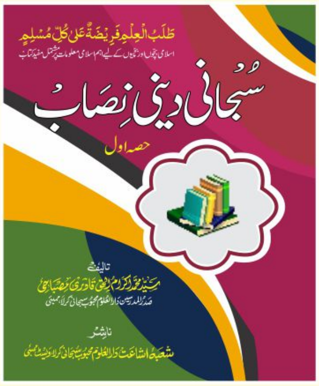

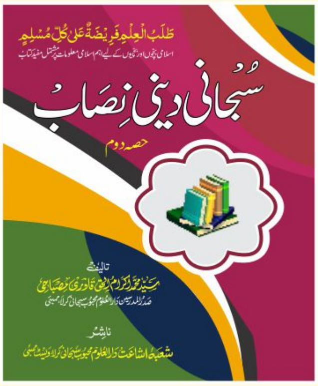

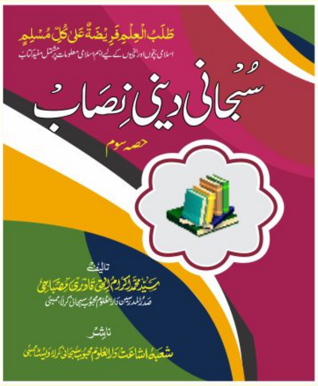

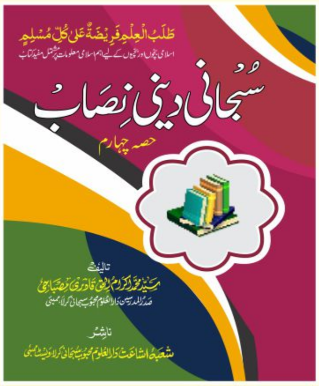

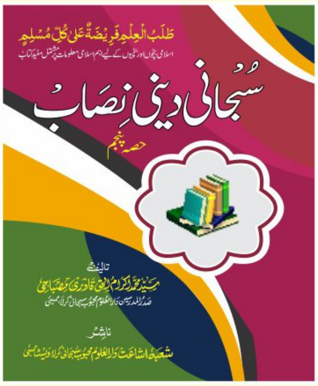

نونہالانِ اسلام کو" عقائدِ دین، ضروریاتِ اہلِ سنت، مسائلِ فقہیہ واجبہ ،معمولاتِ اہلِ سنت، سیرتِ رسولِ اکرم ﷺ ، اسلامی اخلاق وآداب، ادعیۂ مسنونہ" اور دیگر اہم وضروری باتوں سے آگاہ کرنے کے لیے

" سبحانی دینی نصاب" ایک عمدہ انتخاب ہوگا۔

Printed by: SUNNI PUBLICATIONS Mob. 9867934085 Designed by: ADNAN GRAPHICS Mob. 7011750164

Nashir
Bazme Faizane Raza Talba Darul Uloom Mehboobe Subhani
Kurla (West), Mumbai